ہمارے اسلاف اور ہم

حضرت علامہ محمد اکمل عطاؔ قادری عطاری

مکتبہ حضرت عطاؔ

Marfat.com

قدم قدم پر راہِ فکر و احساس دکھانے والے

منفرد بیانات کا مجموعہ

بنام

ہمارے اسلاف اور ہم

مؤلف

حضرت علامہ مفتی محمد اکمل عطا قادری عطاری

دامت برکاتہم العالیہ

ناشر

مکتبہ اعلیٰ حضرت، دربار مارکیٹ

سنٹا ہوٹل لاہور

Marfat.com

11361

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلی آلک واصحابک یا حبیب اللہ

﴿جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں﴾

نام کتاب	———	ہمارے اسلاف اور ہم
مؤلف	———	علامہ محمد اکمل عطا قادری عطاری مدظلہ العالی
صفحات	———	224
ہدیہ	———	[redacted] روپے
اشاعت اول	———	مارچ 2003ء

﴿توجہ فرمائیں﴾

آپ سے مدنی گذارش ہے کہ خط وکتابت کے لئے آئندہ درجِ ذیل پتے کو استعمال کریں نیز ہماری کتب بھی (پرچون وہول سیل) یہاں سے طلب فرمائیں۔

مکتبہ اعلیٰ حضرت دکان نمبر 4 داتا دربار مارکیٹ ستا ہوٹل لاہور

Ph.....042-7247301.....

E.Mail Adress : ajmalattari20@hotmail.com

Marfat.com

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
☆☆	پیش لفظ.....	5
1	نجات کا تعلق نسب سے نہیں.....	7
2	ہم کچھ دے کر واپس نہیں لیتے.....	17
3	مردِ خدا سے ملنا چاہتے ہو؟.....	25
4	مجھے وضو کا طریقہ سکھا دیں.....	35
5	زندگی اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی میں گزار دوں.....	45
6	میرا راز فاش کیا.....	53
7	آگ بال بھی بیکا نہیں کر سکتی.....	61
8	اسے پہلے کیوں نہیں ہٹایا.....	82
9	تمہاری لڑکی کی شادی ایک یہودی سے.....	92
10	کھڑا نہ ہونا بے ادبی تصور کرتا ہوں.....	100
11	کچھ بھی مواخذہ نہیں کروں گا.....	110
12	نہیں ٹاٹ کافی ہے.....	118

Marfat.com

بیان نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
13	جو آپ کا ہو لے لیجئے	129
14	پوری زندگی کے لئے باعث اطمینان	140
15	قرآن کریم کی پچاس آیتیں پڑھ لیتا ہوں	152
16	مجھے نہیں معلوم	165
17	قبرستان کے مُردوں کا لشکر	171
18	مجھے شرم آتی ہے	175
19	بے کار نظر ڈالنے سے منع فرمایا ہے	179
20	بلا واسطہ پہنچا تا رہے گا	193
21	آپ نماز کس طرح ادا فرماتے ہیں؟	203
22	آج یہ کیا ماجرا ہے؟	207
23	میری حالت ہی بدل دی	212
24	میں اپنے عہد کے خلاف نہیں کر سکتا	219

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

پیش لفظ

الحمدللہ (عزوجل) اس امر میں کسی مسلمان کو تردد نہیں ہوسکتا کہ قرآن کریم اور احادیثِ کریمہ ہمارے لئے بہترین رہنما کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہدایت و رہنمائی کے سلسلے میں ایسے نفوس قدسیہ کی ضرورت ہمیشہ باقی رہے گی کہ جو ان دو مذکور رہنما ستونوں میں بیان کردہ تعلیمات کو عملی طور پر عوام کے سامنے پیش کریں اور عوام ان کو دیکھ کر عبادات کی جانب مائل ہونے، اپنی ذات کو اچھے اخلاق سے مزین کرنے اور اپنی ذات میں موجود بری صفات سے کراہیت رکھنے میں مشغول ہو جائے۔

صحابہ کرام (رضی اللہ عنھم) کے دور میں رحمتِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذاتِ کریمہ کو، قرآنی تعلیمات کی چلتی پھرتی تصویر قرار دیا جاتا تھا۔ آپ کے وصال ظاہری کے بعد صحابہ کرام (رضی اللہ عنھم)، ان کے بعد تابعین، ان کے بعد تبع تابعین نے اور پھر دیگر اولیاء امت وائمہ ومجتہدین نے اس ذمہ داری کو بحسن وخوبی نبھانے کی سعادت حاصل فرمائی۔

علامہ محمد اکمل عطا قادری عطاری مدظلہ العالی نے اس کتاب میں انہی نفوس قدسیہ کے واقعات جمع کئے ہیں کہ جنہوں نے قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لئے ایسا بہترین عملی درس چھوڑا ہے کہ جو اس درس سے حصہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا، ان شاء اللہ (عزوجل) اخروی سعادت کے

Marfat.com

حصول میں بھی کامیاب ہو جائے گا۔

امید ہے کہ ہماری دیگر کتب کی مثل اس کتاب کو بھی بہت پسند کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اکابرین اسلام (رضی اللہ عنھم) کے فیوض و برکات سے تمام مسلمانوں کو مستفیض فرمائے۔ امین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)

خادم مکتبہ اعلیٰ حضرت

محمد اجمل عطاری عفی عنہ

۱۲۔ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ بمطابق ۱۶۔ مارچ ۲۰۰۳ء

Marfat.com

فخرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان نمبر [1]

نجات کا تعلق نسب سے نہیں

ایک مرتبہ حضرت داؤد طائی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)، امام جعفر صادق (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ ''چونکہ آپ اہل بیت میں سے ہیں، لھذا مجھے کوئی نصیحت ارشاد فرمائیں۔'' آپ جواباً خاموش رہے۔ حضرت داؤد طائی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے دوبارہ عرض کی کہ ''اہل بیت ہونے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو فضیلت عطا فرمائی ہے، اس اعتبار سے آپ کا نصیحت فرمانا ضروری ہے۔'' یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا، ''مجھے تو یہ خوف لگا ہوا ہے کہ بروزِ قیامت میرے جدِ اعلیٰ (ﷺ) میرا ہاتھ پکڑ کر یہ ارشاد نہ فرما دیں کہ ''تو نے خود میرا اتباع کیوں نہیں کیا؟... کیونکہ نجات کا تعلق نسب سے نہیں، بلکہ اعمالِ صالحہ پر موقوف ہے۔''

یہ سن کر حضرت داؤد طائی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو بے حد عبرت حاصل ہوئی۔ اس واقعے کے بعد آپ کہا کرتے تھے کہ ''جب اہلِ بیتِ اطہار پر غلبہ خوف کا یہ عالم ہے تو میں کس گنتی میں آتا ہوں اور کس چیز پر فخر کر سکتا ہوں؟''....

(تذکرۃ الاولیاء۔ صفحہ ۷)

حاصلِ واقعہ:۔

اس ایمان افروز واقعے سے درج ذیل امور حاصل ہوئے۔

Marfat.com

﴿1﴾ ہمارے اکابرین اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے انعاماتِ کثیرہ حاصل کرنے کے باوجود، خود کو نصیحت سے آزاد تصور نہ فرماتے تھے۔ جیسا کہ حضرت داؤد طائی کے عملِ مبارک سے واضح ہوا، کیونکہ آپ خود بہت بڑے اللہ عزوجل کے ولی ہیں، لیکن پھر بھی حاضر خدمتِ امام ہونے کی سعادت حاصل فرمائی۔

﴿2﴾ بزرگان دین، نصیحت حاصل کرنے کے معاملے میں بہت حریص ہوا کرتے تھے۔ جیسا کہ امام جعفر صادق (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے خاموش ہوجانے کے باوجود، حضرت داؤد طائی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے اصرار کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ نیز فکرِ آخرت ان پر غالب رہا کرتی تھی۔ کیونکہ اخروی معاملے میں نصیحت کرنے کی خواہش وہی کرسکتا ہے کہ جسے پہلے اس کی فکر کا انعام عطا ہو چکا ہو۔

﴿3﴾ کثرتِ عبادت وریاضت کے باوجود خود کو حقیر وکم تر گمان کرنا، اسلافِ کرام کا طریقہ رہا ہے۔ جس کی مختلف علامتیں ان کی ذواتِ قدسیہ میں عام مشاہدہ کی جاسکتی تھیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے قلوب، تکبر وغرور جیسے اوصافِ قبیحہ سے پاک وصاف تھے۔ ان علامات میں سے ایک، خود کو نصیحت کرنے کے قابل نہ سمجھنا بھی ہے۔ حضرت امام جعفر صادق (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا، نصیحت کی درخواست پر اولاً خاموش ہوجانا، اسی صفتِ حسن کی جانب واضح اشارہ کررہا ہے۔ نیز دوسری مرتبہ بھی آپ نے نصیحت کے بجائے عاجزی

Marfat.com

کا اظہار ہی مناسب تصور فرمایا۔ جس سے ان کے غرور و تکبر سے محفوظ ہونے کے دعوے کو مزید تقویت حاصل ہوتی ہے۔

﴿4﴾ بارگاہِ الٰہی کے مقبول بندے، شرافتِ نسب حاصل کرنے کے باوجود خود کو گرفتِ الٰہی سے آزاد تصور نہ فرماتے تھے، نہ ہی اس کے باعث ان کے عمل میں کوئی کوتاہی نظر آتی تھی۔ جیسا کہ امام جعفر صادق (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے عمل سے ثابت ہوا۔ اس سے ان کے قلوب میں خوفِ خدا (عزوجل) کی کثرت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

﴿5﴾ ہمارے اسلافِ عظام (رضی اللہ عنھم) عبرت حاصل کرنے کے معاملے میں بھی کوتاہی کا شکار نظر نہیں آتے تھے۔ جیسا کہ کلامِ امام سے حضرت داؤد طائی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے حاصل فرمائی۔

﴿6﴾ ہمارے قائد و رہنما بزرگان دین، اس حقیقت کو بخوبی جانتے تھے کہ نسبی تعلق، بروزِ قیامت انسان کی نجات و بلندی درجات کا سبب بنے گا۔ لیکن اس کے باوجود تعلیمِ امت کی غرض سے فقط نسب پر بھروسہ کر لینے کو ناپسند اور خود کو سخت عبادات و ریاضات کا عادی رکھنا محبوب و مطلوب رکھتے تھے۔ امام جعفر صادق (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا فرمان، ''نجات کا تعلق نسب سے نہیں، بلکہ اعمالِ صالحہ پر موقوف ہے۔'' اسی تعلیم کی غرض سے تھا، نہ یہ کہ آپ نسب کو بالکل بے کار تصور فرماتے تھے۔

Marfat.com

﴿7﴾ ہمارے اسلافِ عظام (رضی اللہ عنھم) اخروی معاملات میں ہمیشہ اپنے سے اوپر والوں کو ملاحظہ فرماتے تھے، تاکہ قلب میں عجب وخود پسندی اور آخرت کے معاملے میں اطمئنان پیدا نہ ہونے پائے۔ جیسا کہ حضرت حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے فرمان ''جب اہل بیت اطہار پر غلبہ خوف کا یہ عالم ہے تو میں کس گنتی میں آتا ہوں اور کس چیز پر فخر کرسکتا ہوں؟'' سے ظاہر ہوا۔

محاسبہ:۔

☆ اگر مذکورہ امور کی روشنی میں اپنا محاسبہ کیا جائے، تو واضح طور پر ظاہر ہوگا کہ موجودہ دور کا مسلمان، عمل کے معاملے میں ان پاکیزہ فطرت حضرات سے بالکل مختلف ہے۔ کیونکہ اب نصیحت کی تلاش وتمنا نہیں، بلکہ اس سے راہِ فرار اختیار کرنے کو محبوب رکھا جاتا ہے۔ کسی کی جانب سے نصیحت کئے جانے سے خوشی نہیں، بلکہ کوفت، بیزاریت اور شدید غصہ محسوس کیا جاتا ہے۔ گویا کہ زبان حال یوں کہتی نظر آتی ہے؛

مت کر نصیحت ناصحا، دل میرا گھبرائے ہے
اس کو دشمن جانوں ہوں، جو مجھ کو سمجھائے ہے

کسی کی طرف سے نصیحت کو اس کا احسان نہیں، بلکہ بسا اوقات اپنے لئے باعثِ ذلت وعار تصور کیا جاتا ہے۔ یہ کیفیت خاص طور پر ان حضرات پر

Marfat.com

زیادہ وارد ہوتی ہے کہ جو بظاہر باعمل اور چند عبادات پر استقامت پذیر نظر آتے ہیں۔ کسی کے پاس حصولِ نصیحت کے لئے جانا تو درکنار، اگر کوئی اس نیک مقصد کے لئے خود چل کر آئے، تب بھی نفس، سننے اور ماننے کے لئے بالکل تیار نہیں ہوتا۔ نصیحت کرنے والے دوستوں کی صحبت میں رہنا ناپسند اور نصیحت سے روگردانی کر کے فقط جھوٹی تعریفوں کے پل باندھنے والے، اچھے معلوم ہوتے ہیں۔

☆ یونہی اس دور میں خاندانی شرافت .. یا.. کسی مشہور و معروف دینی شخصیت سے نسبی تعلق، عموماً غفلت و بے عملی کا سببِ عظیم نظر آتا ہے۔ جن اکابر کے نام کی برکت سے عزت و وجاہت حاصل ہوئی، ان کے طریقہ کار کو اختیار کرنا، فقط عوام و دیگر عقیدت مندوں کے لئے ضروری سمجھا جاتا ہے، جب کہ خود کو اس سے آزاد تصور کرنا عام ہے۔ اس پر مزید یہ کہ مذکورہ بے عملی و غفلت کی بناء پر بروزِ قیامت اکابرین کے سامنے شرمندہ ہونے کا احساس بھی دور دور تک نظر نہیں آتا۔ ایسے حضرات بھی خوفِ خدا سے دوری اور اس تعلق کی بناء پر خود کو نجات یافتہ سمجھنے کی وجہ سے، اپنے آپ کو ہر قسم کی نصیحت سے آزاد تصور کرتے ہیں۔ جب کہ ان کی اپنے بارے میں انتہائی درجے کی خوش فہمی، ان کے قلب میں ایسا بڑا پن پیدا کر دیتی ہے کہ جس کے باعث دوسروں کے لئے ان کی ہر جائز و ناجائز بات کو بلا چون و چراں تسلیم کر لینا لازم و ضروری سمجھا جاتا ہے۔

Marfat.com

☆اسی طرح فی زمانہ حصولِ عبرت کا سلسلہ بھی تقریباً مفقود نظر آتا ہے۔کسی کی نصیحت آموز گفتگو یا اصلاحی بیان سن کر اپنا نہیں، بلکہ ذہن ہی ذہن میں دوسروں کا محاسبہ شروع ہوجاتا ہے۔کسی عیب ونقص کا بیان سن کر اپنا نہیں، بلکہ دنیائے تصور میں اس کی بناء پر فقط دوسروں کا چہرہ ہی آلودہ نظر آتا ہے۔

☆یونہی اپنا معیار مقرر کرنے کے سلسلے میں بھی ہمارا عمل اکابرین کے عمل سے مختلف ہے۔کیونکہ اس کے لئے اپنے سے اوپر نہیں، بلکہ نیچے والوں کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔مثلاً حاجی صاحب،ان حضرات کا مشاہدہ نہیں کریں گے کہ جنہیں ایک سے زیادہ حج کی بدولت ان پر فوقیت حاصل ہے، بلکہ وہ حج کی سعادت سے محروم حضرات کو دیکھ کر خود کو ارفع واعلیٰ تصور کرنا پسند کریں گے۔یونہی ایک نمازی، بے نمازی کو دیکھ کر خود کو بلند وبالا محسوس کرتا ہے، حالانکہ اسے کسی تہجد گزار اور مکمل طور پر باعمل کا مشاہدہ کرنا چاہیئے تھا۔

مقصود کلام :۔

مذکورہ کلام کا حاصل یہ ہوا کہ

☆ ہر شخص کو چاہیئے کہ خود کو ہمیشہ محتاجِ نصیحت تصور کرے۔اگر گناہ گار وبے عمل ہے، تو اس وجہ سے کہ نصیحت کا غور سے سننا، اس کے دل میں ایک ایسا نور پیدا کردے گا کہ جس کی برکت سے گناہوں سے نفرت اور آخرت کی جانب رغبت میں اضافہ ہوگا۔اب اگر اس نور کی حفاظت کرتا رہا، تو ایک وقت

Marfat.com

ایسا بھی آئے گا کہ گناہگاری،تقوی وپرہیزگاری میں....بے عملی ،باعملی میں..اور..بے وقعتی ،قدرومنزلت میں تبدیل ہوئے گی۔

اور اگر پہلے سے نیک وباعمل ہے ،تو ان امور پر استقامت حاصل ہوجائے گی، نیز غفلت سے بھی محفوظ رہے گا۔ کیونکہ یہ بات مسلمہ ہے کہ انسان کا نیک وپرہیزگار وباعمل ہوجانا، نفس وشیطان کو مایوس نہیں کردیتا، بلکہ یہ دونوں دشمنانِ ایمان، ایک وار کے ناکام ونامراد ہوجانے کے بعد کسی دوسرے طریقے سے غالب ہوجانے کی کوشش شروع کردیتے ہیں۔ چنانچہ ضروری ہے کہ کوئی ایسا عمل مستقل طور پر اختیار کیا جائے کہ جس کی برکت سے ان کا ہر نیا وار سابقہ وار کی مثل خاک میں ملتا رہے اور اس کے لئے بہترین چیز سلسلہ حصول نصیحت کا جاری رکھنا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپس میں اچھی نصیحت کرنے والوں کو خسارے اٹھانے والوں سے جدا رکھا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے، وَالْعَصْرِ ☆ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ☆ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۔اس زمانہ محبوب کی قسم بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔'' (ترجمہ کنزالایمان۔سورۃ العصر)

☆ نیز حصولِ نصیحت کے لئے عاجزی کا ہونا بھی بہت ضروری ہے۔ اس وجہ سے کہ کسی کی نصیحت کا قبول کرنا نفس پر گراں گزرتا ہے، کیونکہ یہ خود

Marfat.com

کو کامل واکمل ہی تصور کرتا ہے اور یہ نصیحت اس کے مذکورہ خیالِ فاسد کو باطل قرار دے رہی ہوتی ہے اور اپنی کسی دلیل یا خوش فہمی کا رد، اسے بالکل محبوب نہیں۔ چنانچہ برکاتِ نصیحت سے محروم رکھنے کے لئے غرور وتکبر کا سہارا لیتا ہے یعنی انسان کو اس لعنت میں گرفتار کروادیتا ہے، جس کے بعد نصیحت قبول کرنا اپنے لئے باعثِ ذلت تصور ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ لھذا عاجزی انکساری کا وجود ضروری ہوا۔

☆ اور اگر کسی کو خاندان یا کسی بڑی شخصیت سے نسبت کی بناء پر عزت ومقام حاصل ہے، تو اسے اپنے عمل سے ان کا نام روشن کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے، نہ کہ بے عملی وبدکرداری کے ذریعے باعثِ بدنامی بنے۔ اور فقط اس نسبت پر ہی تکیہ نہ کر بیٹھے، بلکہ غور کرے کہ وہ کون سے امور تھے کہ جن کی بناء اس کے اکابر کو عزت ومقام حاصل ہوا، انہیں جاننے کے بعد جلد از جلد اپنانے کی بھی کوشش کرے۔ نیز اس صورتِ حال میں بھی خود کو نصیحت سے آزاد نہ جانے کہ عام مشاہدہ ہے کہ اس عادتِ قبیحہ کی وجہ سے ایسے حضرات اکثر ذلت ورسوائی کا سامنا کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ نیز اس پہلو پر بھی غور کرے کہ جب اس نسبت کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے اسے عوام الناس کی توجہ کا مرکز بنادیا، تو اب اس پر لازم ہے کہ قریب آنے والوں کی اخلاقی ودینی تربیت کا اہتمام بھی کرتا رہے، تاکہ وہ تمام اس کے عمل کو دلیل بنا کر گناہوں سے دور اور نیکیوں پر استقامت

Marfat.com

پذیر ہوتے چلے جائیں، نیز خود اس کے لئے آخرت میں سرخروئی کا سامان بھی ہو جائے۔

کیونکہ رحمتِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان عالیشان ہے، ''تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ حکمران نگراں ہے، اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ مرد اپنے گھر کا نگران ہے، اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا، عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ خادم اپنے آقا کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس کے متعلق دریافت کیا جائے گا اور تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے، اور اس سے اس کے ماتحت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (بخاری۔ کتاب الجمعہ)''

☆ یونہی انسان کو چاہیئے کہ حصولِ نصیحت کے ساتھ ساتھ سامانِ عبرت اکٹھا کرنے کا بھی اہتمام کرتا رہے۔ اس کے لئے کسی مقام پر جانا ہی ضروری نہیں، بلکہ اپنے اطراف میں موجود افراد و دیگر اشیاء سے بھی اس کا حصول ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، ''فَاعْتَبِرُوا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ ☆ تو عبرت لو اے نگاہ والو۔ (ترجمۂ کنز الایمان۔ سورۃ الحشر ۲۔ پ ۲۸)....

☆ نیز نیکیوں اور عمل کے معاملے میں ہمیشہ اپنے سے اوپر والے کو ہی دیکھیں، تاکہ رحمتِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فرمان عالیشان ''اپنے سے نیچے درجے

Marfat.com

کے لوگوں کی جانب دیکھا کرو (اس کے برعکس) اوپر کے درجے کے لوگوں کو نہ دیکھا کرو اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی (کسی) نعمت کو حقیر نہ جانو گے۔ (ابن ماجہ)'' اور سنتِ اکابرین پر عمل کی سعادت حاصل ہو سکے۔ ان شاء اللہ (عزوجل) اس عمل کی برکت سے دل، عجب وخود پسندی سے محفوظ رہے گا اور اخروی معاملے میں زادِ راہ ہمیشہ کم محسوس ہوگا، جس کی بناء پر زیادہ سے زیادہ اعمال جمع کرنے کی توفیق حاصل ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان بھائی اور بہن کو نصیحت قبول کرنے، اپنے اطراف سے عبرت حاصل کرنے، اچھے اعمال کے ذریعے اکابرین کا نام روشن رکھنے اور اخروی معاملے میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

بیان نمبر[2]

ہم کچھ دے کر واپس نہیں لیتے

مروی ہے کہ ایک شخص کی دینار کی تھیلی چوری ہوگئی، اس نے امام جعفر صادق (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) پر الزام لگایا کہ'' آپ نے چرائی ہے۔'' آپ نے دریافت فرمایا،''اس میں کتنی رقم تھی؟''اس نے عرض کی''دو ہزار دینار۔'' آپ نے اسے اپنے پاس سے دو ہزار دینار عنایت فرما دیئے۔

کچھ عرصے بعد اس شخص کی کھوئی ہوئی تھیلی، کسی دوسری جگہ سے مل گئی۔ وہ بے حد نادم ہوا اور حاضر خدمت ہو کر معافی اور رقم کی واپسی کی درخواست کی۔ آپ نے اسے معاف فرما دیا اور رقم کے بارے میں فرمایا،'' یہ تم ہی رکھ لو، ہم کسی کو دے کر واپس نہیں لیتے۔'' (تذکرۃ الاولیاء۔ صفحہ ۸)

حاصلِ واقعہ:۔

اس ایمان افروز واقعے سے درج ذیل امور حاصل ہوئے۔

(1) ہمارے اسلاف، نفس کی مرضی کے برخلاف امور پر انتہائی صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ امام جعفر صادق (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے عملِ مبارک سے واضح ہوا۔ کیونکہ یہ تو ایک عام گناہگار و فاسق شخص بھی برداشت نہ کرے گا کہ اس پر چوری کا جھوٹا الزام لگایا جائے، چہ جائیکہ حضرت امام جعفر صادق (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) جیسے جلیل القدر تابعی اور خاندان

Marfat.com

رسالت (ﷺ) کے چشم وچراغ کہ جن کے فیوض وبرکات سے خود امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے بھی استفادہ فرمایا۔لیکن اس کے باوجود واقعہ گواہ ہے کہ آپ نے زبان سے کوئی شکوہ نہ فرمایا، نہ ہی کسی قسم کے غصے کا اظہار کیا۔

(2) عفودرگزر سے کام لینا اور کسی کو نشانہ انتقام نہ بنانا، ان کی عادت میں شامل تھا۔

(3) وہ نفوس قدسیہ، اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کثرت سے احسان کیا کرتے تھے۔ یہ نہیں دیکھا کرتے تھے کہ یہ حسن سلوک کس کے ساتھ کر رہے ہیں یعنی ہمارا عقیدت مند ہے.. یا.. نہیں۔اس نے ہمارے ساتھ کوئی اچھائی کی ہے .. یا.. برائی۔جیسا کہ امام جعفر صادق (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اس شخص کی زیادتی کے باوجود کرم نوازی فرمائی۔

محاسبہ:۔

مذکورہ معاملات میں بھی آج کے مسلمان کا عمل، اپنے اکابرین کے طریقہ کار کی مخالفت پر کمر بستہ نظر آتا ہے۔کیونکہ

☆ خلافِ مرضی امور پر صبر یعنی قلب وزبان کو ہر قسم کے شکوہ شکایت اور دیگر اعضاء کو انتقامی کاروائی میں مصروف ہونے سے روکنا بھی فی زمانہ تقریباً مفقود ہو چکا ہے۔اگر کبھی اس کی جھلک نظر بھی آتی ہے، تو اس میں رضائے الٰہی کا دور دور پتہ نہیں ہوتا، بلکہ کوئی نہ کوئی ذاتی مفاد ہی پوشیدہ نظر آتا ہے،

Marfat.com

مثلاً سامنے والا زیادہ طاقتور ہے،شکوہ شکایت یاخواہش انتقام کی صورت میں فائدے کے بجائے ،اس کی جانب سے نقصان پہنچنے کا زیادہ اندیشہ ہے.. یا..اس نے کبھی کوئی احسان کیا تھا،جس کے باعث ضبط سے کام لیا، کیونکہ مشہور مقولہ ہے کہ ''اَلْاِحْسَانُ یَقْطَعُ اللِّسَانَ ۔یعنی احسان زبان کاٹ دیتا ہے۔''.. یا..کوئی قریبی دوست ورشتہ دار ہے،جس کی قربت ومحبت، جذبہ انتقام کو ٹھنڈا کردیتی ہے.. یا..اس سے کوئی کام نکلوانا ہے،اظہارِ ناراضگی کی صورت میں مذکورہ کام میں شدید دشواری پیش آسکتی ہے.. یا..اس کی شکل وصورت وعادت وغیرہ اچھی لگتی ہے۔

ان مذکورہ صورتوں میں اخلاص نہ ہونے کا اندازہ کرنے کے لئے یوں غورکرنا مفیدرہے گا کہ اگر یہی خلافِ مرضی نفس کام اس سامنے والے کے بجائے کوئی اور کرتا مثلاً کوئی کمزور.. یا..جس نے کبھی کوئی احسان نہیں کیا.. یا..اجنبی ..یا..جس سے کوئی کام نکلوانا مقصود نہ ہو.. یا..اس کی شکل وصورت وعادت دل کو پسند نہیں آتی وغیرہ،تو کیا اب بھی یہی رویہ اختیار کیا جاتا؟....اگر اخلاص نہ ہوگا ،تو یقیناً جواب یہی ملے گا کہ نہیں، بلکہ ان کے بجائے کوئی اور ہوتا،تو اسے ایسا مزہ چکھایا جاتا کہ اس کی سات نسلیں اس کی اذیت محسوس کرتیں۔

☆ پھر بسا اوقات صبر وتحمل کا صحیح مفہوم معلوم نہ ہونے کی بناء پر انتقامی کاروائی.. یا..شکوہ شکایت کرنے کے باوجود خود کو صابر کہا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے

Marfat.com

کہ جلی کٹی باتیں سنانے کے ذریعے دل کی بھڑاس نکال کر آخر میں کہہ دیا جاتا ہے، ''بس کیا کریں ہم تو صبر ہی کر رہے ہیں۔''

☆ نیز احسان کرنے پر بھی عموماً رضائے الٰہی پیش نظر نہیں ہوتی، بلکہ خواہشاتِ نفسانی کو رہنما بنایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محلے میں کھانا یا قربانی کا گوشت انہیں گھروں میں بھیجا جاتا ہے کہ جن کی طرف سے آچکا ہو.. یا.. آنے کی قوی امید ہو۔ اسی کی مثل شادی کارڈ، عیدی اور دیگر تقریبات میں بلوانے کا معاملہ ہے۔ یونہی احسان اسی کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ جسے پہچانتے ہوں.. یا.. پہلے اس کی جانب سے یہی معاملہ ہو چکا ہو، چنانچہ اجنبی.. یا.. جس نے پہلے کبھی احسان سے انکار کیا ہو، چاہے کتنا ہی ضرورت مند کیوں نہ ہو، عموماً اس کی امداد سے گریز ہی کیا جاتا ہے۔

☆ یونہی احسان روک لینا بھی، حکمِ نفس کی اطاعت کا نتیجہ نظر آتا ہے۔ کسی نے کڑوی بات کر دی.. یا.. مرضی کے خلاف کوئی کام کر دیا اور معافی وغیرہ طلب نہ کی.. یا.. اس سے کچھ طلب کیا مثلاً بیٹا بیٹی کا رشتہ یا روزمرہ استعمال کی کوئی چیز، اور اس نے انکار کر دیا، تو اب احسان قطع کرنے میں بالکل دیر نہیں کی جاتی۔

مقصود کلام :۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ

Marfat.com

☆ اکابرین کی سنت پر عمل پیرا ہو کر رضائے الٰہی کے حصول کے لئے ،دوسروں کی جانب سے پہنچنے والی تکالیف پر صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا بھی بے حد ضروری ہے۔ نیز عفو و درگزر اور احسان کرنے.. یا.. اسے ترک کرنے میں فقط اللہ تعالیٰ کی رضاء ہی پیش نظر رکھنی چاہیئے۔ بصورتِ اخلاص اس کا فائدہ آخرت میں تو ظاہر ہوگا ہی، لیکن ان شاء اللہ عزوجل دنیا میں بھی اس کی برکات مخفی نہ رہیں گی۔ مثلاً

☆ سامنے والے کا مرعوب و متاثر ہونا، جس کی بناء پر وہ ہر اچھی بات کو قبول کرے گا...

☆ سنتِ اکابرین پر عمل کا ثواب حاصل ہونا...

☆ دوسروں کے لئے ترغیبِ عمل...

☆ ترکِ انتقام کی بناء پر فتنہ و فساد کا دروازہ بند ہونا...

☆ اللہ عزوجل اور اس کے محبوب (ﷺ) کی رضا کا حصول...

☆ عامل کے نورِ قلب میں اضافہ...اور...

☆ تبلیغِ دین میں آسانی...وغیرہ

لیکن یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ان امور پر عمل پیرا ہونے اور پھر استقامت حاصل کرنے کے لئے طویل جدوجہد درکار ہے۔ لھذا بہتر ہوگا کہ اس کا آغاز اپنے گھر سے کیا جائے، کیونکہ گھر والوں سے فطرتاً محبت زیادہ ہوتی ہے،

Marfat.com

لھذا عفودرگزرواحسان کرنا آسان رہے گا۔ چنانچہ گھر کے افراد کی جانب سے پہنچنے والی ناگوار باتوں..اور..ناپسندیدہ افعال کے جواب میں، زبان وقلب کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور یہ کوشش فقط اللہ عزوجل کی رضا کی خاطر ہو۔

یونہی اگر کسی کی جانب سے کوئی تکلیف پہنچی تھی اوراب ایسا موقع میسر آیا کہ بدلہ لیا جاسکتا ہو،تو عفودرگزر سے کام لیتے ہوئے انتقامی کاروائی سے خودکو روک لینا چاہیئے۔مثلاً بہن بھائیوں میں سے کسی نے والدصاحب سے اس کی شکایت کی تھی،جس کے جواب میں والدصاحب نے بہت ڈانٹاڈپٹا تھا۔اب خود شکایت کرنے والے سے کوئی ایسا قصور سرزد ہوگیا کہ اگر والدصاحب کواس کی اطلاع مل جائے،توان کی جانب سے اسی قسم کے رویئے کی امید ہے کہ جوسابقہ شکایت کے موقع پر ظاہر ہوا تھا،تو اب حضرت امام جعفرصادق (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) کی سنتِ کریمہ کوملحوظ رکھنا دین ودنیا کی برکات سے مالا مال کروادے گا۔

اسی طرح اگر کسی فرد کی جانب سے احسان کرنے میں بخل کا مظاہرہ ہوا تھا،تو موقع ملنے پراس کے ساتھ نیک سلوک میں بالکل دیرنہیں کرنی چاہیئے۔مثلاً کسی سے پانی مانگا،اس نے صاف انکارکردیا۔بعدمیں اس شخص نے پانی طلب کیا،تواب اس کے طریقہ کارنہیں،بلکہ اپنے اکابرین کے عمل کو بنیاد بناتے ہوئے فوراًپانی پلانا چاہیئے۔

111361

Marfat.com

جب گھر میں ان امور پر استقامت حاصل ہوجائے،تو اب باہر بھی اس کا عملی مظاہرہ کرنا چاہیئے تا کہ تعلق رکھنے والے دوست احباب بھی ان امور کی ترغیب پائیں اور حبیبِ کبریا (ﷺ) کی سنت زندہ ہوجائے کیونکہ ہمارے پیارے آقا (ﷺ) کی حیاتِ پاک کے بے شمار واقعات ،امت کو عفوودرگزر کا درس دیتے نظر آتے ہیں۔

مثلاً مروی ہے کہ ایک مرتبہ جہاد کے لئے تشریف لے جاتے ہوئے رسول اللہ (ﷺ) نے راستے میں کسی درخت کے نیچے قیام فرمایا۔آپ سو رہے تھے کہ ایک مشرک آیا اور درخت سے لٹکی ہوئی، پیارے آقا (ﷺ) کی تلوار اٹھا لی۔اتنے میں رحمتِ عالم (ﷺ) کی آنکھ کھل گئی۔اس نے کہا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟''...فرمایا،''اللہ۔'' یہ سن کر مشرک کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔آپ نے تلوار پکڑتے ہوئے فرمایا،''اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟''اس نے کہا آپ بہترین پکڑنے والے ہوجایئے (یعنی عفودرگزر سے کام لیجئے۔) شفیع محشر (ﷺ) نے فرمایا،''تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں؟''اس نے کہا،''نہیں،لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ نہ آئیندہ آپ سے لڑوں گا،نہ آپ سے قتال کرنے والوں کا ساتھ دوں گا۔''رسول اللہ (ﷺ) نے اسے چھوڑ دیا۔وہ مشرک اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا،تو کہنے لگا،''میں بہترین انسان کے پاس سے تمہارے پاس آیا ہوں۔''

(مسند امام احمد بن حنبل۔باقی المسند المکثرین)

Marfat.com

لیکن آخر میں یہ بات ذہن نشین رکھنا بھی بے حد ضروری ہے کہ عفوودرگزر واحسان وہیں مستحسن ہے کہ جہاں شریعت کو مطلوب ہواور اگر کسی مقام پر شریعت انہیں ترک کرنا محبوب رکھے ،تو اب ترک کرنا ہی باعثِ نجات وبلندی درجات ہوگا۔مثلاً اگر عفودرگزر کی بناء پر کسی کے گناہ پر مصر ہونے کا صحیح یقین ہو.. یا..اس صورت میں دوسرے مسلمان بھائی تکلیف میں مبتلاء ہوتے ہوں ،جیسا کہ کسی عادۃً کم تولنے والے سے درگزر کرنے کی صورت میں۔

اللہ تعالیٰ معاف کرنے ،اپنی ذات کی خاطر انتقام لینے سے بچنے اور کثرت سے احسان کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔امین بجاہ النبی الامین (ﷺ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

بیان نمبر [3]

مردِ خدا سے ملنا چاہتے ہو....؟

ایک مرتبہ حجاج بن یوسف اپنی فوج کے ہمراہ، حضرت خواجہ حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی محفل وعظ میں حاضر ہوا۔ محفل میں شریک ایک بزرگ کے دل میں خیال آیا کہ آج حسن بصری کا امتحان ہے، دیکھتے ہیں کہ یہ اس ظالم کے استقبال کے لئے کھڑے ہوتے ہیں یا وعظ میں مشغول رہتے ہیں۔ جب حجاج محفل میں داخل ہوا، تو خواجہ حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اس کی جانب بالکل متوجہ نہ ہوئے اور اس کی آمد کی پرواہ کئے بغیر اپنا وعظ جاری رکھا۔ وعظ اختتام پزیر ہوا، تو حجاج نے آپ کے دستِ اقدس کو بوسہ دیتے ہوئے کہا کہ "اگر تم کسی مردخدا سے ملنا چاہتے ہو، تو حسن کو دیکھ لو۔" (تذکرۃ الاولیاء۔ صفحہ ۱۶)

حاصلِ واقعہ:۔

اس ایمان افروز واقعے سے درج ذیل امور حاصل ہوئے۔

(1) ہمارے اکابر، رضائے الٰہی کے پیش نظر امتِ سرکار (ﷺ) کو آخرت کی جانب مائل رکھنے کے لئے ،قول وفعل دونوں طریقوں سے وعظ ونصیحت کا سلسلہ جاری رکھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے وعظ فرمانے اور عملی لحاظ سے حجاج جیسے ظالم کی تعظیم نہ کرنے سے ثابت ہوا۔

Marfat.com

(2) ان کے پیش نظر انسان کی عزت وعظمت کا معیار اس کا منصب ودنیاوی ترقی نہیں، بلکہ تقوی وپرہیزگاری ہوا کرتا تھا۔یہی وجہ تھی کہ خواجہ صاحب (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) نے حجاج کے منصب کی قطعی پرواہ نہ فرمائی۔

(3) وہ نفوسِ قدسیہ بہت حکمت کے ساتھ اصلاح کی کوشش فرماتے تھے۔جیسا کہ امام صاحب (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) کے عمل سے ثابت ہوا۔کیونکہ اگر آپ حجاج کی آمد پر سلسلہ وعظ موقوف فرمادیتے،تو اس کے غرور وتکبر میں اضافہ ہونا یقینی تھا۔لیکن جب آپ نے اس کی جانب سے بے پرواہی اختیار کی،تو وہ اظہارِ عاجزی پر مجبور ہوگیا۔

(4) ان کے قلوب میں اللہ تعالیٰ کا خوف راسخ تھا،جس کی نورانیت نے انہیں مخلوق کے خوف سے بے نیاز کردیا تھا۔یہی وجہ تھی کہ آپ نے حجاج سے کسی قسم کا خوف محسوس نہ فرمایا۔

محاسبہ :۔

حسبِ سابق اس معاملے میں بھی آج کا مسلمان اپنے اکابرین کی سنت کا خون کرتا نظر آتا ہے۔کیونکہ

☆ اپنے قول وفعل سے امتِ سرکار (ﷺ) کے لئے درست راہ متعین کرنے کی صلاحیت رکھنے کے باوجود، ہزارہا مسلمان سستی وکاہلی کا شکار ہیں۔ان کا تعلق عوام سے ہو،خواہ خواص کہلوانے والوں سے۔بلکہ المیہ یہ ہے کہ

Marfat.com

ان نام نہاد خواص میں سے بعض، سستی وکاہلی میں مبتلاء ہونے کے ساتھ ساتھ ،آخرت سے غفلت کے باعث ،ایسا طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں کہ جس کو دلیل بنا کر عوام الناس بے عملی اور گناہوں پر مزید دلیر ہوتی چلی جارہی ہے۔ان میں احساس ذمہ داری بالکل مفقود نظر آتا ہے۔

ان کی جانب سے بیان کے موضوع کا انتخاب،عوام کی اصلاح نہیں، بلکہ وقتی مزے اور چند لمحات کے جوش وجذبے کے پیش نظر کیا جاتا ہے۔یہی وجوہات ہیں کہ اب عوام بیانات سننے اور ایسے بے عمل واعظین کی صحبت اختیار کرنے کے باعث گمراہی اور غفلت میں مبتلاء نظر آتی ہے۔بلکہ معذرت کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بسا اوقات ایک سیدھی راہ پر گامزن شخص ایسی صحبت اور ذاتی اغراض میں لپٹے ہوئے بیانات سن کر غلط راہ کی جانب بڑھ جاتا ہے۔

☆ پھر کسی کا معیارِ عزت مقرر کرنے میں بھی عموماً تقویٰ و پرہیز گاری کے بجائے ،دنیاوی منصب کو ہی فوقیت دی جاتی ہے۔بلکہ اکثر دینی لحاظ سے پہچانے جانے والے حضرات کو نگاہِ حقارت اور دنیاوی مناصب سے مالا مال حضرات کو رشک بھری نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔اگر کسی محفل میں یہ دونوں قسم کے حضرات جمع ہوجائیں،تب بھی نمایاں مقام پر جلوہ افروز کروانے میں منصب ہی بازی لے جاتا ہے۔

ہاں کبھی کبھار کوئی مشہور مذہبی شخصیت اپنی شہرت کی بناء پر ان کا ساتھ

Marfat.com

حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتی ہے۔لیکن یہ فقط ان کی شہرت کے باعث ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسی محفل میں غیر مشہور دینی شخصیات چاہے کتنی ہی صاحبِ تقوی کیوں نہ ہوں، آگے آنے میں کامیاب نہیں ہونے پاتیں۔یونہی اولاد کی شادی کے سلسلے میں نگاہِ انتخاب کا دارومدار بھی اکثر دین نہیں، بلکہ اعلیٰ عہدے اوراچھی تنخواہ پر ہی ہوتا ہے۔

☆یونہی اب اولاً تو اصلاح کرنے کا ذہن ہی تقریباً ختم ہو چکا ہے اور اگر کبھی کبھاراس کی کوشش کی بھی جاتی ہے، تو عموماً حکمت ودانائی کا دامن نہیں تھاما جاتا، جس کے باعث اکثر اوقات فائدے کے بجائے الٹا نقصان ہی نظر آتا ہے۔اس خلافِ حکمت، طرزِ تبلیغ کی بناء پر ایک گناہ گار معاذ اللہ عزوجل دینی پابندیوں سے بیزار اور نفس وشیطانؑ کا پہلے کے مقابلے میں زیادہ شکار ہوتا چلا جاتا ہے۔مثلاً اگر کسی کو گناہ سے روکنا مقصود ہو، تو چند چیزوں کا دھیان رکھنا ضروری ہے یعنی پہلے کچھ تمہید باندھنا، پھراس گناہ کے دنیاوی نقصانات سے آگاہ کرنا، اس کے بعد اخروی عذابات کی وعید سنانا، نیز تنہائی میں اور نرم لہجے میں نصیحت کرنا۔

لیکن اب اس کا عموماً دھیان نہیں رکھا جاتا، بلکہ جیسے ہی کسی کو خلافِ شرع کام میں مبتلاء دیکھا بغیر تمہید باندھے اور بلا ذھن بنائے، سخت لہجے میں اور بسا اوقات سب کے سامنے ٹوک دیا جاتا ہے۔جس کی بناء پر سامنے والا اپنی

Marfat.com

شدید ذلت محسوس کرتا ہے اور اصلاح قبول کرنا درکنار، ضد میں مبتلاء ہوکر مزید گناہوں میں مشغول ہوجاتا ہے۔ یہاں بھی قابل افسوس صورتِ حال یہ ہے کہ ایسا غلط طرزِ عمل، خواص کہلوانے والے حضرات سے، دوسروں کے مقابلے میں زیادہ ظہور پذیر ہوتا ہے۔

لیکن یہ دھیان رکھنا بے حد ضروری ہے کہ بسا اوقات اصلاح کرنے والی شخصیت، ایک مشہور و معروف شخصیت ہوتی ہے۔ اصلاح کرنے کے حوالے سے اس کی ایک خاص پہچان ہوتی ہے۔ چونکہ ان کے اکثر اوقات، لوگوں کے باطن سنوارنے میں ہی صرف ہوتے ہیں، لھذا انہیں ہر قسم کے لوگوں کی اصلاح کا زبردست تجربہ حاصل ہوجاتا ہے ۔اس تجربے کی روشنی میں انہیں بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ کس کی اصلاح تنہائی میں بہتر رہے گی اور کسے تمام لوگوں کے سامنے سمجھانا زیادہ مفید رہے گا۔ نیز ایک عام انسان کی اصلاح کا کیا طریقہ ہے اور کسی منصب پر فائز صاحبِ قوت واقتدار کو کس انداز سے دین کی جانب مائل کیا جائے۔

چنانچہ اگر اس قسم کی شخصیت کے عمل کو بلا سوچے دلیل بنالیا جائے، تب بھی نقصان کا قوی اندیشہ ہے۔ مثلاً اسی واقعے پر غور فرمائیں۔ چونکہ خواجہ حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) اصلاح کے اعتبار سے ایک مشہور و معروف شخصیت تھے، چنانچہ اگر چہ آپ نے عملی لحاظ سے، حجاج کی تمام لوگوں کے سامنے اصلاح کا

Marfat.com

ارادہ فرمایا، لیکن حجاج گمراہ و بدظن نہیں ہوا، بلکہ اس نے آپ کے لئے تعریفی کلمات ہی کہے۔ اگر آپ کی جگہ کوئی عام انسان اس انداز سے اصلاح کرتا، تو کیا حجاج کا یہی طرزِ عمل ہوتا؟.... یقیناً جواب، انکار میں ہی ہوگا۔

☆ خوفِ خدا عزوجل کے معاملے میں بھی آج کا مسلمان سخت محرومی کا شکار نظر آتا ہے۔ یہ اگر ڈرتا نظر آتا ہے، تو مخلوق خدا سے۔ مخلوق کے خالق سے ڈرنا اس نے ترک کر دیا ہے۔ جس پر دلیل، اس کا گناہوں پر جرأت منداور ان کے ارتکاب پر گرفت سے بے خوف ہونا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج مسلمان پوری دنیا میں ذلت و پستی کا شکار ہیں، جبکہ دشمنان اسلام بلاخوف وخطر جارحیت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

مقصود کلام:۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ

☆ ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتوں کو دین کی ترویج و ترقی میں بھی استعمال کرنا چاہیئے۔ نیز دین کے کام کو اپنا ذاتی کام ہی سمجھا جائے، اس کی ذمہ داری داڑھی عمامے والوں اور مسجد کے امام وخطیب کے ساتھ ہی مخصوص نہیں، بلکہ خود اپنی ذات کے ساتھ بھی خاص جانے۔ اس سلسلے میں اپنے قلب میں احساسِ ذمہ داری پیدا کرے کہ کل بارگاہِ الٰہی میں اس سلسلے میں جواب دہ ہونا پڑے گا۔ رحمتِ عالم (ﷺ) کا یہ فرمان عالیشان اپنے ہر ہر امتی کی جانب

Marfat.com

متوجہ ہے کہ ''بَلِّغُوْا عَنِّی وَلَوْ اٰیَۃ۔ اگر چہ ایک ہی آیت ہو، میری طرف سے آگے پہنچادو۔'' (بخاری۔ کتاب احادیث الانبیاء).....''

اور یہ بھی کہ ''تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے، تو اسے ہاتھ سے بدل ڈالے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو، تو زبان سے اور یہ بھی نہ کر سکے، تو دل ہی میں برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔'' (مسلم۔ کتاب الایمان)

اگر اس پاکیزہ عمل کو باقاعدگی سے اختیار کیا جائے، تو ان شاء اللہ عزوجل آہستہ آہستہ معاشرے کا ایک بہت بڑا حصہ نفس وشیطان کی قید سے آزاد ہو کر رضائے الٰہی حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ پھر اس کا فائدہ جس طرح دوسرے مسلمانوں کو پہنچے گا، خود تبلیغ کرنے والا بھی اپنی ذات اور اپنے گھر والوں کے حوالے سے اس کے کئی فوائد آپ آنکھوں سے یقیناً مشاہدہ کرے گا۔ جس میں سے ایک، دوسرے کے نیک عمل سے اپنا حصہ وصول کرنے کی شکل میں بھی ظاہر ہوگا۔ رحمتِ کونین (ﷺ) کا فرمان ہے، ''نیکی کا راستہ بتانے والے کے لئے، اس پر عمل پیرا ہونے والے کے برابر ثواب ہے۔'' (مسلم۔ کتاب الامارۃ)

☆ نیز کسی کی عزت وعظمت کا معیار اس کے دنیاوی منصب نہیں، بلکہ تقویٰ وپرہیز گاری کو قرار دینا چاہئے کہ یہی سنتِ الٰہیہ بھی ہے،

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، ''اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقَاکُمْ ۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔ (ترجمۂ کنز

Marfat.com

الایمان۔سورۃ الحجرات،۱۳۔پ ۲۶)...."

ہاں اگر کسی دنیاوی منصب کے حامل شخص کی اس اعتبار سے تعظیم کی جائے کہ وہ دینی امور میں معاون ثابت ہوسکتا ہے،تو اسے تعظیمِ منصب کا نام نہیں دیا جاسکتا، بلکہ اسے حکمت سے تعبیر کرنا ہی زیادہ مناسب ہے۔

☆اسی طرح جب بھی کسی کی اصلاح کرنا مقصود ہو اولاً غور کیا جائے کہ اسے کس طریقے سے سمجھایا جائے کہ وہ اصلاح کو خوش دلی سے قبول کرلے، اور اگر قبول نہ بھی کرے،تو کم از کم بدظن تو نہ ہو۔اس کے لئے طویل غور وتفکر اور وسیع تجربہ درکار ہے، کیونکہ اصلاح کے ضرورت مند،مختلف عمروں،مختلف حالتوں ،مختلف جنسوں،مختلف قوموں اور مختلف پیشوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ان میں سے ہرایک کی عادت ومزاج ایک دوسرے سے بہت مختلف ہوتا ہے،مثلاً بچے اور بڑے کو سمجھانے میں فرق کرنا پڑے گا،یونہی مرد وعورت ، نیک وبد،دوست ودشمن ،رشتہ دار واجنبی،نوکر وافسر،استاد وشاگرد میں۔اس تجربے کے حصول کے لئے یقیناً پہلے کچھ عرصہ کسی استاذ کی صحبت میں رہنا بہت ضروری ہے۔اوراس تجربے کے حصول کے سلسلے میں دو چیزوں کو رہنما کی حیثیت حاصل ہے۔

(۱) نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے والوں کی مستقل صحبت۔

(۲) تبلیغِ دین کے سلسلے میں اپنے اکابرین کے طریقہ کار کا دقتِ نظر سے مطالعہ۔

Marfat.com

ان میں سے دوسری چیز سے اکتساب ذرا مشکل ہے، کیونکہ حالاتِ زمانہ کے لحاظ سے لوگوں کے مزاج اور طبیعتوں میں زمین وآسمان کا سا فرق پیدا ہو چکا ہے۔ پہلے زمانے میں اطراف میں دینی ماحول زیادہ نظر آتا تھا، نیز مذہب سے الفت ولگاؤ بھی کثیر تھا، چنانچہ نصیحت جلدی اثر کرتی تھی، لیکن فی زمانہ دینی ماحول ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا اور مغربی قوتوں کی کرم نوازیوں سے دین سے بے رغبتی بھی کسی پر مخفی نہیں، لھذا اب دین کی طرف مائل کرنے کے لئے بہت زیادہ حکمت درکار ہے، جس کا مکمل طور پر حصول، سابقہ کتب کے مطالعہ سے ہر شخص کے لئے ممکن نہیں۔ چنانچہ اصلاحِ امت کے سلسلے میں اپنی ذمہ داری محسوس کرنے کے بعد ایسے حضرات کی صحبت کی تلاش لازم ہے، جو اس دور کے اعتبار سے اس عظیم کام میں معاون ثابت ہوسکیں۔[1]

☆یونہی ہر خوف سے بے نیازی حاصل کرنے کے لئے اپنے قلب میں اللہ عزوجل کا خوف پیدا کرنا بے حد ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف کا مطلب اس کی ذات سے ڈرنا نہیں، بلکہ ہمہ وقت اس کے عذابات اور سخت گرفت کو پیش نظر رکھنا ہے۔ اور یقیناً اس کے لئے اس کے عذابات پر مشتمل آیات اور احادیثِ کریمہ، نیز اپنے اسلافِ کرام کے خوف خدا (عزوجل) پر مشتمل واقعات

[1]:۔ الحمدللہ (عزوجل) فی زمانہ دعوتِ اسلامی کا ماحول اس پاکیزہ مقصد میں کامیابی دلوانے میں بے حد معاون وکامیاب ہے۔ اگر تبلیغ دین کے سلسلے میں اکابرین اسلام کے عمل کی جھلک دیکھنا مقصود ہو، تو کم از کم ایک مرتبہ دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار اجتماع میں شرکت کی سعادت ضرور حاصل کرنی چاہئے۔ (ادارہ)

Marfat.com

کا بار بار مطالعہ کرنا لازم ہے۔ جب ایک مرتبہ یہ خوف حقیقۃً حاصل ہو جائے، تو پھر پوری کائنات بھی مخالف ہو جائے، تو انسان کو خوف محسوس نہیں ہوتا۔

حبیبِ کبریا (ﷺ) کا فرمان عالیشان ہے، ''جو اللہ سے ڈرے، اس سے ہر چیز ڈرتی ہے اور جو اللہ عزوجل سے نہ ڈرے، تو اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کا خوف اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔'' (احیاء العلوم۔ کتاب الخوف والرجاء)

اللہ تعالیٰ تبلیغِ دین کے سلسلے میں اپنی ذمہ داری کا احساس کرنے، منصب پر تقویٰ و پرہیزگاری کو فوقیت دینے، اس معاملے میں حکمت اختیار کرنے اور خوفِ خدا (عزوجل) کے حصول کے لئے جدوجہد کرنے کی توفیقِ رفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

بیان نمبر[4]

مجھے وضو کا طریقہ سکھا دیں

جب حضرت علی (رضی اللہ عنہ) بصرہ تشریف لائے، تو تمام واعظین کو وعظ کرنے سے منع فرما دیا۔ جب آپ خواجہ حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی محفل میں تشریف لائے تو دریافت فرمایا، ''تم عالم یا طالبِ علم؟'' آپ نے عرض کی میں تو کچھ بھی نہیں ہوں، البتہ احادیثِ نبوی (ﷺ) سے جو کچھ حاصل کیا، اسے لوگوں تک پہنچا دیتا ہوں۔'' حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو یہ جواب پسند آیا اور انہیں وعظ گوئی کی اجازت مرحمت فرما دی۔

جب خواجہ حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو معلوم ہوا کہ آپ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) ہیں، تو خواہش کا اظہار کیا کہ مجھے وضو کا طریقہ سکھا دیں۔ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے درخواست قبول فرماتے ہوئے پانی منگوایا اور وضو کر کے دکھا دیا۔ (تذکرۃ الاولیاء۔ صفحہ ۱۶)

حاصلِ واقعہ:۔

اس ایمان افروز واقعے سے درج ذیل امور حاصل ہوئے۔

(1) ہمارے اکابرین (رضی اللہ عنہم) جب کسی منصب پر فائز ہوتے، تو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر احکامات جاری فرماتے۔ چنانچہ ان کی جانب سے مختلف کاموں کے لئے لوگوں کا انتخاب کا معیار، ذاتیات نہیں، بلکہ ان میں

Marfat.com

موجود اوصاف اور قابلیت ہوا کرتا تھا۔ جیسا کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے امیر المؤمنین بننے کے بعد بصرہ تشریف لا کر جس جس کو وعظ کرنے کا مستحق نہ پایا، اسے اس سے منع فرما دیا، جب کہ حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے مناسب ترین جواب سے ان کی قابلیت کا اندازہ فرما کر سلسلہ مذکورہ جاری رکھنے کا حکم دیا۔

(2) عاجزی اللہ عزوجل کو محبوب ہے، یہ بات ہمارے اسلاف بخوبی جانتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ بارگاہِ الٰہی میں مقبولیت کے پیش نظر، اپنے ہر ہر قول وفعل میں اس وصف کا اظہار فرماتے رہتے تھے اور اس وصفِ محبوب کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے مزید انعامات کے مستحق ٹھہرائے جاتے تھے۔ جیسا کہ حضرت حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اپنے عاجزانہ جواب کے بدلے میں اجازتِ وعظ کا انعام حاصل فرمایا۔

(3) ہمارے اسلافِ کرام (رضی اللہ عنہم) اپنے سے اعلیٰ نفوس قدسیہ سے فیوض و برکات حاصل کرنے سے بالکل غافل نہ رہتے تھے۔ جیسا کہ حضرت حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی جانب سے وضو کی درخواست سے ظاہر ہوا۔ یہاں یقیناً فقط وضو کا طریقہ سیکھنا مقصود نہ تھا، کیونکہ وہ تو آپ پہلے ہی جانتے تھے۔ بلکہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی جانب سے اس کا طریقہ بیان کرنے کے بعد جن برکات کا حصول متوقع تھا، وہ آپ کے پیش نظر تھیں۔

Marfat.com

(4) ہمارے بزرگان دین علم سکھانے میں بخل سے کام نہ لیتے تھے۔جیسا کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے خواجہ حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی درخواست قبول فرما کر ظاہر فرمایا۔

محاسبہ :۔

مذکورہ اعمال کے پیش نظر بھی موجودہ دور کے مسلمان کا محاسبہ، اسے اکابرین کی مخالفت کرنے والا ثابت کردے گا۔کیونکہ

☆اگر اسے کوئی منصب حاصل ہوجائے اور مختلف عہدوں کی تقرری کا اختیار بھی اس کے ہاتھ میں ہو،تو سب سے پہلے رشتہ داروں کو فوقیت دی جاتی ہے،اگر ان میں سے کوئی نہ ہو،تو دوستوں پر نگاہِ انتخاب پڑتی ہے،اگر مزید ضرورت پیش آئے،تو عموماً خوشامدی قسم کے لوگوں کو آگے لایا جاتا ہے،اس کے بعد یا تو ضرورت ہی باقی نہیں رہتی اور اگر رہتی بھی ہے،تو پھر عام لوگوں کو ایسے منصب پر فائز کیا جاتا ہے، جو نا قابل ذکر حیثیت رکھتا ہے۔اس ''بندر بانٹ'' کی بناء پر کام کی برکت ختم اور ترقی کے دروازے بند ہوجاتے ہیں۔اب اس کام کا تعلق چاہے دین سے ہو دنیا سے، دونوں صورت میں خسارے کا سامنا ہی کرنا پڑتا ہے۔

☆یونہی عاجزی کا مظاہرہ بھی اب صرف زبان کی نوک کی حد تک نظر آتا ہے، عملی اعتبار سے اس کا اظہار تقریباً ختم ہو چکا ہے۔انسان ہر صفت میں

Marfat.com

خودکو دوسروں سے افضل واعلیٰ تصور کرنے میں لگا ہوا ہے، نیز کسی کواپنے اوپر فوقیت دینے کے لئے تیار نہیں ،حالانکہ دیانت داری سے غور کے نتیجے میں دوسرے کئی معاملات میں اس سے آگے ہی نظر آئیں گے۔اسی حقیقی عاجزی کے فقدان کی بناء پر کئی مسلمان بھائیوں سے میل جول ترک کردیا جاتا ہے۔نیک وپرہیزگارلوگوں کوذلیل اوررشتہ داروں سے قطع تعلق کا گناہ سرپرلیا جاتا ہے۔

☆اسی طرح صاحبِ علم وعمل شخصیات سے ملاقات پر اخروی فوائد کے پیش نظر کچھ سیکھنے یا دعا کروانے کے بجائے ،فقط دنیا کی طلب ہی یادرہتی ہے۔ہرایک اپنے تمام مسائل کے حل کے لئے ان کی نظر کرم کا متمنی نظر آتا ہے۔بسااوقات اسی مقصد کی ''پرسکون تکمیل'' کے لئے اپنے گھر لے جانے کے لئے اصرار کیا جاتا ہے۔چونکہ یہ ملاقات اپنی اغراض کے حصول کے فاسد مقاصد سے بھرپور ہوتی ہے، چنانچہ اگر اس شخصیت کے دعا کرنے کے باوجود مسائل حل نہ ہوں ،تو کبھی کبھی ان سے تعلق عقیدت منقطع کرلیا جاتا ہے۔

☆اسی طرح بنی زمانہ علم سکھانے میں بھی بے حد بخل سے کام لیا جاتا ہے۔کبھی سستی آڑے آجاتی ہے،تو کبھی یہ خوف کہ سامنے والا سیکھ کر میرے برابر ..یا..مجھ سے آگے نہ نکل جائے..یا..اس علم کی روشنی میں آئیندہ میرا ہی محاسبہ شروع نہ کردے۔مساجد کے امام وخطیب حضرات عموماً اسی خوف کی بناء پر اپنے مقتدیوں کو جاہل رکھنا پسند کرتے ہیں۔اگر سکھایا بھی جاتا ہے،تو انداز ایسا ہوتا

Marfat.com

ہے کہ گویا بہت بڑا احسان کیا جارہا ہے۔ بسا اوقات لہجہ انتہائی کرخت ہوتا ہے، جس کے باعث سیکھنے والا شدید دل آزاری میں مبتلاء ہو جاتا ہے۔ اس اندازِ تعلیم کا ظہور، عموماً مفتیان کرام کی جانب سے متوقع ہوتا ہے۔

مقصود کلام :۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ

☆ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنے کرم سے منصب و وجاہت عطا فرمایا ہے، تو اسے اپنے قلب میں خوفِ خدا (عزوجل) بیدار رکھنا بے حد ضروری ہے، ورنہ ہوسکتا ہے کہ عہدہ و منصب کی تقسیم میں انصاف سے کام نہ لے سکے اور یوں امانت میں خیانت کے ارتکاب کے باعث بروزِ قیامت، ذلت و رسوائی کا شکار ہو جائے۔ کیونکہ سید الانبیاء (ﷺ) کا فرمان ہے، ''جس کو اللہ عزوجل رعیت کا حکمران بنا دیتا ہے، تو جس دن وہ مرے گا، اگر رعایا کے ساتھ دھوکہ بازی کرتے ہوا فوت ہوا، تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام فرما دے گا۔''

(بخاری۔ کتاب الاحکام)

چنانچہ اس معاملے میں عدل و انصاف سے کام لینے کے لئے دل کو سخت کرنا اور انجام سے بے پرواہ ہونا بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ اگر دل سخت نہ کیا، تو رشتہ داروں، دوستوں یا خوشامدیوں کی محبت ناانصافی کی جانب مائل کر دے گی اور اگر انجام سے بے نیازی اختیار نہ کی، تو ہوسکتا ہے کہ کسی سفارشی کو منع کرتے ہوئے، ردِ عمل کے خوف سے دل گھبرائے۔ دل مضبوط کرنے کے لئے مندرجہ

Marfat.com

بالا حدیثِ پاک، نیز یہ آیتِ پاک بھی یاد رکھے کہ ''اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔ انصاف کرو، وہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔

(ترجمۂ کنز الایمان۔ سورۃ المائدۃ ۸۔ پ۶)......''

معلوم ہوا کہ صاحبِ عدل، صاحبِ تقوی ہے۔ اور صاحبِ تقویٰ، متقی کہلاتا ہے اور متقین اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں، ارشاد ہوتا ہے، ''وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ۔ اور جان رکھو اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ (ترجمۂ کنز الایمان۔ سورۃ التوبۃ ۱۲۳۔ پ۱۱)........

اور جب کوئی اس صفتِ حسن سے متصف ہو جائے، تو اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ ارشاد ہوتا ہے، ''وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا۔ اگر تم صبر اور پرہیزگاری اختیار کیے رہو تو ان کا داؤں (داؤ) تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا۔'' (ترجمہ کنز الایمان۔ سورۃ ال عمران ۱۲۰۔ پ۴)

اس کے علاوہ بروزِ قیامت عزت و مراتبِ کثیرہ سے نوازا جائے گا۔ جیسا کہ مخبرِ اعظم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان ہے کہ ''انصاف کرنے والے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک نور کے منبر پر ہوں گے (یہ وہ لوگ ہیں کہ جو) اپنی حکومت، اہل و عیال اور زیرِ سایہ لوگوں میں انصاف کرتے ہیں۔'' (مسلم۔ کتاب الامارۃ)

پس عہدے چاہے دنیاوی نوعیت کے ہوں یا دینی لحاظ سے، انسان کو چاہیئے کہ پہلے اس کے طالبین کی فہرست سامنے رکھے، پھر غور کرے کہ ان میں

Marfat.com

سے اس عہدے کے لئے کون زیادہ موزوں ہے۔اب چاہے منتخب ہونے والا قریبی رشتہ دار ہو یا اجنبی، اسی کو فوقیت دے۔

☆یونہی اپنے ہر ہر قول و فعل میں عاجزی کو نمایاں رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ صفت اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اور جو اس صفت کو اپنا لے، اللہ عزوجل اس کے لئے بلندیوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔اس کے برعکس غرور و تکبر سے بچتے رہنے کی بھرپور کوشش کی جانی چاہیئے، کیونکہ بندوں کا اس صفت کو اختیار کرنا، اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اور اس ناپسندیدہ صفت کے حامل کے لئے دنیا و آخرت میں پستی ہی پستی ہے۔حدیثِ پاک میں ہے کہ، ''جب کوئی بندہ عاجزی کرتا ہے، تو اس کے ساتھ موجود دونوں فرشتے دعا کرتے ہیں، ''اللھم ارفعہ۔یعنی اے اللہ! اسے بلندی عطا فرما۔'' (مکاشفۃ القلوب۔تواضع اور قناعت کا بیان)

اس صفتِ پاکیزہ کے نہ ہونے کا ایک نقصان یہ بھی ظاہر ہوگا کہ غرور و تکبر میں مبتلاء شخص ہر معاملے میں اپنی برتری کا پہلو ہی ڈھونڈتا رہتا ہے اور یہ عادتِ قبیحہ اس کے لئے ترقی کے دروازے بند کروا دیتی ہے۔ کیونکہ جب انسان خود کو دوسروں سے ہر لحاظ سے اعلیٰ ہی تصور کرے گا، تو یقیناً اپنی ذات میں موجود نقائص نظر آنا بھی بند ہو جائیں گے، نیز مزید آگے بڑھنے کا جذبہ سرد پڑ جائے گا اور یوں اس کی باطنی و ظاہری ترقی، رکاوٹ کا شکار ہو جائے گی۔

اسی طرح اگر اللہ عزوجل کی کرم نوازی سے کسی بزرگ سے ملاقات کا

Marfat.com

شرف حاصل ہو،تو حتی الامکان آخرت کی بہتری کا سوال ہی کرنا چاہیئے۔نیز اگر وہ صاحبِ علم بھی ہوں،تو ''اگر ان کی طبیعت اور ماحول اجازت دے رہا ہو''توزیادہ سے زیادہ دینی مسائل کا حل معلوم کرنا باعثِ حصول سعادت ہوگا۔رہا دنیوی منافع کے لئے دعا،تو ان شاء اللہ عزوجل اس ادب کی رعایت کی برکت سے وہ بھی حاصل ہو جائے گی۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مقربین دنیا کے سوال کو ناپسند فرماتے ہیں،جبکہ اخروی ترقی کی تمنا انہیں محبوب رہتی ہے۔جب سامنے والا ان کی مرضی کے مطابق طرزِعمل اختیار کرتا ہے،تو پھر اس کے لئے ان کی زبان نہیں، بلکہ دل بارگاہِ الٰہی میں دعا گو ہوتا ہے اور یہ کسی پر مخفی نہیں کہ جو دعا دل سے نکلے درجہ قبولیت کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔

علم سکھانے میں بھی اپنے بزرگان دین کی پیروی کرتے ہوئے ہرگز ہرگز سستی نہیں کرنی چاہیئے۔خاص طور پر ان حضرات کو جنہیں اللہ عزوجل نے اسی کام کیلئے منتخب فرمالیا ہے۔اگر بالفرض اس وقت طبعی تقاضا جواب دینے کی اجازت نہ دے رہا ہو،تو نرمی وشفقت سے کسی اور وقت آنے کا کہہ دینا چاہیئے،لیکن اس کے برعکس علم دینے میں سستی کا مظاہرہ کرنا..یا..سامنے والے کو سختی سے ڈانٹ دینا،بسا اوقات اسے علم وعلماء دونوں سے ہمیشہ کے لئے بدظن کر دیتا ہے۔

بلکہ بعض دفعہ تو یہ بھی سننے میں آیا کہ جب سائل کو مایوس کیا گیا،تو وہ

Marfat.com

مسئلے کے حل کے لئے بدمذہبوں کے پاس چلا گیا۔مساجد کے ائمہ حضرات ،اگر صاحبِ علم بھی ہوں ،تو ان پر قوم کو مسائل سکھانے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔اگر اس میں کوتاہی کی ،تو بروزِ قیامت قابل گرفت ہوں گے۔ بسا اوقات کہہ دیا جاتا ہے کہ ''جی ،اب اس قسم کے بیانات عوام پسند نہیں کرتی ،انہیں چٹپٹے بیانات سننے کو چاہئیں۔'' یہ قول کسی حد تک درست بھی ہے،لیکن یہ بات بھی ضرور تسلیم کی جائے گی ،کہ سننے والوں میں بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں، جو مسائل سننے کا زیادہ ذہن رکھتے ہیں،انہیں جوشیلے بیانات سے اتنی دلچسپی نہیں ہوتی ،ان کے جذبات کی تسکین کس طرح ہوگی؟...بلکہ جوشیلے بیان سننے والی عوام کا ذہن بھی بنایا جائے ،تو آہستہ آہستہ اس جانب مائل ہو جاتی ہے۔راقم نے اس سلسلے میں کئی مرتبہ تجربہ کیا، بہت حد تک کامیاب رہا۔

اور اگر دونوں قسم کے حضرات کا دھیان رکھ لیا جائے ،تو بھی قباحت نہیں ،کہ اولاً عوام کی اکثریت کا لحاظ کرتے ہوئے مسائل سے ہٹ کر بیان کر لیا جائے ،لیکن اس میں اصلاحی پہلو ضرور پیش نظر رہے،اور آخر میں کم از کم دو یا تین مسائل نماز، وضو، آدابِ مسجد اور غسل وغیرہ سے متعلق عرض کر دئے جائیں۔ان شاء اللہ (عزوجل) عوام کی دلچسپی کو بہت زیادہ بڑھتا ہوا محسوس کیا جائے گا۔

اور جیسا کہ ماقبل میں عرض کیا کہ بعض اوقات اس خوف کے باعث علم

Marfat.com

چھپالیا جاتا ہے کہ سامنے والے کے آگے بڑھ جانے .. یا..اس کی جانب سے گرفت کئے جانے کا خوف ہوتا ہے۔اس سلسلے میں اس بات پر توجہ بہت مفید رہے گی کہ جسے اللہ تعالیٰ نے آگے بڑھانے کا فیصلہ فرمالیا ہو، وہ ضرور آگے بڑھے گا، چاہے ہمارے علم کے ذریعے، چاہے کسی اور ذریعے سے۔اس مشیتِ الٰہی میں اپنی جانب سے کسی قسم کی ترمیم ممکن نہیں۔جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ سامنے والے کی ترقی ضرور ہوگی، تو پھر خود کو قابل گرفت ٹھہرانے میں کوئی حکمت نظر نہیں آتی، کیونکہ سرکارِ مدینہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا ''جس سے علم کی کوئی بات پوچھی گئی اور اس نے نہ بتائی تو بروزِ قیامت اس کے منہ میں آگ کی لگام چڑھادی جائے گی۔'' (مشکوۃ بحوالہ ابوداؤد)

نیز خود کو گرفت سے محفوظ رکھنے کی ضرورت اسی وقت پڑے گی کہ جب اپنی ذات میں عیوب ونقائص موجود ہوں گے۔تو ہونا تو یہ چاہیئے کہ ان نقائص کو دور کیا جائے، نہ یہ کہ علم چھپانے کے وبال کے ساتھ ساتھ ان عیوب کو اپنی ذات میں باقی رکھنے کا سامان کرکے اپنی کم عقلی کا ثبوت فراہم کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو موقع ملنے پر مناصب کی تقسیم میں عدل وانصاف سے کام لینے، عاجزی اختیار کرنے، بزرگوں سے اخروی لحاظ سے اکتساب فیض کرنے اور علم دین سکھانے میں بخل سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

امین بجاہ النبی الامین (ﷺ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

بیان نمبر[5]

زندگی اللہ (عزوجل) کی پردہ پوشی میں گزار دوں

ایک مرتبہ خواجہ حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے حج کا ارادہ فرمایا۔ حضرت بشر حافی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) آپ کے اس ارادے پر مطلع ہوئے، تو ساتھ جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ آپ نے معذرت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، ''میں چاہتا ہوں کہ تمام زندگی اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی میں گزار دوں، اگر ہم ساتھ سفر کریں گے، تو یقیناً ایک دوسرے کے عیوب ونقائص پر مطلع ہوں گے اور یوں ہم میں سے ہر ایک، دوسرے کی نگاہ میں معیوب ہو جائے گا۔'' (تذکرۃ الاولیاء۔صفحہ ۱۸)

حاصلِ واقعہ:۔

اس ایمان افروز واقعے سے درج ذیل امور حاصل ہوئے۔

(1) ہمارے اکابرین ہمہ وقت عاجزی کا پیکر بن کر رہا کرتے تھے۔ کثرتِ عبادت اور مخلوق کی عقیدت وتوجہ کا مرکز بننے کے باوجود ان میں بڑے پن کی بو بھی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ جیسا کہ حضرت حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے جوابِ لاجواب اور بیان کردہ خدشے سے ظاہر ہوا۔

(2) وہ نفوس قدسیہ، مخلوق سے ضرورت سے زائد اختلاط کو ناپسند رکھا کرتے تھے۔

Marfat.com

(3) اسلافِ کرام باوجود یہ کہ بارگاہ الٰہی سے انعاماتِ کثیرہ کے حامل ہوا کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود اپنے سے زائد مراتب رکھنے والے بزرگوں کی صحبت کے متمنی رہتے تھے۔ جیسا کہ حضرت بشر حافی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی درخواست سے معلوم ہوا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حضرات کسی لمحہ بھی اپنی موجودہ حالت سے مطمئن نہیں ہوا کرتے تھے، بلکہ اس میں مزید ترقی ان کو مطلوب ہوتی تھی۔

محاسبہ :۔

مذکورہ امور پر توجہ کی جائے، تو ظاہر ہوگا کہ اس معاملے میں بھی آج کا مسلمان بے حد کمی کا شکار ہے۔ کیونکہ عبادت وریاضت تو دور کی بات کثرتِ گناہ، بلکہ اعلانیہ گناہوں کے باوجود، خود کو کمتر وحقیر گمان کرنا ناپید نظر آتا ہے۔ یہ جانتے ہوئے کہ ہم رات دن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی میں مشغول ہیں، خود کو عیوب ونقائص کا مجموعہ قرار دینے کے لئے کوئی تیار نہیں۔ بلکہ اگر کوئی انہیں گناہگار کے نام سے ذکر کرے، تو برا محسوس ہوتا ہے۔ ہر طرح کے گناہ میں مصروف ہونے کے باوجود خواہش ہوتی ہے کہ لوگ ہماری تعظیم کریں، ہمیں نمایاں مقام پر بٹھایا جائے، حالانکہ فاسق ہرگز لائق تعظیم نہیں۔

اس مرض کا شکار اکثر وہ حضرات زیادہ نظر آتے ہیں کہ جنہیں وراثت

Marfat.com

میں پیری مریدی حاصل ہوگئی۔ان کے اکابر نے جن اعمال کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مراتب حاصل کئے،ان کو یکسر فراموش کر کے، بے عملی کی چلتی پھرتی تصویر بن کر قوم کا بیڑا غرق میں ان کا بہت بڑا کردار ہے۔ایسے حضرات کو اکابرین اسلام کے واقعات کا مطالعہ کر کے اپنی اوقات وحیثیت متعین کرنے کی اشد ضرورت ہے۔مسجد کی کمیٹیوں میں شامل بے عمل حضرات بھی اس مرض میں عام مبتلاء نظر آتے ہیں۔مساجد میں ہونے والے جلسوں میں ان کو نمایاں مقام پر نہ بٹھایا جائے،تو ان کی جانب سے کس قسم کی ہنگامہ آرائی متوقع ہے، ہر شخص اس کا بخوبی اندازہ کرسکتا ہے۔

یونہی حج کر کے آنے والے حضرات بھی عاجزی سے بے حد دور دکھائی دیتے ہیں۔ابھی تک حج کی سعادت حاصل نہ کر سکنے والوں کو نگاہِ حقارت سے دیکھنا اور ان کے مقابلے میں خود کو لائق تعظیم سمجھنا عام ہے۔حاجی صاحب مسجد میں داخلے کے بعد پچھلی صفوں میں نماز کی ادائیگی کو اپنے لئے باعثِ عار محسوس کرتے ہیں،اگر اگلی صف مکمل ہو چکی ہو،تو خواہش ہوتی ہے کہ کوئی ان کے لئے جلدی سے جگہ چھوڑ دے اور اگر کوئی اس سعادت مندی کا مظاہرہ نہ کرے ،تو انہیں بے ادب وگستاخ قرار دینے میں بھی دیر نہیں کی جاتی۔

یونہی اب مخلوق سے بے جا میل جول بھی حد سے زیادہ بڑھ چکا ہے۔خالق کی جانب مائل ہونا تقریباً ختم اور مخلوق کی جانب مائل ہونا یا اسے اپنی

Marfat.com

جانب مائل کرنا، عروج پر پہنچا ہوا ہے۔ جس کے بے شمار نقصانات بآسانی محسوس کئے جاسکتے ہیں۔ پھر یہ بات قابل توجہ ہے کہ مخلوق کی صحبت وہی باعثِ نقصان ہے کہ جو امورِ آخرت میں معاون ثابت نہ ہو، کیونکہ یہی صحبت قلبِ مؤمن کو غفلت میں مبتلاء اور گندگیوں سے آلودہ کروا دیتی ہے۔ اس کے برعکس نیکوں کی صحبت ان کے لئے اکسیر کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس صحبت کی برکت سے دل پاکیزہ اور اعمال ستھرے ہو جاتے ہیں۔

خواجہ حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا حضرت بشر حافی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) جیسے ولی اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی صحبت سے انکار اس وجہ سے تھا کہ اکابرین، بارگاہِ الٰہی میں مقامِ مخصوص حاصل کرنے کے بعد نیک و پرہیزگار کی غیر ضروری صحبت کو بھی اپنی باطنی ترقی کی راہ میں رکاوٹ تصور فرماتے تھے۔ چونکہ فی زمانہ مقامِ مخصوص تو دور کی بات نیکی کا ''نون'' اور تقویٰ کی ''ت'' بھی حاصل نہیں، تو ہونا یہ چاہیئے تھا کہ نیک صحبت کی تلاش اور بری سے راہِ فرار اختیار کیا جاتا، لیکن موجودہ صورتِ حال سب کے سامنے ہے کہ اب نیک کو تو اپنے قریب بیٹھنے کے قابل بھی نہیں سمجھا جاتا، جب کہ بروں کی برائی کو نظر انداز کر کے فقط دنیاوی فائدوں یا نفسانی خواہشات کی تکمیل کی غرض سے ان پر فوقیت دی جاتی ہے۔

نیز کثیر مسلمان ایسے بھی ملیں گے کہ جو معاشرے میں نیک سمجھے جاتے ہیں، بظاہر ان کا ہر ہر عمل شریعت کے مطابق نظر آتا ہے، لیکن صحبت کے معاملے

Marfat.com

میں ان کا حال بھی اکابرین کی مخالفت کرتا ہوانظر آتا ہے، کیونکہ یا تو وہ بھی وقتاً فوقتاً، بغیر کسی صحیح ضرورت کے بروں کی صحبت اختیار کرتے رہتے ہیں اور یا پھر اگر کسی نیک دوست کے قریب رہتے ہیں، تو کبھی خواہشات نفسانی اور کبھی یونہی وقت گزاری مقصود نظر آتی ہے۔

اخروی و باطنی ترقی کے معاملے میں بھی مسلمان زبردست کوتاہی کا شکار دیکھا جاسکتا ہے۔ کیونکہ فی زمانہ اس سلسلے میں بظاہر ہر شخص مطمئن نظر آتا ہے، اگر گناہ گار ہے، تو وہ گناہوں بھری زندگی پر ہی مطمئن ہے، اس میں کسی قسم کی تبدیلی کا متمنی نہیں اور اگر نیک ہے، تو اسے آگے بڑھنے کی جستجو نہیں، وہ اپنے سے نیچے والوں کو دیکھ کر موجودہ حالت پر دل ہی دل میں خوش نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی دوسرے نیک کی صحبت میں اس نیت سے جانا کہ مجھے مزید مراتب حاصل ہوجائیں، فی زمانہ تقریباً مفقود ہے۔

مقصود کلام:۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ

انسان کو کسی بھی لمحہ عاجزی کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ چاہے اس کے گرد عقیدت مندوں کا کتنا ہی ہجوم کیوں نہ ہو جائے، چاہے لوگوں کی زبان پر اس کے زہد و تقویٰ کے کتنے ہی چرچے کیوں نہ سنائی دیں اور چاہے اس سے کرامات کا ظہور ہی کیوں نہ ہونے لگے، کیونکہ یہ ہی ہمارے اکابرین اسلام کا

Marfat.com

طریقہ ہے اور جو ان کے طریقے کو اپنائے گا، ان شاء اللہ (عزوجل) بارگاہِ الٰہی میں ضرور سرخرو ہوگا۔

نیز اگر خود کو نیکیوں سے دور محسوس کرے، تو صحبتِ نیک کو اپنے لئے لازم جانے کہ نیک کو دیکھنے سے دل میں نور اور اس کی صحبتِ مسلسل سے اعمال کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ اور اگر نیکیوں پر پہلے ہی استقامت حاصل ہو، تو اب غور کرے کہ کس کی صحبت میرے لئے مزید ترقی کا باعث بنے گی.. یا.. کم از کم موجودہ حالت پر مزید استقامت کا سبب بن سکتی ہے، تو اس کی صحبت ضرور اختیار کرے۔ اور اگر کوئی شخص بظاہر نیک ہے، لیکن اس کی صحبت کی وجہ سے غفلت بڑھے گی، فضول باتوں میں وقت ضائع ہوگا یا خدانخواستہ کسی گناہ میں مبتلاء ہونے کا اندیشہ ہے، تو اس دور رہنے میں ہی عافیت جانے۔ نیز اگر قوم کی توجہ کے مرکز ہونے کی حیثیت حاصل ہو، تو اب خواجہ حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے کلام مبارک سے درس حاصل کرتے ہوئے حتی الامکان اپنے میل جول کو محدود یا ''ضرورت ومحاسبے'' کے ساتھ مقید کرے، یعنی یا تو بہت کم میل جول رکھے اور اگر ایسا ممکن نہ ہو بلکہ کسی سبب سے میل جول رکھنا ہی ضروری ہو، تو دو باتوں کا دھیان رکھے۔

(۱) فقط ضرورتاً ملے یعنی جب سخت ضرورت پیش آئے، اسی وقت ملاقات کرے اور جب ضرورت پوری ہو جائے، تو فوراً جدا ہو جائے، وقت

Marfat.com

بالکل ضائع نہ کرے۔

(۲) دوران ملاقات سختی سے اپنا محاسبہ جاری رکھے کہ کوئی خلافِ سنت یا شرعی لحاظ سے قابلِ گرفت فعل مثلاً غیبت یا چغلی وغیرہ سرزد نہ ہو۔''....

اور اس کا سبب خود حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے بیان فرمادیا کہ بے جا میل جول سے تکلفات ختم ہو جاتے ہیں اور بے تکلفی میں بسا اوقات انسان سے ایسے اعمال سرزد ہو جاتے ہیں کہ جن کے باعث دلوں میں ایک دوسرے کا وہ احترام باقی نہیں رہتا، جو پہلے دور رہنے کی صورت میں نظر آتا تھا۔ پھر بعض اوقات ان اعمال کا ذکر عوام الناس میں بھی کر دیا جاتا ہے، جس کے باعث ان کی عقیدت اور حصول فیض میں کمی آجاتی ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بڑا انعام حاصل کرنے والے کے لئے اپنی موجودہ حالت پر اطمینان زہر قاتل ہے۔ اگر کوئی واقعی آخرت میں کسی بڑے منصب کے حصول کا متمنی ہے، تو اسے ہمہ وقت اپنے درجات کی بلندی کا سبب بننے والے اعمال وافعال کو اختیار کرنا اور اس سلسلے میں معاون بننے والی صفات کو اپنی ذات میں پیدا کرنا بے حد ضروری ہے۔ اس کے لئے تین عمل بہترین ہیں۔

﴿1﴾ کثرت سے سیرتِ سرکار (ﷺ) وصحابہ کرام واولیاء عظام (رضی اللہ عنھم) کا مطالعہ کرے اور ان کی وہ عادات واطوار جنہیں ابھی تک اپنانے کی سعادت حاصل نہیں کر سکا تھا، اپنانے کی کوشش کرے۔

Marfat.com

﴿2﴾ تصوف پر لکھی گئی کتب کا کثرت سے مطالعہ کرے، تاکہ باطنی امراض کی مکمل معرفت اور اپنے اصلاح کے طریقے سیکھنے کا موقع ملے۔ دوران مطالعہ جن جن امراض میں خود کو مبتلاء محسوس کرے، ان کے علاج کے لئے فوری طور پر عملی اقدامات اٹھائے۔

﴿3﴾ فقط اچھی و نیک صحبت اختیار کرے، اس طرح جو کچھ پڑھا، نیک شخص کی طرف سے اس کا عملی مظاہرہ، خود اس کی ذات میں بھی عمل کی قوت و ہمت پیدا فرما دے گا۔ اکابرین اسلام کا ایک دوسرے کی زیارت کا قصد اس وجہ سے بھی ہوا کرتا تھا۔

نیز خوشامدیوں کی صحبت سے بچے، کہ ان کی جھوٹی اور اپنی اغراض سے بھرپور تعریفیں، قلب کو غفلت کے گہرے دریا میں غرق کروا دیتی ہیں۔ انسان خود کو کامل و اکمل تصور کرنے لگتا ہے، چنانچہ اپنا محاسبہ ترک کر دیتا ہے اور پھر کسی کی جانب سے اصلاحی بات بہت بری لگنے لگتی ہے، نفس اسے دوست نہیں، بلکہ حاسد و دشمن کے روپ میں پیش کرتا ہے۔ اور یوں انسان ترقی تو خاک، پہلے والے درجات سے بھی بہت زیادہ نیچے چلا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی عاجزی اختیار کرنے، بے جا اختلاط سے بچنے اور اپنی موجودہ حالت سے ہمیشہ غیر مطمئن رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ امین بجاہ النبی الامین (ﷺ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

بیان نمبر [6]

میرا راز فاش کیا

مروی ہے کہ ابوعمرو نامی ایک شخص قرآن کی تعلیم دیا کرتا تھا۔ایک مرتبہ ایک خوبصورت لڑکا تعلیم کی غرض سے اس کے پاس آیا۔اس نے غلبہ نفس کے تحت اسے بری نگاہ سے دیکھا، جس کی نحوست کی بناء پر اسی وقت پورا قرآن بھول گیا۔گھبرایا ہوا حضرت خواجہ حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام ماجرا بیان کر دیا۔آپ نے فرمایا، ''ایامِ حج قریب ہیں، اولاً تو تم حج کرو، پھر مسجد حنیف چلے جانا، وہاں محرابِ مسجد میں ایک بزرگ مصروفِ عبادت نظر آئیں گے، جب عبادت سے فارغ ہو جائیں، تو ان سے دعا کی درخواست کرنا''... حسبِ وصیت وہ شخص بعدِ حج، مسجدِ خیف پہنچا۔وہاں بہت کثیر مجمع تھا۔اچانک ایک بزرگ تشریف لائے، جن کا چہرہ پورے طور پر دکھائی نہ دے رہا تھا۔سب لوگ ان کی تعظیم کی خاطر کھڑے ہو گئے۔انہوں نے نمازِ ظہر پڑھائی اور چلے گئے۔

جب مسجد میں رش کم ہو گیا، تو اس نے محراب میں ایک بزرگ کو بیٹھا پایا۔ان کی خدمت میں تمام معاملہ عرض کر کے دعاء کی درخواست کی۔بزرگ کی دعاء وتصرف سے بھولا ہوا قرآن دوبارہ یاد ہو گیا۔اس نے فرطِ عقیدت سے قدم بوسی کی سعادت حاصل کی۔بزرگ نے دریافت فرمایا کہ تمہیں میرا پتہ کس نے

Marfat.com

بتایا؟'' اس نے حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا نام لے دیا۔ انہوں نے ارشاد فرمایا، ''حسن بصری نے میرا راز فاش کیا، میں بھی ان کا راز فاش کر کے رہوں گا، سنو، جو بزرگ ظہر کی نماز پڑھا کر گئے ہیں وہ حسن بصری ہی ہیں۔ یہ اسی طرح روزانہ یہاں آتے ہیں اور ہم سے باتیں کر کے عصر تک بصرہ پہنچ جاتے ہیں۔ یاد رکھو حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) جس کے رہنما ہوں، اسے کسی غیر کی حاجت نہیں۔ (تذکرۃ الاولیاء۔ صفحہ ۱۸)

حاصلِ واقعہ:۔

اس ایمان افروز واقعے سے درج ذیل امور حاصل ہوئے۔

(1) ہمارے اکابرین گناہ گار سے نہیں، بلکہ اس کے گناہ سے نفرت رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اس شخص سے اظہارِ نفرت نہ فرمایا۔

(2) اگر کوئی گناہگار اپنے گناہ پر نادم ہوتا، تو وہ اسے ذلیل کر کے دل آزاری کا ارتکاب نہیں فرماتے تھے۔ جیسا کہ واقعہ شاہد ہے۔

(3) اسلافِ کرام (رضی اللہ عنہم) نفس و شیطان کے چنگل سے چھڑانے کے لئے فوری تعاون فرماتے تھے، کسی کو مایوسی میں مبتلا نہیں کرتے تھے۔

(4) بزرگانِ دین اپنے آپ کو نگاہِ مخلوق سے چھپانا محبوب رکھتے تھے جیسا کہ حضرت حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے عمل مبارک سے واضح ہوا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا عمل فقط رضائے الٰہی کے لئے تھا، عزت و شہرت کے

Marfat.com

حصول کی نیت سے نہیں اور نہ ہی وہ مخلوق میں مشہور ہونا، پسند کرتے تھے۔

(5) ہمارے اکابرین کے قلوب آپس میں کینہ وبغض وحسد سے بالکل پاک وصاف تھے۔جیسا کہ حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے اس شخص کو مسجدِ حنیف بھیجنے اور وہاں موجود بزرگ کے قول ''یادرکھو حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) جس کے رہنما ہوں، اسے کسی غیر کی حاجت نہیں'' سے ظاہر ہوتا ہے۔

محاسبہ:۔

حسبِ سابق مذکورہ امور میں بھی اس دور کے مسلمانوں کا عمل، اکابرین اسلام (رضی اللہ عنھم) کے عمل کے بالکل مخالف نظر آتا ہے۔اب گناہ سے کم، گناہ گار سے زیادہ نفرت کی جاتی ہے۔اگر کسی کا گناہ مشہور ہو جائے، تو عموماً اس سے کلام ختم کر دیا جاتا ہے، اسے دیکھتے ہی چہرے پر نفرت وکراہیت کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں، وہ جس مقام پر بیٹھا نظر آئے، وہاں جانے سے گریز کیا جاتا ہے، اگر قریب آکر بیٹھ جائے تو اٹھ جایا جاتا ہے، اب چاہے اس نے توبہ ہی کیوں نہ کر لی ہو، اس کے ساتھ یہی ناروا سلوک جاری رکھا جاتا ہے۔

یونہی چاہے کوئی اپنی خطاء پر ندامت کا اظہار ہی کیوں نہ کر لے، جب تک طعنے بازی کے ذریعے اس کی دل آزاری اور چند لوگوں کے درمیان ذلیل نہ کر لیا جائے، قلب وذہن سکون ہی نہیں پاتا۔ بلکہ جن لوگوں کو اس کی غلطی معلوم نہیں ہوتی، انہیں بھی خبردار کر کے اس کے خلاف ابھارا جاتا ہے۔

Marfat.com

اسی طرح اب مسلسل اظہارِ نفرت کے ذریعے گناہ گار کو دوبارہ معاشرے میں درست مقام حاصل کرنے کے بارے میں بالکل مایوس کر دینا بھی عام دیکھا جا سکتا ہے۔ کبھی کبھی اس کا بھیانک نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ وہ شخص پہلے سے زیادہ شیطان کی اطاعت کی جانب مائل ہو جاتا ہے۔ یہ سوچ تقریباً ختم ہو چکی ہے کہ اسے شیطان کی قید سے چھڑانے کی عملی کوشش ہمارے لئے باعث سعادت ہے، اس کے برعکس اسے مکمل گرفتِ نفس و شیطان میں پھنسانے کے لئے ہر ایک، دوسرے سے آگے بڑھ جانے میں مصروفِ عمل ہے۔ گویا کہ اب دھکا دینے کے لئے سب تیار ہیں، سہارا دینے والا کوئی نظر نہیں آتا۔

یونہی اب خود کو نمایاں کرنے کی لعنت بھی معاشرے میں عام ہے۔ کوئی ایسا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا جاتا کہ جس میں اپنا نام روشن ہونے کا خفیف سا بھی امکان ہو۔ چاہے یہ شہرت کثیر مخلوق میں متوقع ہو.. یا.. چند قریب رہنے والے احباب میں، بہر حال سامانِ تسکینِ نفس حاصل کرنے میں بالکل کوتاہی نظر نہیں آتی۔ کسی بھی ایسے عمل کو کہ جس کے ذریعے تھوڑی بہت عزت کا حصول متوقع ہو، پوشیدہ رکھنا پہاڑ کے برابر محسوس ہوتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات تو یہ صورت حال بھی مشاہدہ میں آئی ہے کہ یہ جاننے کے باوجود کہ محنت و کمال کسی اور کا ہے، اسے بھی اپنا کمال ظاہر کر کے عزت بڑھانے کی مذموم کوشش کی جاتی ہے۔

اسی طرح اب باہم حسد و رقابت بھی عام مشاہدہ کی جا سکتی ہے۔ کوئی

Marfat.com

کسی بھی معاملے میں دوسرے کا کمال تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ بلکہ دوسرے کو نگاہوں سے گرانے کے لئے عیوب ونقائص کی جستجو کا سلسلہ لگا تار، جدو جہد اور لگن مسلسل کے ساتھ جاری وساری رہتا ہے۔ اگر کوئی کسی ایسے معاملے میں امداد کا طالب ہو کہ جس میں ایک مدد پر قادر نہیں، تو عموماً سائل کو مایوس کرنا بہتر، لیکن دوسرے صاحبِ کمال اور مدد پر قادر ہم عصر کے پاس بھیجنا ہرگز ہرگز گوارا نہیں کیا جاتا۔ یونہی اگر کبھی موقع محل کے اعتبار سے دوسرے کے کمال کا اعتراف کرنا بھی پڑ جائے، تو عموماً یہ تعریفی معاملہ فقط نوکِ زبان تک محدود نظر آتا ہے، کیونکہ قلب وذہن اس بارے میں ساتھ دینے کے لئے بالکل تیار نہیں ہوتے، یہی وجہ ہے کہ اس خاص موقع کے علاوہ اسی کمال کا اعتراف کرنا بھی بہت مشکل محسوس ہوتا ہے۔

مقصود کلام:۔

مذکورہ تفصیل کا حاصل یہ ہوا کہ انسان کو گناہ گار سے نہیں، بلکہ اس کے گناہ سے نفرت رکھنی چاہیئے۔ کیونکہ گناہ گار سے نفرت کی صورت میں بسا اوقات اسے گناہوں سے بچانا، اس کی اصلاح کرنا اور اسے توبہ کی جانب مائل کرنا ممکن نہیں رہتا۔ یقیناً اگر اللہ تعالیٰ اس خلافِ حکمت فعل پر ناراض ہو گیا، تو بروزِ قیامت جواب دینا مشکل ہو جائے گا۔

اس عادت میں گرفتار حضرات کو چاہیئے کہ ایک لمحہ کے لئے یوں غور

Marfat.com

کریں کہ اگر یہی فعل ان سے سرزد ہوتا، تو وہ اپنے لئے، دوسروں سے، کس قسم کے رویئے کے متمنی ہوتے، پس اپنے قلب میں جس رویئے کی تمنا موجود پائیں، اس گناہگار سے بھی اسی طرح کا رویہ اختیار کرنے کی کوشش کریں۔ پھر بسا اوقات یہ نفرت اپنے لئے بھی شدید نقصان کا باعث بن سکتی ہے۔ جیسا کہ کیمیائے سعادت میں ہے کہ ''بنی اسرائیل میں ایک شخص اپنے زمانے کا بہت ہی عبادت گزار شخص تھا اور ایک دوسرا شخص اپنے وقت کا بدترین فاسق تھا۔ ایک دن اس فاسق نے دیکھا کہ وہ نیک شخص دھوپ میں بیٹھا ہوا ہے اور بادل کے ایک ٹکڑے نے اس پر سایہ کر رکھا ہے۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ میں بھی اس نیک شخص کے ساتھ بادل کے سائے میں بیٹھ جاؤں، کیا عجب، اسی نیک بندے کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ مجھ گناہ گار کی بخشش فرما دے۔

چنانچہ وہ اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ عابد کو اس شخص کا اپنے پاس بیٹھنا ناگوار گزرا اور اس کی زبان سے یہ متکبرانہ جملہ نکلا ''یہ رسوائے زمانہ اور بدکار شخص میرے ساتھ کہاں آ بیٹھا؟'' یہ کہہ کر اسے اپنے پاس سے اٹھا دیا۔ وہ بدکار شخص وہاں سے چل دیا لیکن بادل کا ٹکڑا بھی اس کے ساتھ ہی رخصت ہو گیا اور اسی کے سر پر سایہ فگن رہا۔ اس وقت کے نبی علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ ''ان دونوں سے فرما دو کہ اپنے اپنے اعمال کا از سر نو آغاز کریں۔ کیونکہ فاسق نے جو کچھ کیا ہم نے اسے اس کے ایمان کی نیکی قرار دیتے ہوئے، اسے بخش دیا

Marfat.com

اوراس عبادت گزار کی عبادت اس کے تکبر کی وجہ سے چھین لی گئیں ہیں۔''

اوراس پہلو پر غور کرنا بھی بیحد ضروری ہے کہ بعض اوقات یہ اظہارِ نفرت گناہ کی وجہ سے نہیں، بلکہ سامنے والے سے بغض وحسد کی بناء پر ہوتا ہے۔یعنی حسد میں مبتلاء شخص، موقع کی تلاش میں رہتا ہے کہ کسی طرح سامنے والے سے کوئی قابل گرفت فعل سرزد ہواور میں اس کی تشہیر کر کے اس کی عزت خاک میں ملاؤں، چنانچہ جیسے ہی اس قسم کا موقع ہاتھ آتا ہے، گناہ سے نفرت کی آڑ میں قلبی انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرنا شروع کر دیتا ہے، اس طرح نفس بھی سکون پالیتا ہے اور کسی کی جانب سے گرفت کا اندیشہ بھی نہیں رہتا۔

اس فسادِ نیت کی پہچان بہت آسان ہے۔کیونکہ اگر اس قسم کے حضرات اپنا محاسبہ فرمائیں، تو بخوبی جان سکتے ہیں کہ جس طرح کا گناہ سامنے والے سے ظہور پذیر ہوا، اس درجے کے کئی گناہ خود ان سے دن میں کئی مرتبہ سرزد ہوتے ہیں، یونہی ان کے گھر میں موجود افراد بھی شرعی طور پر کبیرہ کہلائے جانے والے بے شمار گناہوں میں مبتلاء نظر آئیں گے، لیکن انہیں نہ تو اپنی ذات سے نفرت محسوس ہوتی ہے اور نہ ہی کبھی گھر والوں کو ایسے افعال میں مبتلاء دیکھ کر رویہ تبدیل ہوتا ہے۔لھذا ثابت ہوا کہ مذکورہ گناہ گار سے نفرت کسی اور ہی سبب سے تھی۔ایسے حضرات کو اپنی باطنی خباثت کو خود سے دور کرنے پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے، کیونکہ اس خباثت سے شدید نفرت رکھنا بے حد ضروری ہے۔

Marfat.com

ہاں اگر یہ فعل ناراضگی، کسی مذہبی ورہنما شخصیت سے ظہور پذیر ہو، تو اسے حکمت پر محمول کرنا چاہیئے، کیونکہ ایسی شخصیات بخوبی جانتی ہیں کہ بعض اوقات گناہ گار کے حق میں اظہارِ بیزاریت ہی زیادہ مفید رہتا ہے کہ اس طرح اس کے توبہ کی جانب مائل ہونے کے امکانات زیادہ روشن ہوتے ہیں، جبکہ نرم رویہ حوصلہ افزائی کا سبب بن رہا ہوتا ہے۔ بلکہ اگر دقتِ نظر سے دیکھا جائے تو یہ معاملہ فقط مذہبی شخصیت تک ہی محدود نہیں، بلکہ ہر شخص کو غور کرنا چاہیئے کہ گناہ گار کے ساتھ کس قسم کا رویہ اسے توبہ اور احساس ندامت کی جانب مائل کرسکتا ہے، پس اچھی نیت کے ساتھ اسی پر عمل کرے۔

اس صورت میں یہ بھی ہوسکتا کہ اندازہ غلط ہوجائے، مثلاً خوب غور کے بعد ناراضگی کا اظہار بہتر محسوس ہوا، لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ نرمی زیادہ مناسب تھی.. یا.. اچھی طرح تفکر کے بعد نرمی اختیار کی، لیکن پھر منکشف ہوا کہ اظہارِ ناراضگی زیادہ موزوں تھا، تو امید واثق ہے کہ حسن نیت کی وجہ سے یہ فعل باعثِ گرفت نہ ٹھہرے گا۔ حدیثِ پاک میں ہے، اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ اعمال کا دارومدار، نیتوں پر ہے۔"

یونہی جب کوئی شخص اپنے گناہوں سے تائب ہوجائے، تو اسے اس کے گناہوں کا احساس دلا کر دل آزاری میں مبتلاء کرنا بے حد مذموم ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عیوب تلاش کر کے اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔

امین بجاہ النبی الامین (ﷺ)

Marfat.com

بیان نمبر[7]

آگ بال بھی بیکا نہیں کرسکتی

منقول ہے کہ شمعون نامی ایک آتش پرست، خواجہ حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا پڑوسی تھا۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو آپ اسلام کی ترغیب دینے کی نیت سے اس کے پاس تشریف لے گئے۔ ملاحظہ فرمایا کہ آگ کی وجہ سے اس کا پورا بدن سیاہ پڑ چکا ہے۔ آپ نے احسن طریقے سے اسے اسلام میں دخول کی تلقین فرمائی۔ وہ عرض گزار ہوا کہ تین باتوں کی بناء پر میں آپ کی بات ماننے سے قاصر ہوں۔"

آپ کے دریافت فرمانے پر اس نے کہا، "اول یہ کہ جب مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق دنیا کی محبت ایک بری چیز ہے تو تم لوگ اس کی جستجو کیوں کرتے ہو؟... دوسری یہ ہے کہ تم موت کو حق سمجھتے ہو، لیکن اس کی تیاری نہیں کرتے۔... اور تیسری یہ کہ تمہارا یقین ہے کہ تم لوگ اپنے رب کا دیدار کرو گے، لیکن کام اس کی رضا کے خلاف کرتے ہو۔... بس یہ تین باتیں مجھے اسلام سے دور کیے ہوئے ہیں۔"

آپ نے نرمی سے جواباً ارشاد فرمایا کہ "یہ تو مسلمانوں کے ذاتی افعال و کردار ہیں، لیکن کم از کم یہ تو ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں۔ تو نے ستر برس تک آگ کی پوجا کی، تجھے کیا حاصل ہوا؟ اگر تو اور میں آگ میں کود

Marfat.com

جائیں، تو کیا آگ تیری پرستش کا لحاظ رکھتے ہوئے تجھے جلانے سے باز رہے گی؟ یا دونوں کو برابر جلائے گی؟... لیکن اگر میرا خدا عزوجل چاہے، تو آگ میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتی۔ آؤ ہم دونوں اس میں ہاتھ ڈالتے ہیں تا کہ تجھ پر آگ کی کمزوری اور میری رب کی قدرت ظاہر ہو جائے۔''

یہ کہہ کر آپ نے قریب جلتی ہوئی آگ میں اپنا ہاتھ ڈال دیا۔ شمعون یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا کہ آگ نے آپ پر ذرہ برابر بھی اثر نہ کیا۔ اس کی دل کی حالت تبدیل ہو گئی اور انتہائی حسرت سے کہنے لگا کہ ''آہ! میں نے اپنی پوری زندگی برباد کر دی، اب جب کہ چند سانسیں باقی ہیں، میں کیا کر سکتا ہوں؟...''

آپ نے اسے تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا، ''تو مسلمان ہو جا، اللہ تعالیٰ تیرے تمام گناہوں کو بخش دے گا۔'' اس نے عرض کی، ''اگر آپ مجھے ایک تحریر بطورِ ضمانت لکھ دیں کہ ایمان لانے پر اللہ تعالیٰ مجھے عذاب نہ دے گا، تو میں مسلمان ہو جاتا ہوں۔''

آپ نے اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر مذکورہ جملہ تحریر فرما دیا اور اس کی خواہش کے مطابق شہر کے معزز لوگوں کی گواہی بھی درج کرا دی۔ شمعون تحریر وصول کر کے مسلمان ہو گیا اور بہت رویا اور وصیت کی کہ جب مجھے قبر میں اتارا جائے، تو یہ تحریر میرے ہاتھ میں دے دینا۔'' حسبِ وصیت اسے دفنا دیا گیا۔ خواجہ حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) گھر واپس تشریف لائے تو ساری رات متفکر

Marfat.com

رہے اور خود سے فرماتے کہ ''تجھے خود اپنے انجام کا علم نہیں، دوسروں کو تحریر کیوں لکھ دی؟''....

اسی فکر میں سو گئے، خواب میں دیکھا کہ شمعون سنہری رنگ کا بے حد خوبصورت تاج سر پر رکھے، جنت میں ٹہل رہا ہے۔آپ نے پوچھا، ''تیرا کیا حال ہے؟''...کہا، ''اللہ عزوجل نے میری بخشش فرمادی اور آپ اپنا یہ خط لے لیجئے، اب مجھے اس کی حاجت نہیں۔'' آپ خواب سے بیدار ہوئے، تو وہ خط آپ کے ہاتھ میں تھا۔آپ بارگاہ الٰہی میں عرض گزار ہوئے کہ ''الٰہی! یقیناً تیرا فضل وکرم کسی سبب کا محتاج نہیں، جب ستر سال تک آگ کی پوجا کرنے والے کو ایک کلمے کے بدلے میں بخش دیا، تو جس نے ستر برس تک تیری عبادت کی ہو، وہ کیسے محروم رہ سکتا ہے؟'' (تذکرۃ الاولیاء۔صفحہ ۱۹)

حاصلِ واقعہ:۔

اس ایمان افروز واقعے سے درج ذیل امور حاصل ہوئے۔

(1) ہمارے اکابرین جذبہ تبلیغِ اسلام سے سرشار ہوا کرتے تھے۔

(2) وہ کسی کے ہدایت یافتہ ہونے سے مایوس نہ ہوتے تھے۔جیسا کہ خواجہ حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) شمعون کے ہدایت یافتہ ہونے سے، اس کے ستر برس تک آگ کی پوجا کرنے کے باوجود مایوس نہ ہوئے اور نہ ہی نیکی کی دعوت کے جواب میں، کسی کی جانب سے بحث میں مبتلاء ہونے پر ان کے قلوب بیزاریت کا شکار ہوتے تھے۔جیسا کہ شمعون کی جانب سے بحث کے نتیجے میں

Marfat.com

حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے عمل سے ظاہر ہوا۔

(3) ہمارے اکابرین قول وعمل دونوں طرح دین کی جانب مائل کیا کرتے تھے اور بوقتِ ضرورت احسن طریقے سے سمجھایا کرتے تھے۔

(4) اکابرین اسلام، دولتِ علم دین سے خود کو مزین رکھتے تھے، جس کی برکات وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتی رہتی تھی، جیسا کہ مذکورہ واقعے میں بیان ہوا، کیونکہ اگر خواجہ حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) علم دین کی دولت سے محروم ہوتے، تو شمعون کے اعتراضات اور وسوسوں کا جواب دینا ممکن نہ تھا۔

(5) انہیں یقین کامل حاصل تھا کہ کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے بغیر نقصان نہیں پہنچا سکتی، نیز اللہ تعالیٰ دین کی خدمت کرنے والوں کی ضرور مدد فرماتا ہے۔ غالباً اسی یقین کامل نے حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو آگ میں ہاتھ ڈالنے میں کسی قسم کی جھجک کا شکار نہ کروایا۔ نیز آپ کا تحریر لکھ دینا بھی اسی دعویٰ پر ایک دلیل ہے۔

(6) اسلافِ کرام (رضی اللہ عنہم) حقیقی عاجزی سے حصہ وافر حاصل کئے ہوئے تھے، جس کا تعلق ان کے قلب سے تھا، فقط زبان سے نہیں، یہی وجہ تھی کہ آپ تحریر دینے کے بعد خلوت میں متفکر ہوئے اور آپ کی زبان پر یہ کلمات جاری ہوگئے کہ ''تجھے خود اپنے انجام کا علم نہیں، دوسروں کو تحریر کیوں لکھ دی؟''

(7) انہیں اللہ عزوجل کی رحمت کا کامل یقین تھا، اسی یقین کی بناء پر

Marfat.com

حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے شمعون کو اس کے آخری وقت میں نجات کے بارے میں حوصلہ عطا فرمایا۔

محاسبہ:۔

مذکورہ حاصل شدہ امور کے معاملے میں بھی مسلمان بے حد کمی کا شکار ہیں۔ کیونکہ

فی زمانہ تبلیغ دین اسلام میں کوتاہی کسی پر مخفی نہیں۔ کفار کو دین اسلام کی جانب مائل کرنا تو دور، اپنے مسلمان بھائیوں میں اسلامی تعلیمات عام کرنے ، نیز انہیں گناہوں کی پہچان کروا کر ان سے دور رکھنے کے سلسلے میں عملی کوشش بھی اب دم توڑتی نظر آتی ہے۔ بلکہ خود اپنی اور اپنے گھر والوں کی اصلاح کا جذبہ بھی بظاہر آخری ہچکیاں لے رہا ہے۔ ہمارے اکابرین، کسی کو بارگاہِ الٰہی سے دور محسوس کر کے، قریب کرنے کے لئے اپنی ہر صلاحیت صرف کر دیتے تھے، جب کہ آج قریب کو بھی دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ خدمتِ دین کے سلسلے میں احساس ذمہ داری نام کو نظر نہیں آتا۔ آخرت کی جانب مائل کرنا ایک مخصوص گروہ تک محدود سمجھا جانے لگا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں تو ستر برس تک آگ کی پوجا کرنے والے بھی دین اسلام اختیار کرتے نظر آتے ہیں، جبکہ اِس زمانے میں پیدائشی مسلمان بھی دین سے بیزار دکھائی دیتا ہے۔

کسی کے ہدایت یافتہ ہونے سے مایوس ہونا بھی عام ہے۔ اولاً تو نیکی

Marfat.com

کی تلقین کرنے کا شعور ہی تقریباً ختم ہو چکا ہے اور اگر کسی کو بعطائے الٰہی یہ سعادت حاصل بھی ہے، تو عموماً قلب وذہن پر سہل پسندی کا غلبہ رہتا ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دعوت دینے کے لئے ایسے افراد کا انتخاب کیا جاتا ہے کہ جن کے بارے میں قوی امید ہو کہ بات تسلیم کرلیں گے، چنانچہ اعلانیہ طور پر ارتکابِ گناہ میں مصروف حضرات مثلاً بدمعاش یا نشے کے عادی سے تو دعوت دینے سے پہلے مایوس ہو جایا جاتا ہے۔

پھر اگر آسان محسوس ہونے والے افراد کو منتخب کرلیا جائے، تو دعوت دینے کے بعد شدید خواہش ہوتی ہے کہ وہ شخص اسے فوراً قبول بھی کرلے اور جب اس خواہش کی تکمیل میں دیر محسوس ہوتی ہے، اس طرح کہ سامنے والا یا تو قبول حق سے انکار کر دیتا ہے.. یا.. پس وپیش کا مظاہرہ کرتا ہے.. یا.. بحث وتمہید میں مشغول جاتا ہے، تو اب یکدم اس سے بھی مایوسی کا شکار ہو کر تلقین ترک کردی جاتی ہے۔ اب یا تو کسی نئے محروم ہدایت کو تلاش کیا جاتا ہے اور.. یا.. مایوسی کا یہ شدید دورہ؛ جذبہ تبلیغ کے لئے جان لیوا ثابت ہو جاتا ہے۔

اب احسن اور مدلل طریقے سے سمجھانا بھی مفقود ہے۔ سختی سے لبریز اور حکمت سے خالی طریقہ تبلیغ نے، عوام الناس کو دین اور دین دار، دونوں سے بیزار کر دیا ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ کبھی تو سب کے سامنے اصلاح کے ذریعے ،مبتلائے خطاء کے لئے شرمندگی وذلت کا سامان کیا جاتا ہے اور کبھی کسی مذہبی

Marfat.com

شخصیت سے تعارف ہی کسی عیب و نقص کے ذکر کے ساتھ کروایا جاتا ہے، مثلاً حضور! ان کا نام فلاں ہے، نماز میں بہت سستی کرتے ہیں، آپ انہیں تلقین فرمائیں کہ نماز پڑھا کریں.. یا.. یہ فلموں کا کاروبار کرتے ہیں، انہیں سمجھائیں کہ اس حرام کام سے توبہ کرلیں۔ یقیناً پہلی مرتبہ ہی اس طرح تعارف کروانے کے باعث وہ گناہ گار شدید شرمندگی کا شکار ہو جاتا ہے اور بطورِ نتیجہ ہدایت حاصل کرنا تو درکنار، آئندہ قریب آنے سے ہی توبہ کر لیتا ہے۔

فی زمانہ علم دین سے بے رغبتی بھی عام ہے۔ نہ تو دینی کتب پڑھنے کے لئے وقت ملتا ہے اور نہ ہی دینی و اصلاحی بیانات سننے کا جذبہ نظر آتا ہے۔ جمعہ کی نماز کے لئے بھی اس وقت گھر سے نکلا جاتا ہے کہ جب خطیب صاحب بیان ختم کر کے سنتوں کا وقت دیتے سنائی دیتے ہیں۔ الماریاں، ڈائجسٹوں اور ناولوں سے بھری نظر آتی ہیں، لیکن دینی کتاب پورے گھر میں ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی۔ گانوں اور فضول لطیفوں پر مشتمل کیسٹیں بے شمار ملیں گی، لیکن دینی موضوعات کی حامل ایک بھی کیسٹ نظر نہیں آئے گی۔

عوام تو عوام، اب تو خواص بھی اس کوتاہی کا شدت سے شکار نظر آتے ہیں۔ خواص سے مراد وہ حضرات ہیں، جو مختلف حوالوں سے علم دین کی اہمیت وضرورت سے اچھی طرح واقف ہیں ۔ اس بے رغبتی کے باعث روزمرہ معاملات میں تو پریشانی ہوتی ہی ہے، لیکن دوسروں کو دین کی جانب مائل کرنے

Marfat.com

سلسلے میں خصوصی طور پر ندامت وناکامی کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ بلکہ علم دین کی کمی کے ساتھ تبلیغ دین بسااوقات ہدایت کے بجائے گمراہی کاراستہ دکھاتی ہے، کیونکہ کبھی کبھی دین کی دعوت دینے والا کم علمی کا شکار مبلغ خود نہیں جانتا کہ میں سامنے والے کو غلط مسئلہ بتارہا ہوں۔ اس طرح سامنے والا بھی گمراہ ہوتا ہے اور خود اس کے لئے بھی گناہِ جاریہ کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

یونہی اب ذاتِ باری تعالیٰ، نیز خدمتِ دین کے صلے میں امدادِ رب العلی پر یقین کامل کا شدید فقدان بھی بآسانی دیکھا جاسکتا ہے۔ اب خالق پر کم اور مخلوق پر زیادہ بھروسہ کیا جاتا ہے۔ دین کی خدمت کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ پر ویسا اعتماد نہیں رکھتا، جیسا رکھنے کا حق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کبھی کسی معاملے میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے امداد میں مصلحتاً دیر ہوجائے، تو زبان پر شکوہ جاری ہوجاتا ہے، دل شدید بے چینی واضطراب محسوس کرتا ہے اور بعض اوقات مایوس ہوکر دین کا کام ہی ترک کردیا جاتا ہے۔

جیسا کہ پہلے بھی کئی مقام پر گزرا کہ اب عاجزی فقط زبان کی حد تک رہ گئی ہے، اس کی عملی صورت کہیں نظر نہیں آتی۔ لیکن غالباً فی زمانہ اس کو بھی عافیت قرار دینا چاہیئے، کیونکہ اب تو ایسے مسلمان بھی کثرت سے دکھائی دینے لگے ہیں کہ جو زبانی عاجزی سے بھی یکسر محروم نظر آتے ہیں۔ ان کی زبانیں ہمہ وقت اپنے مناقب وفضائل اور اپنی ذات کے لئے بلند وبانگ دعوے کرنے میں

Marfat.com

مشغول رہتی ہے۔وہ خودکو دوسروں سے زیادہ باکمال ثابت کرنے کے لئے بے چین ومضطرب رہتے ہیں۔اپنی ذات کے لئے مذکورہ دعوؤں کے بیان کے بعد ان کی خواہش ہوتی ہے کہ اب سامنے والے بھی ہمارے کمال کا اعتراف کریں۔اسی تلاش کمال میں انہیں نہ تو عملی عاجزی یاد رہتی ہے اور نہ ہی زبانی۔ بلکہ عاجزی کو اس خوف سے ترک کر دیا جاتا ہے کہ کہیں سامنے والے اسے حقیقت سمجھ کر ہمارے کمال کی جانب متوجہ ہونے سے ہی غافل نہ ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے یقین کے بارے میں اگر کلی طور پر نہیں، تو جزوی طور پر ضرور اکابرین کی مخالفت اختیار کی جاتی ہے۔اس بارے میں عام طور پر دو قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔

(۱) جو کثرتِ گناہ کے باعث، خود اپنی ذات کے حوالے سے رحمتِ الٰہی سے مایوس ہیں۔

(۲) جو فقط دوسروں کے لئے اس قسم کا خیال رکھتے ہیں۔

اس دوسری قسم میں زیادہ تر وہ حضرات شامل نظر آتے ہیں کہ جنہیں چند ظاہری اعمال حسنہ پر استقامت حاصل ہے.. یا.. حج وغیرہ کوئی ایسی عبادت کی سعادت حاصل کر چکے ہیں کہ جس پر تمام گناہوں کی معافی کی بشارت عطا کی گئی ہے۔ایسے حضرات اپنے اعمال کی بناء پر خود کو نجات یافتہ تصور کرتے ہیں، جب کہ اپنے اطراف میں گناہ میں مشغول افراد کی بخشش کو بے حد مشکل

Marfat.com

گمان کیا جاتا ہے۔دل میں پوشیدہ اس بات کو کبھی کبھی زبان پر بھی لے آیا جاتا ہے، یہ عموماً اس وقت ہوتا ہے کہ جب کوئی ان کے سامنے مسلسل کسی گناہ کبیرہ کا اعلانیہ طور پر ارتکاب کرتا ہو۔ان کی یہ نامعقول بات سن کر بعض اوقات وہ مرتکبِ گناہ کبیرہ ،رحمتِ الٰہی (عزوجل) سے مایوس ہو کر گناہوں پر مزید دلیر وثابت قدم ہو جاتا ہے۔

مقصود کلام:۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ

اپنے اکابرین کی مثل دین کے کام کو بھی اپنی ذمہ داریوں میں شامل کر لے۔کیونکہ یہ اللہ عزوجل کا حکم بھی ہے،ارشاد ہوتا ہے، ''**وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ**☆ اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم کریں اور بری سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔(ترجمۂ کنزالایمان۔پ۴۔ال عمران ۱۰۴)''

اور اس سنتِ انبیاء (علیہم السلام) کی ابتداء خود اپنی ذات سے کرے مثلاً خلوت میں آئینے کے سامنے کھڑا ہو کر تھوڑی سی بلند آواز میں خود کو سمجھائے یعنی کبھی گناہوں کے ترک اور کبھی نیکیوں پر استقامت کے بارے میں ،کبھی نفس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائے اور کبھی اس کے اخروی انعامات کے ذکر کے ذریعے اس کو لالچ میں مبتلاء کرے۔اس کے ساتھ ساتھ اپنے گھر والوں کے

Marfat.com

احوال پر بھی نگاہ رکھے ،اگر ان میں کوئی کوتاہی محسوس ہو،تو انہیں بھی احسن طریقے سے دین کی جانب مائل کرے،اوراس کے ساتھ ساتھ اپنے دوست احباب کو بھی نیکی کی تلقین کرتا رہے۔

اگر استقامت سے یہ عمل جاری رکھا ،توان شاء اللہ (عزوجل) کچھ ہی عرصے میں اس کی برکات ظاہر ہونا شروع ہوجائیں گی۔اور اگر گھر والوں یا دوست احباب میں سے کسی فرد کو دین کی جانب مائل ہوتا دیکھے ،تو اسے اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام تصور کرے اور بدبختوں کی مثل انہیں اس راستے سے روکنے یا دور کرنے کی حماقت میں ہرگز ہرگز مبتلاء نہ ہو کہ یہ عمل قبیح یقیناً شیطان کی خوشی اور اللہ عزوجل کی شدید ناراضگی میں گرفتار ہونے کا سبب بنے گا۔

نیز چاہے کوئی گناہوں میں کتنا ہی زیادہ مشغول کیوں نہ نظر آئے ،اس کے ہدایت یافتہ ہونے سے کبھی بھی مایوس نہ ہو۔اس سلسلے میں اسکے گناہوں کے عادی ہونے نہیں ، بلکہ اللہ عزوجل کے قادر مطلق ہونے کو ذہن نشین رکھے۔اس کی ہدایت کو اپنے عمل پر نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی پر موقوف جانے۔ان شاء اللہ عزوجل اس مثبت سوچ کی برکت سے کبھی بھی مایوسی غلبہ نہ کرے گی اور چاہے سامنے والا گناہوں میں کتنا ہی غرق کیوں نہ ہو،ربِ کائنات کی قدرتِ عظیمہ،ڈھارس بندھانے کے لئے تیار نظر آئے گی۔

یونہی کسی کے بحث ابحاث میں مشغول ہونے سے بھی ہمت نہ ہارے

Marfat.com

کہ ایسا فقط اس کے ساتھ ہی نہیں، بلکہ انبیاء (علیہم السلام) کے ساتھ بھی ہوا ہے۔ پس جیسے انبیاء واولیاء (علیہم السلام ورضی اللہ عنہم) نے ترکِ دعوت نہیں کی، اسی طرح اسے بھی کام جاری رکھنا چاہیئے۔ اس کے لئے یہ بات ذہن نشین رکھے کہ جو عمل نفس پر جتنا زیادہ گراں گزرے گا، بارگاہِ الٰہی میں اس کی قدر و قیمت اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ لھذا سامنے والے کو نیکی کی جانب مائل کرنا جتنا زیادہ دشوار محسوس ہوگا، ثواب ہی اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ اور یہ بھی پیش نظر رہے کہ سامنے والے کو اس بحث پر ابھارنے والا عموماً شیطان ہوتا ہے، تاکہ اس کے باعث دعوت دینے والا مایوس ہو جائے۔ اب اگر کسی کی بحث سے تنگ آکر دعوت ترک کی، تو گویا یہ شیطان کو اس کے مقصد میں کامیاب کر دینا ہے۔ چنانچہ ہر دعوت دینے والے کو چاہیئے کہ ایسے موقع پر تو شیطان کو شکست دینے کی غرض سے اور زیادہ ہمت کا مظاہرہ کرے، حتیٰ کہ خود شیطان مایوس ہو کر اپنا بستر سمیٹنے پر مجبور ہو جائے۔

اسی طرح کسی کو سمجھانے سے پہلے موقع محل اور طریقہ اصلاح پر نظر کر لینا بھی بہت ضروری ہے۔ چنانچہ اگر کسی کی اصلاح کرنا مقصود ہو، تو سب کے سامنے ہرگز نہ سمجھایا جائے، بلکہ تنہائی میں تلقین کرے اور اگر سب کے سامنے سمجھانا ہی بہتر محسوس ہو، مثلاً مطلوبہ شخص کے ساتھ ساتھ دوسروں کو تنبیہہ کرنا بھی مقصود ہو، جیسا کہ عموماً کلاس میں قصور ایک طالبِ علم کا ہوتا ہے، لیکن استاد تنبیہہ سب کو کرنا چاہتا ہے.. یا.. گھر میں غلطی تو کسی ایک کی ہوتی، لیکن

Marfat.com

سرپرست آئیندہ کے لئے سب گھر والوں کواس سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے،تو اس صورت میں کسی نام لے کر اصلاح نہ کرے، بلکہ بغیر کسی کونشانہ بنائے ،اس غلطی کی برائی اوراس سے محفوظ رہنے کا طریقہ تعلیم کرے۔

یونہی سمجھاتے ہوئے سنجیدگی اختیار کرے،مزاح کے ساتھ سمجھانے میں اکثر اچھی بھلی بات بھی بے اثر ہوجاتی ہے۔یونہی حتی الامکان نرم لہجے میں سمجھائے ،سخت لہجہ اکثر سامنے والے کوضد میں مبتلاء کردیتا ہے اور یوں بھی تلقین کا مطلوبہ فائدہ حاصل نہیں ہونے پاتا۔اگر سمجھانے کے جواب میں سامنے والے کی طرف سے کوئی اعتراض قائم کر دیا جائے،توہرگز نہ گھبرائے، بلکہ اگرخودمیں صلاحیت موجود پائے،تواحسن طریقے سے سمجھائے،ورنہ کسی عالم دین یااس شخص کے پاس بھیج دے کہ جس کی جانب سے جواب ملنے کی امید ہو،لیکن اگر سمجھتا ہے کہ میں اس کا جواب نہیں دے سکتا،تواپنی عزت بچانے یا سامنے والے پررعب جمانے کی نیت سے ہرگز ہرگزاوٹ پٹانگ یاغلط سلط جواب نہ دے کہ بسااوقات اس طرح سامنے والا ہمیشہ کے لئے گمراہی کی گہری دلدل میں جاگرتا ہےاوراس کا تمام تروبال اس ''باہمت مبلغ'' کی گردن نازک پرہوگا۔

اوراگر جواب کی صلاحیت تو ہے،لیکن فی الوقت جواب ذہن میں موجودنہیں، بلکہ کسی کتاب وغیرہ سے دیکھنا پڑے گا،تو پہلے سے ذہن بنا کرر کھے

Marfat.com

کہ ہر بات کا فوری جواب دینا ضروری نہیں اور نہ ہی فوری جواب نہ دے سکنے کی صورت میں اپنے لئے کسی قسم کی ذلت محسوس کرے، چنانچہ نرمی سے عرض کر دے کہ اس وقت جواب میرے ذہن میں موجود نہیں، ان شاء اللہ (عزوجل) فلاں دن کتاب سے دیکھ کر بتادوں گا۔ الحمدللہ (عزوجل) ہمارے اکابرین کا بھی یہی طریقہ رہا، بلکہ اگر کوئی مسئلہ نہ معلوم ہوتا، تو اس کا اعتراف کرنے میں قطعی جھجک محسوس نہ فرماتے۔

چنانچہ ایک مجلس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نمودار ہوا اور عرض کی حضرت! ''چھ مہینے'' کی کڑی منزلیں طے کر کے پہنچا ہوں' میری قوم نے ایک مسئلے کے حل کیلئے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔'' آپ نے فرمایا پوچھو'' اس نے مسئلہ پیش کیا تو آپ دیر تک سوچتے رہے پھر فرمایا ''میں اسے نہیں جانتا۔'' سائل مبہوت ہو کر رہ گیا' پھر عرض کی لیکن حضرت! لوٹ کر اپنی قوم سے کیا کہوں گا؟'' آپ نے جواب دیا'' کہنا کہ مالک (رحمۃ اللہ علیہ) نے مجھ سے کہا ہے کہ تمہارے مسئلے سے میں ناواقف ہوں۔'' (جامع بیان العلم وفضلہ)

یونہی ہر مسلمان کو علم دین سیکھنے میں بھی سنجیدگی کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ رحمتِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان عالیشان ہے، ''طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ۔ یعنی علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔'' اور عقلی لحاظ سے بھی علم کی اہمیت کسی پر مخفی نہیں، کیونکہ اگر علم دین حاصل نہ ہو، تو عبادات کو

Marfat.com

کامل طریقے سے ادا کرنا، ان کی ادائیگی میں اغلاط سے محفوظ رہنا.. یا.. غلطی واقع ہونے کی صورت میں اس کا تدارک کرنا، معاملات مثلاً شادی بیاہ، خرید وفروخت، کرایہ پر کسی شے کا لینا دینا، قرضہ لینا دینا وغیرہ وغیرہ امور کو جائز طریقے سے مکمل کرنا، گناہوں کو پہچاننا، پہچاننے کے بعد ان سے بچنے کے طریقے اختیار کرنا، ذاتِ باری تعالیٰ اور اس کے رسولوں، فرشتوں، آسمانی کتابوں وغیرہ کے بارے میں درست عقائد قائم رکھنا، کسی طور پر ممکن نہیں۔

خصوصاً گھر کے سرپرست اور دین کی دعوت دینے والے حضرات کے لئے، تو اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ گھر کے سرپرست پر اپنے ساتھ ساتھ گھر والوں کی تربیت کی ذمہ داری بھی عائد کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے، ''**یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ** ☆ اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ، جسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ ان پر سخت کرّے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انھیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔ پ۲۸۔ التحریم ۶)''

اور اس ذمہ داری سے احسن وکامل طریقے سے بری الذمہ ہونے کے لئے علم دین اشد ضروری ہے۔ اور تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دینے والوں کے لئے اس لئے کہ اس کے بغیر کسی کی اصلاح.. یا.. مشکلات کا شرعی حل.. یا..

Marfat.com

اعتراض کا جواب دینا ناممکن نہیں ،تو مشکل ترین ضرور ہے اوراس لئے کہ جہالت کی بناء پرعموماً گمراہی کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

رحمتِ عالم (ﷺ) کا فرمان ہے،''اللہ تعالیٰ علم کواس طرح نہ سمیٹے گا کہ بندوں سے اسے کھینچ لے، بلکہ علماء کووفات دینے کے سبب علم کو اٹھائے گا حتی کہ کسی عالم کو باقی نہ چھوڑے گا ،تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے. جن سے مسائل دریافت کئے جائیں گے ،تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے، چنانچہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔'' (بخاری۔کتاب العلم)

یہ امر بھی ضرور پیش نظر رہے کہ علم دین سیکھنے کے لئے باقائدہ کسی دارالعلوم میں داخلہ لینا ضروری نہیں، بلکہ اس کے لئے ،اس کے علاوہ بھی کئی ذرائع موجود ہیں۔مثلاً

(۱) دینی کتب کا مطالعہ۔

(۲) دینی اجتماعات میں شرکت۔

(۳) مذہبی بیانات پر مشتمل کیسٹوں کی سماعت۔

(۴) کسی صاحبِ علم کی صحبتِ مسلسل۔

(۵) مساجد میں ہونے والے جمعہ کی نماز سے قبل بیانات..اور..

(۶) فی زمانہ مختلف دینی ویب سائیٹس کا وزٹ۔وغیرہ وغیرہ[1]

نیز اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بے عیب پر کامل بھروسہ رکھنا بھی بے حد ضروری

[1] :۔اس ویب سائٹ کا وزٹ ضرور فرمائیں۔www.dawaeislami.net۔(ادارہ)

Marfat.com

ہے۔ کیونکہ اس طرح نہ صرف حکم خداوندی پر عمل کی سعادت حاصل ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، ''**وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ** ۔اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔'' (کنز الایمان۔پ ۲۸۔الطلاق ۳)

بلکہ متوکل، بارگاہِ الٰہی سے خصوصی انعامات کا مستحق بھی ٹھہرے گا۔ جیسا کہ رحمت عالم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا،

''اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل کرو جیسے کرنے کا حق ہے تو اللہ عزوجل تمہیں اسی طرح رزق عطا فرمائے گا جیسے پرندوں کو عطا فرماتا ہے کہ صبح خالی پیٹ جاتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ کے ساتھ لوٹتے ہیں۔'' (ترمذی۔کتاب الزھد)

یونہی دین کی خدمت کرنے والے کو کسی بھی معاملے میں امدادِ باری تعالیٰ کی جانب سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے، کیونکہ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا واضح فرمانِ عالیشان موجود ہے، ارشاد ہوتا ہے، **يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ** ۔اے ایمان والو اگر تم دینِ خدا کی مدد کرو گے، تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔'' (ترجمۂ کنز الایمان۔پ ۲۶۔محمد ۷).

اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کا خلاف کرے، ایک مؤمن اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ جب کہ اس پر صریح ارشادِ باری تعالیٰ شاہد ہے، ''**لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ**۔یعنی اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔ (یونس ۱۰)۔''

پس اگر کبھی امداد میں دیر بھی محسوس ہو، تو اسے حکمتِ رب العلی پر محمول

Marfat.com

کرے اور اس دیر میں بھی اپنا ہی فائدہ جانے اور معاذ اللہ عزوجل، شیطان کے بہکائے میں آکر، اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھول یا غفلت کا گمان فاسد ہرگز ہرگز نہ پیدا ہونے دے۔

یونہی اپنی ذات کو وصفِ عاجزی سے مزین رکھنے کی کوشش کو بہت بڑی سعادت تصور کرنا چاہیئے۔ اس سلسلے میں زبانی اور عملی دونوں طریقوں کا اختیار کرنا ضروری ہے۔ کسی ایک پر اطمینان کی صورت میں دوسرے کا ترک، اخروی انعامات سے محروم کروا سکتا ہے۔ اس کے لئے کوشش کرنی چاہیئے کہ اپنی زبان سے بڑے بڑے دعوے نہ کئے جائیں، حتی الامکان اپنے کمالات کو چھپایا جائے، کسی محفل میں نمایاں جگہ بیٹھنے سے بچا جائے، ہاں اگر کوئی باصرار بٹھائے، تو بامر مجبوری حرج نہیں، لیکن خود دل میں خواہش بیدار نہ ہو۔ ایسے امور کو جان بوجھ کر اختیار کیا جائے کہ جن کے باعث نفس کو ذلت وحقارت محسوس ہو۔ مثلاً گھر کی صفائی کرنا، سودا سلف خود جا کر لانا، کبھی کبھی مسجد میں جھاڑو دے دینا، کبھی نمازی حضرات کی جوتیاں سیدھی کر دینا، کبھی کبھی ننگے پیر چلنا۔

اس عمل سے قلب میں بے حد عاجزی پیدا ہوتی ہے، اگر حقیقی مزہ حاصل کرنا چاہیں، تو کبھی مسجد سے گھر تک ننگے پیر آ کر دیکھیں۔ غالباً اسی سبب سے رحمتِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے اصحاب (رضی اللہ عنھم) کو کبھی کبھی ننگے پیر رہنے کی تلقین ارشاد فرمائی تھی، جیسا کہ

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن بریدہ (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ ''کس نے حضرت فضالہ بن عبید (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ آپ کو ننگے پاؤں دیکھتا ہوں؟...فرمایا، ''ہمیں رسول اللہ (ﷺ) حکم فرماتے تھے کہ کبھی کبھی ننگے پیر بھی رہا کریں۔'' (ابوداؤد۔کتاب الترجل)

کبھی سر پر کوئی بھاری بوجھ اٹھا کر سب کے سامنے چلیں کہ یہ عمل بھی عاجزی کے لئے بہترین ہے۔

مروی ہے کہ کسی نے حضرت عبداللہ بن سلام (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا کہ بازار سے اس حالت میں گزر رہے ہیں کہ سر پر لکڑی ایک بڑا سا گٹھا تھا۔اس نے عرض کی، ''حضور! آپ نے کیوں تکلیف فرمائی، کسی خادم سے کہہ دیا ہوتا؟'' فرمایا، ''میں نے چاہا کہ اپنے آپ سے تکبر دور کردوں۔''

(مکاشفۃ القلوب۔۵۲۰)

نیز کسی حقیقی عاجزی پسند کی صحبت بھی بے حد نافع رہے گی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی بھی مایوسی اختیار نہیں کرنی چاہیئے، نہ اپنی ذات کے حوالے سے اور نہ ہی دوسرے مسلمانوں کے سلسلے میں۔چاہے خود یا کوئی دوسرا کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمت کو اپنے اور اس کے گناہوں سے بے حد وسیع سمجھنا لازم وضروری ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے، لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۔اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو''۔

(ترجمۂ کنزالایمان۔سورۃ الزمر ۵۳۔پ۲۴).....''

Marfat.com

یونہی یہ بات ذہن نشین رکھنا بھی بے حد نفع بخش رہے گی کہ کسی گناہ گار کو رحمتِ باری تعالیٰ سے مایوس کرنا، اللہ عزوجل کے غضب کو بے حد ابھارتا ہے۔لھذا کبھی بھی اس لعنتِ قبیحہ میں گرفتار نہیں ہونا چاہیئے۔جیسا کہ سیدنا ابوھریرہ (رضی اللہ عنہ) روایت فرماتے ہیں کہ سرکارِ مدینہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل میں دو دوست تھے، جو آپس میں بہت محبت رکھتے تھے۔ان میں سے ایک عبادت گزار تھا جب کہ دوسرا گناہ گار مشہور تھا۔

ایک دن عابد نے اسے سمجھایا کہ جن کاموں میں تو پھنسا ہے ان سے باز آجا۔'' دوسرے نے جواب دیا، ''میرا معاملہ میرے رب پر چھوڑ دے۔''

ایک دن عابد نے اسے ایسا گناہ کرتے پایا جسے اس نے بہت بڑا گمان کیا، چنانچہ اسے اس سے باز آنے کے لئے دوبارہ سمجھایا۔لیکن دوسرے نے حسبِ سابق (جھنجلا کر) جواب دیا کہ ''میرا معاملہ میرے رب پر چھوڑ دے کیا تو میرا پہریدار مقرر ہوا ہے؟....'' یہ سن کر عابد نے غصے میں کہا کہ اللہ کی قسم !رب تعالیٰ نہ تو تجھے کبھی بخشے گا اور نہ جنت میں داخل کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے پاس فرشتہ بھیجا جس نے ان دونوں کی روح قبض کر لی۔پھر ان دونوں کو بارگاہِ الٰہی میں حاضر کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے گناہ گار سے فرمایا تو میری جنت میں داخل ہو جا، اور عابد سے فرمایا، کیا تو میرے بندے پر میری رحمت روکنے پر قادر ہو سکتا ہے؟...اس نے عرض کی ''اے میرے

Marfat.com

رب! ''ہرگز نہیں''.....اللہ تعالیٰ نے (فرشتوں کو) حکم فرمایا کہ اسے دوزخ میں لے جاؤ۔'' (مسند امام احمد)

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان بھائی اور بہن کو دین کی خدمت کرنے، اس سلسلے میں امدادِ باری تعالیٰ کا کامل یقین رکھنے، حقیقی توکل اختیار کرنے، رحمت الٰہی سے مایوس نہ ہونے، زبانی و عملی عاجزی اختیار کرنے اور علم دین کے حصول کے لئے مختلف ذرائع اختیار کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ امین بجاہ النبی الامین (ﷺ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

بیان نمبر [8]

اسے پہلے کیوں نہیں ھٹایا؟

مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سری سقطی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) وعظ فرمارہے تھے کہ اتنے میں ایک بچھو کسی طرف سے آکر آپ کے کپڑوں میں داخل ہوگیا اور کاٹنا شروع کر دیا۔ لیکن آپ اسی مستقل مزاجی سے بیان فرماتے رہے۔ جب فارغ ہوئے، تو بچھو کو باہر نکالا۔ لوگوں کو بے حد تعجب ہوا، عرض کی، ''حضور! آپ نے اسے پہلے کیوں نہیں ہٹایا؟ اس نے تو کئی مرتبہ کاٹ لیا ہوگا؟''...

فرمایا، ''ہاں کاٹا تو تھا، لیکن مجھے شرم آئی کہ صبر وتحمل سے متعلق بیان کروں اور میرا عمل اس کے برخلاف ہو'' (تذکرۃ الاولیاء۔ صفحہ ۱۹)

حاصلِ واقعہ:۔

اس ایمان افروز واقعے سے درج ذیل امور حاصل ہوئے۔

(1) ہمارے اکابرین وعظ ونصیحت کے ذریعے، لوگوں کو دین کی جانب مائل فرمایا کرتے تھے۔

(2) وہ حتی الامکان قول وفعل کے تضاد سے بچا کرتے تھے۔

(3) وہ خود پر آنے والی ہر مصیبت کو من جانب اللہ تصور کرتے ہوئے، صبر وتحمل کا عظیم مظاہرہ کیا کرتے تھے۔

Marfat.com

محاسبہ:۔

مذکورہ امور میں بھی اکابرین کرام کی مخالفت اختیار کرنا عام ہے۔ کیونکہ اب لوگوں کو دین کی جانب مائل کرنے کا شعور تقریباً مفقود نظر آتا ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں۔

(۱) علم دین کے حصول سے بے رغبتی:۔

کیونکہ جب علم دین ہی نہ ہوگا، تو کیسے معلوم ہوگا کہ کیا گناہ ہے اور کیا ثواب؟ بے شمار امور ایسے ہیں کہ جن میں اصلاح کی عملی کوشش سے فقط اسی لئے محرومی رہتی ہے کہ ان کے بارے میں ہر ایک کو مکمل دینی معلومات حاصل نہیں ہوتیں۔ تجارت، شادی بیاہ، کرائے پر کسی چیز کا لین دین، حج، روزہ، نماز، زکوۃ، فطرہ، قربانی، غسل میت وغیرہ عبادات ومعاملات میں لوگوں کا کثیر اغلاط میں مبتلاء ہونا اکثر اسی وجہ سے ہوتا ہے۔

(۲) احساس ذمہ داری کا نہ ہونا اور سستی وکاہلی:۔

جیسا کہ ماقبل میں گزرا کہ دین کے کام کی ذمہ داری، چند مخصوص افراد پر نہیں، بلکہ ہر مسلمان مرد وعورت پر عائد ہوتی ہے۔ لیکن ہماری اکثریت اس بات کا علم نہیں رکھتی، لھذا سنجیدگی سے عملی قدم اٹھانے سے قاصر رہتی ہے.. اور.. اگر کچھ لوگ جانتے بھی ہیں، تو ان پر سستی وکاہلی نے قبضہ جمایا ہوا ہے۔ باقی بچے ہوئے مٹھی بھر وہ مسلمان، جو احساس ذمہ داری کے ساتھ

Marfat.com

یہ فریضہ سرانجام دے رہے ہیں، اتنی قلیل تعداد میں ہیں کہ اتنی مقدار سے معاشرے کی مکمل صفائی بظاہر ممکن نظر نہیں آتی۔

(۳) برائیوں کی کثرت کی بناء پر لوگوں کی ہدایت سے مایوس ہو جانا:۔

خدمتِ دین کا شعور رکھنے والی ایک بڑی تعداد اس لئے بھی اس کام سے ہاتھ روک بیٹھی ہے کہ ان کی سابقہ زندگی میں ہونے تلخ تجربات نے ان کا ذہن بنا دیا ہے کہ اب اس معاشرے کی اصلاح ممکن نہیں ہے۔ جس مسلمان پر، رات دن سخت محنت کے باوجود دینی رنگ چڑھتا نظر نہ آئے، تو اکثر زبان پر اسی قسم کے جملے جاری ہو جاتے ہیں اور اس کا آخری نتیجہ، دین کام ترک کر کے اپنی دنیاوی مشاغل میں مصروف ہو جانا دیکھا جاتا ہے۔

(۴) کثرتِ مشاغل کی بناء پر اس کام کے لئے وقت کا نہ ہونا:۔

مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ایسی بھی ہے کہ جب اسے تبلیغ دین کی تلقین کی جائے، تو وہ اس کے لئے خوشدلی سے تیار ہونے کے بجائے اپنی مصروفیات کی ایک ایسی طویل ترین فہرست سامنے رکھ دیتے ہیں کہ درخواست کرنے والا خاموشی سے اٹھ جانے میں ہی عافیت محسوس کرتا ہے۔ غور طلب بات ہے کہ تھکا دینے والی یہ مصروفیات یقیناً اسی وجہ سے اختیار کی گئی ہیں کہ انکے ذریعے اپنی اور اپنے گھر والوں کی چند روزہ دنیاوی زندگی بہتر سے بہتر انداز سے گزر جائے، لیکن کیا یہ مصروفیات قبر و حشر میں بھی سامانِ راحت فراہم

Marfat.com

کرنے میں معاون ثابت ہوسکتی ہیں؟.....یقیناً جواب نفی میں ہی ہوگا،تو پھر ایسے عمل سے جان چھڑانے کی کوشش کیوں کی جائے کہ جس میں دنیاوآخرت دونوں کے بے شمارانعامات وفوائد پوشیدہ ہیں۔

(۵)قوتِ برداشت کا کم ہونا:۔

بعض مسلمان بھائیوں پر اکثر غصہ غالب رہتا ہے،یعنی جہاں خلافِ مرضی کام ہوا،ان کی قوتِ برداشت جواب دے جاتی ہے۔ ایسے حضرات خدمتِ دین کے سلسلے میں سامنے والے کے انکار یا ٹال مٹول پر بہت جلد ناراض ہوجاتے ہیں اور جب یہ معاملہ بار بار ملاحظہ کرتے ہیں،تو آخرکار مایوس ہوکر اپنے آپ کو کسی دوسرے کام میں مصروف کر لیتے ہیں۔

(٦)اس کام کے بدلے میں ملنے والے اخروی انعامات کا معلوم نہ ہونا:۔

نفس کی عادت میں شامل ہے کہ کسی بڑے انعام کا لالچ دیا جائے،تو بہت جلد عمل کی جانب مائل ہوجاتا ہے۔چونکہ اکثر مسلمان بھائی خدمتِ دین کے انعامات سے واقف نہیں ہوتے ..یا..ہونا نہیں چاہتے،لھذا ان کا نفس اس عمل پاکیزہ کی جانب راغب ہونے میں پس وپیش سے کام لیتا ہے اور اکثر اس پر ایسے دنیاوی امور کو فوقیت دے دیتا ہے کہ جن میں فوری فائدہ حاصل ہونے کی قوی امید ہوتی ہے۔

Marfat.com

(۷) حوصلہ افزائی کرنے والے کا نہ ملنا:۔

دین کے کام میں قدم قدم پر تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بعض اوقات استقامت سے یہ امر سرانجام دینے والا بھی مسلسل آزمائشوں سے پریشان ہوجاتا ہے، اس وقت ایک ایسے سہارے کی شدت سے ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ جو اس کے گرتے ہوئے حوصلے کو سہارا دے دے۔ لیکن جب فوری طور پر یہ سہارا میسر نہیں آتا، تو آخر کار انجام، ترکِ خدمتِ دین کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

☆ قول وفعل میں تضاد کے معاملے میں بھی آج کا مسلمان بے حد آگے نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے باعث زبان کی اس تاثیر سے محروم ہے کہ جس کی برکت سے اکابرین اسلام لمحوں میں لوگوں کے قلوب کی دنیا تبدیل کردیا کرتے تھے۔ گھر کا سرپرست اپنی اولاد کو جس کام سے منع کرتا ہے، بعض اوقات خود اسی میں ملوث دکھائی دیتا ہے، لھذا اولاد اس کی بات کا کوئی اثر قبول نہیں کرتی۔ یونہی کبھی کبھی استاد کا عمل اس کے قول کے خلاف ہوتا ہے، جس کے باعث زبان سے نکلنے والے الفاظ بہت خوبصورت تو نظر آتے ہیں، لیکن شاگردوں کے لئے ترغیبِ عمل سے خالی ہوتے ہیں۔ یونہی جو خطباء حضرات، عمل کی جانب کم توجہ دیتے ہیں، ان کا بیان سننے والی عوام کے فقط کانوں سے ٹکرا رہا ہوتا ہے، لیکن اس کے لئے ان کے قلوب میں کوئی جگہ نظر نہیں آتی۔

Marfat.com

صبر وتحمل کے معاملے میں بھی فی زمانہ مسلمان کی کمزوری کسی پر مخفی نہیں۔ ہر ایک اپنے بارے میں یہی خواہش رکھتا ہے کہ مجھے کوئی مصیبت و پریشانی نہ پہنچے۔ چنانچہ اگر اس کی مرضی کے برخلاف کوئی آزمائش دروازہ زندگی پر دستک دے دے، تو زبان وقلب پر شکووں کا انبار نظر آتا ہے۔ ہر ایک کے سامنے اس کا رونا رویا جاتا ہے، معاذ اللہ (عزوجل) بسا اوقات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کلماتِ بے ادبی کہنے میں بھی عار محسوس نہیں کی جاتی۔ مصیبت کے نزول کے وقت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ تمام نعمتیں بھول جاتی ہیں اور یوں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی نہ رہنے والا، بے مروتی کا مظاہرہ کرنے والوں کی فہرست میں اپنا نام درج کروالیتا ہے۔

مقصودِ کلام:۔

حاصل یہ ہوا کہ اپنے اکابرین کی سنت کی نیت سے ہر مسلمان بھائی اور بہن کو چاہیئے کہ خدمتِ دین کرنے والوں میں اپنا نام لکھوانے کو بہت بڑی سعادت تصور کرے۔ اور اس سلسلے میں آنے والی آزمائشوں کے وقت اپنے پیارے آقا، مدنی مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تکلیفوں کو یاد کرے کہ ہمارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پورے تیرہ سال، کفارِ ناہنجار کے ظلم وستم کو برداشت فرمایا، لیکن نہ تو کبھی زبان حق ترجمان پر شکوہ جاری ہوا اور نہ ہی دین میں کوتاہی واقع ہوئی، نہ ہی کبھی اس کے ترک کا ارادہ فرمایا۔ لھذا ہر مسلمان کو چاہیئے کہ دین کے کام کو اپنا ہی کام

Marfat.com

تصور کرے، اس کے لئے علم دین کی دولت حاصل کرے اور اس راہ میں آنے والی تکالیف پر خوشدلی سے صبر کرتے ہوئے، دین کام کبھی بھی ترک نہ کرے۔

☆ یونہی حتی الامکان قول وفعل کے تضاد سے بچے کہ یہ عمل اللہ تعالیٰ کو محبوب نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، **لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَاتَفْعَلُوْنَ** ۔ کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے۔'' (ترجمۂ کنزالایمان۔ سورۃ الصف ۲۔ پ ۲۸)

اور جیسا کہ کہ ذکر ہوا کہ اس کی وجہ سے اچھی سے اچھی بات بھی بے اثر ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ خیال ہرگز نہ کیا جائے کہ اس سے تو ثابت ہوا کہ جب تک خود باعمل نہ بن جائیں، نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا، بے اثر رہنے کی بناء پر بے کار ہے۔ کیونکہ یہاں دو چیزیں ہیں ؛

(۱) دین کا کام کرنا۔ (۲) باعمل رہ کر دین کا کام کرنا۔

ان میں سے پہلی چیز ہر بالغ وعاقل مسلمان پر واجب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، ''**وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ** ۔ اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔''

(ترجمۂ کنزالایمان۔ سورۃ آل عمران ۱۰۴۔ پ ۴)

اس میں باعمل.. یا.. بے عمل کی کوئی قید نہیں، چنانچہ اب مطلوبہ نتیجہ نکلے یا نہ نکلے، دین کا کام کرنا، تو لازم رہے گا۔ یہی وجہ تھی کہ جب صحابہ کرام (رضی اللہ

Marfat.com

عنھم) نے بارگاہِ رسالت (ﷺ) میں عرض کی کہ، ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! کیا ہمیں اس وقت نیکی کا حکم کرنا چاہئے جب مکمل طور پر نیکیوں پر عمل کرلیں اور برائیوں سے اس وقت روکنا چاہئے جب ہم مکمل طور پر برائیوں سے کنارہ کش ہوجائیں؟'' تو رحمتِ عالم (ﷺ) کی جانب سے ارشاد ہوا، ''تم نیکیوں کا حکم دیتے رہو اگر چہ تم مکمل طور پر عمل نہ کرسکو، تم برائیوں سے روکتے رہو اگر چہ تمام وکمال اس سے کنارہ کش نہ ہوسکے ہو۔'' (مکاشفۃ القلوب۔ باب نیکی کا حکم کرنا.....)

اور دوسری چیز بہتر وافضل تو ہے، لیکن دین کے کام کے لئے شرط نہیں۔ لھذا بے عملی کے ساتھ اتنا نقصان تو نظر آتا ہے کہ سامنے والا اس طرح اثر قبول نہیں کرے گا کہ جیسا کسی باعمل کے ترغیب دینے پر قبول کرتا (اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ہمیشہ یہی نتیجہ نکلے، کیونکہ بسا اوقات یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کہنے والا کون ہے، بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ کیا کہہ رہا ہے۔) لیکن اگر اس کو دلیل بنا کر دین کا کام ترک کیا، تو نامہ اعمال میں گناہ لکھے جانے کا شدید احتمال ہے، کیونکہ بعض اوقات نیکی کے حکم اور برائی سے روکنے کو ترک کرنا انسان کو گناہ گار کروادیتا ہے، جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ ''نیکی کا حکم کرنے کی کئی صورتیں ہیں۔

☆ اگر غالب گمان یہ ہے کہ ہم اسے کہیں گے تو وہ شخص بات مان جائے گا اور بری بات سے باز آجائے گا، تو نیکی کا حکم واجب ہے، اب اس سے رکنا جائز نہیں۔

☆ اور اگر غالب گمان یہ ہے کہ وہ طرح طرح کی تہمت باندھے گا

Marfat.com

اور گالیاں دے گا، تو ترک کرنا افضل ہے۔

☆ اور اگر معلوم ہو کہ ہمیں مارے گا اور ہم صبر نہ کر سکیں گے.. یا.. اس کی وجہ سے فتنہ وفساد پیدا ہوگا، آپس میں لڑائی ٹھن جائے گی، جب بھی چھوڑنا افضل ہے۔

☆ اور اگر معلوم ہو کہ مجھے مارے گا تو صبر کرلوں گا تو ایسے شخص کو برے کام سے منع کرے، اس صورت میں نیکی کا حکم کرنے والا یہ شخص مجاہد ہے۔

☆ اور اگر معلوم ہے کہ وہ مانے گا نہیں، مگر نہ ہی مارے گا اور نہ گالیاں دے گا تو اسے اختیار ہے۔ مگر افضل یہ ہے کہ امر بالمعروف کرے۔''

لھذا معلوم ہوا کہ فقط مذکورہ وسوسے کی بناء پر دین کام ترک کرنا، باعث نقصان اور شیطان کے لئے خوشی کا سبب واقع ہوگا۔

نیز صبر وتحمل کے سلسلے میں بھی اکابرین کے طریقے کو اپنانا بہت ضروری ہے، کیونکہ بے صبری، مصیبت کو زائل نہیں کرتی، ہاں صبر کا ثواب ضرور ضائع ہو جاتا ہے۔ صبر وتحمل کے حصول اور اس پر استقامت کے لئے یہ بات ذہن نشین رکھنا بہت ضروری ہے کہ دنیا میں آنے والے ہر شخص کو مختلف آزمائشوں میں ضرور مبتلاء کیا جائے گا، پھر صبر کرنے والوں کے لئے انعام اور بے صبری کا شکار ہونے والوں کے لئے سزا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالیشان ہے،

''وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ

Marfat.com

قَالُوْااِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے، تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا (ہے)۔(ترجمۂ کنزالایمان۔سورۃ البقرۃ ۱۵۵۔پ ۲)........''

چنانچہ جب معلوم ہوگیا کہ دنیا میں آنے والے ہر شخص کو مختلف مصیبتوں میں مبتلاء فرما کر اس کا امتحان کرنا ہی شریعت کو مطلوب ہے، تو اب یہ خواہش رکھنا کہ مجھ پر کوئی مصیبت نازل ہی نہ ہو، دراصل اللہ تعالیٰ کی رضا کے برخلاف خواہش رکھنا ہے، لھذا ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اس فرمان مذکور کے پیش نظر ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے آنے والی آزمائشوں کے لئے ذہنی وقلبی طور پر تیار رہے۔اس طرح بے شمار فائدوں کے ساتھ ساتھ ایک فائدہ یہ بھی ضرور حاصل ہوگا کہ آنے والی مصیبت زیادہ تکلیف کا باعث نہ بنے گی۔کیونکہ جب انسان کسی آنے والی پریشانی کے لئے ذہنی طور پر پہلے ہی سے تیار ہو، تو اس کا سامنا کرنا اتنا تکلیف دہ نہیں ہوتا کہ جتنا اچانک آنے والی مصیبت کے وقت محسوس کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان بھائی اور بہن کو دین کی خدمت کرنے، قول وفعل کے تضاد سے خود کو محفوظ رکھنے اور مصیبتوں پر صبر وتحمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔

امین بجاہ النبی الامین (ﷺ)

۱: مصیبتوں پر زبردست صبر وتحمل کی قوت وہمت حاصل کرنے کے لئے علامہ محمد اکمل عطا قادری عطاری کی تالیف ''احساس نعمت'' کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔(ادارہ)

Marfat.com

بیان نمبر[9]

تمھاری لڑکی کی شادی ایک یھودی سے....

مروی ہے کہ ایک مسلمان رئیس، حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) سے بغض رکھا کرتا تھا اور معاذ اللہ آپ کو یہودی کہتا تھا۔ ایک دن موقع محل کے اعتبار سے امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اس کی اصلاح کا ارادہ کیا، چنانچہ اس کے پاس پہنچے اور فرمایا، ''بھائی! میں تمہاری لڑکی کی شادی ایک یہودی سے کرنا چاہتا ہوں۔'' یہ سن کر رئیس کو بے حد غصہ آیا، بولا، ''آپ مسلمانوں کے اتنے بڑے امام ہو کر ایسی بات کرتے ہیں، یہ تو قطعی حرام ہے۔''

امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے ارشاد فرمایا، ''تیرے حرام کہنے سے کیا فرق پڑتا ہے، کیا رسول اللہ (ﷺ) نے یہ عمل نہیں کیا؟'' یہ سنتے ہی وہ تمام معاملہ سمجھ گیا اور توبہ کر کے اپنے ان برے خیالات سے ہمیشہ کے لئے باز آ گیا۔'' (تذکرۃ الاولیاء۔ صفحہ ۱۲۷)

حاصلِ واقعہ:۔

اس ایمان افروز واقعے سے معلوم ہوا کہ

(1) ہمارے اسلافِ کرام (رضی اللہ عنہم) خلافِ شرع بات سن کر جذباتی پن سے کام نہیں لیتے تھے، بلکہ اس کے مرتکب کی خوب سمجھ داری کے ساتھ

Marfat.com

اصلاح کی کوشش کرتے تھے، یہی وجہ تھی کہ کامیابی ان کے قدم چومتی تھی۔

(2) وہ نفوس قدسیہ کسی کی اصلاح کے لئے فوری قدم اٹھانے کے بجائے، درست موقع محل تلاش کیا کرتے تھے۔

محاسبہ :۔

☆اگر آج کے دور میں اندازِ اصلاح کا جائزہ لیا جائے، تو اکثر اس میں بھی اکابرین کی مخالفت نمایاں نظر آتی ہے۔ کیونکہ اب کسی کے گناہ یا بے ادبی پر سمجھ داری کا مظاہرہ کم اور جذباتی پن کا اظہار زیادہ دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی مسلمان، کسی بدمذہب کے بہکائے میں آکر قلبی وسوسے کا شکار ہو کر اس کا اظہار کردے، چاہے وسوسوں سے آزاد ہونے کی غرض سے ہی کیوں نہ ہو، تو اولاً تو کسی عالم دین کے پاس جانے کا مشورہ دینے کے بجائے خود سمجھانے کی نامناسب حرکت کی جاتی ہے، دوسرے یہ کہ سمجھانے کا انداز یہ ہوتا کہ بغیر کسی مؤثر دلیل کے بدمذہبوں کو غلط اور خود کو درست قرار دیا جاتا ہے۔

پھر جب سامنے والا ان بے وزن دلائل سے متاثر نظر نہیں آتا اور آنکھیں بند کر کے بالکل مطمئن ہو جانے کا نعرہ بلند نہیں کرتا، تو فوراً جذباتی پن میں مبتلاء ہو کر کہہ دیا جاتا ہے کہ ''اب اس کی اصلاح ممکن نہیں، یہ تو پکا بدمذہب ہو گیا ہے۔'' پھر اسی پر بس نہیں، بلکہ اس کے خلاف دوسروں کو بھی ابھارا جاتا ہے، اس سے سلام وکلام بند کر دیا جاتا ہے، اس پر طنزیہ جملے کسے جاتے ہیں، حتی

Marfat.com

کہ اگر پہلے بدمذہب اس پر اپنا مکمل رنگ چڑھانے میں ناکام رہے تھے، تو ''دین ومسلک کی محبت میں غرق یہ خادم'' اپنی ان حرکات کی بناء پر ضرور اسے سرتاپا ان کے رنگ میں ڈبو دیتا ہے۔

پھر اس پر کوئی ندامت نہیں، بلکہ ''مسلک کے دفاع کے رنگ میں رنگی ہوئی اس خلافِ مسلک حرکت کو'' اپنا بہت بڑا کارنامہ اور کامل ایمان کی نشانی قرار دیا جاتا ہے۔ پھر یہ معاملہ فقط عوام کے ساتھ ہی نہیں، بلکہ بعض خواص بھی اسی غلطی میں مبتلاء نظر آتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی عام مسلمان جو ہرگز بدمذہب نہیں، امام صاحب سے آکر فقط اتنا ہی پوچھ لے کہ حضور! یہ نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر الٰہی سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے، کیا یہ جائز ہے؟'' تو اکثر اسے مطمئن کرنے اور قرآن وحدیث اور عقلی اعتبار سے اس کے جواز پر دلائل دینے کے بجائے فوراً بدمذہب، مسلک کا مخالف، دشمن اسلام اور نہ معلوم کن کن القابات سے نواز دیا جاتا ہے۔ جس کے باعث طالبِ اطمینان قلب، طالب کے بجائے، حقیقۃً اعتراض کرنے والا بن جاتا ہے۔

اور عام مشاہدہ ہے کہ بدمذہب، مسلمانوں کی جانب سے اس بیوقوفی کے بے چینی سے منتظر رہتے ہیں، جہاں کسی نے جذباتی پن کا مظاہرہ کیا، یہ فوراً ہمدرد کا روپ دھار کر سہارا بننے کی کوشش شروع کر دیتے ہیں۔ جب ایک جانب سے سختی اور دوسری جانب سے نرمی وشفقت کا مظاہرہ نظر آتا ہے، تو عام مسلمان

Marfat.com

ظاہر سے متاثر ہوکر، انہیں ہی حق پر تسلیم کر لیتا ہے اور یوں ایک مسلمان کی تھوڑی سی غفلت کی بناء پر ایک شخص اور اس کی آنے والی کئی نسلیں پکی بدمذہب بن جاتی ہیں۔

☆ اصلاح میں جذباتی پن کا مظاہرہ کرنے کے ساتھ ساتھ، جلد بازی سے بھی بہت زیادہ کام لیا جاتا ہے۔ بسا اوقات تو پہلی ہی ملاقات میں گناہ گار کو درجہ ولایت پر فائز کروانے کا قصد اور اس کے لئے پرزور عملی کوشش شروع کر دی جاتی ہے۔ جس کا نتیجہ، دینی پابندیوں سے بدظنی، دین داروں سے بے زاری اور راہِ فرار اختیار کرنے کی صورت میں نکلتا ہے۔

مقصود کلام :۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ

☆ اگر کسی مسلمان کی جانب سے کوئی خلافِ شرع کام سرزد ہوتے دیکھا جائے، خاص طور پر جس کا تعلق عقائد سے ہو، تو فوراً اسے مسلمانی سے خارج کرنے اور ہمیشہ کے لئے قطع تعلق کا ارادہ کرنے کے بجائے اصلاح اور اس کے ایمان کی حفاظت کا ذہن بنانا چاہیئے۔ ایسے موقع پر ہرگز ہرگز جلد بازی اور جذباتی پن سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ بلکہ خوب ٹھنڈے دل سے غور کرے کہ کیا وہ شخص فقط محبت و اظہارِ اپنائیت کے ذریعے ہی حق کی جانب مائل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر جواب ہاں میں ہو تو اختلافی مسائل پر ہرگز کلام نہ کرے، کیونکہ اس

Marfat.com

طرح عموماً اطمئنان قلب، کم اور اضطرابِ قلب، زیادہ حاصل ہوتا ہے۔

ہاں اگر وہ کسی مسئلے کے بارے میں سمجھائے بغیر راہ راست پر آنے کے لئے تیار نہ ہو تو اب اگر خود سمجھا سکتے ہوں، تو احسن طریقے سے سمجھایا جائے، اس طرح کہ کسی کا نام بھی نہ لیا جائے اور حق بھی واضح ہو جائے، کیونکہ عموماً کسی کو واضح طور نام لے کر غلط ثابت کرنا، عام مسلمان کو بدظن کر دیتا ہے اور اس قسم کے جملے سننے کو ملتے ہیں کہ ''یہ مولوی تو آپس میں لڑتے رہتے ہیں۔''.. یا.. اگر سمجھانے والا دینی پابندیاں اختیار نہ کئے ہوئے ہو، تو اس کے کلام کو مسلمانوں میں تفرقہ بازی قرار دیا جاتا ہے۔

اور اگر خود میں سمجھانے کی صلاحیت نہ پائے، تو بے عزتی محسوس کئے بغیر، سامنے والے کا ذہن بنا کر، فوراً کسی صاحبِ علم شخصیت کے پاس لے جائے اور ان کے ذریعے اصلاح عقائد و اعمال کی کوشش کرے۔ نیز اگر زیر بحث موضوع پر علماءِ حق میں سے کسی کی کوئی اچھی اور عام فہم تحریر موجود ہو، تو اسے تحفتاً یا فقط پڑھنے کے لئے دے کہ بعض اوقات اس طرح بھی اصلاح کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

اور اس بات کا بھی خیال رکھے کہ اگر پہلی دوسری کوشش میں اس کی اصلاح نہ ہوئی، تو ہرگز ہرگز مایوس نہ ہو، بلکہ اسے بدمذہبوں کے چنگل سے چھڑانے اور راہِ حق کی جانب مائل کرنے کو اپنے لئے چیلنج بنا لے۔ کیونکہ اس سے

Marfat.com

مایوس ہونے کا مطلب اسے بربادیٔ ایمان کے لئے مکمل طور پر شیطان کے حوالے کردینا ہے اور یقیناً رحمتِ عالم (ﷺ) کی نسبت کی بناء پر اس پیاری پیاری امت سے محبت رکھنے والا اسے کبھی بھی پسند نہیں کرسکتا۔ اس سلسلے میں اس فرمان سرکار (ﷺ) کو بار بار یاد کرتا رہے کہ

''خدا کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں ایک آدمی کو بھی ہدایت عطا فرمائے، تو یہ سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔'' (بخاری۔ کتاب الجہاد والسیر)

ہاں اگر ہر طرح کی کوشش کے باوجود اصلاح کی کوئی صورت نہ نکل سکے، تو بہر حال اس کے لئے دعاؤں کا سلسلہ کبھی منقطع نہ کرے۔

☆ یونہی کسی گناہ گار کو گناہوں میں مبتلاء دیکھ کر غور و تفکر کئے بغیر فوراً اصلاح کی کوشش شروع نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اللہ عزوجل کا واضح ارشاد مبارک ہے،

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۔ اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ، پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے۔

(ترجمۂ کنز الایمان۔ پ ۱۴۔ النحل ۱۲۵)

چنانچہ اولاً سوچے کہ کیا پہلی ملاقات میں ہی سمجھانے پر اس کی طرف سے قبول اصلاح کی امید ہے یا نہیں۔ اگر امید نظر آئے، تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے نرمی و شفقت سے سمجھائے۔ یہ عموماً اس وقت ہوتا ہے کہ جب سامنے والا، اصلاح کرنے والے کی ذات سے پہلے سے متعارف اور متاثر ہو۔ اور اگر

Marfat.com

مذکورہ امید میں قوت کی کمی نظر آئے، تو دل میں اس کے فعل گناہ سے نفرت وکراہیت رکھتے ہوئے مناسب موقع محل تلاش کرے اور حسن تدبیر اختیار کرے، کیونکہ جب تک کسی کے دل میں پہلے دین کی محبت، دینی پابندیوں کی اہمیت اور فکرِ آخرت پیدا نہیں کی جائے گی، اسے براہِ راست اور فوری طور پر گناہوں سے دور کرنا ممکن نہیں۔ اس کی مثال بالکل اس طرح سمجھنی چاہیئے، جیسے کوئی کسان، زمین کو نرم وسیراب کیے بغیر، اچھا بیج ڈال کر، بہترین فصل حاصل کرنے کا متمنی ہو۔

مشہور واقعہ ہے کہ ایک نوجوان رحمت عالم (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوا کہ ''یارسول اللہ (ﷺ)! مجھے زناء کی اجازت دے دیجئے۔'' یہ سن کر قریب موجود صحابہ کرامؓ (رضی اللہ عنہم) جلال میں آگئے اور ارادہ فرمایا کہ اس نوجوان کو سزا دیں۔ لیکن شفیع محشر (ﷺ) نے انہیں روکتے ہوئے ارشاد فرمایا، ''اسے مت مارو۔'' پھر اس کو اپنے پاس بلا کر بٹھایا اور نہایت نرمی کے ساتھ دریافت فرمایا کہ ''اے نوجوان! کیا تو محبوب رکھتا ہے کہ کوئی یہی فعل تیری ماں کے ساتھ کرے؟'' اس نے عرض کی، ''مین اسے کیسے جائز رکھ سکتا ہوں؟'' آپ نے فرمایا، ''تو پھر دوسرے لوگ تیرے بارے میں اسے کیسے روا رکھ سکتے ہیں؟'' پھر سوال فرمایا، ''اگر کوئی تیری بیٹی کے ساتھ ایسا کرے، تو؟'' اس نے عرض کی، ''میں اسے ناپسند رکھوں گا۔'' پھر دریافت

Marfat.com

فرمایا، ''اگر تیری بہن سے ایسی نامناسب حرکت کرے؟ یا خالہ سے؟''

(اسی طرح آپ نے ایک ایک رشتے کے بارے میں سوال فرمایا) وہ جواب میں نہ کہتا رہا۔ تب رسول اللہ (ﷺ) نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کی، ''اے اللہ (عزوجل)! اس کے دل کو پاک کر دے، اس کی شرمگاہ کو بچالے اور اس کا گناہ بخش دے۔'' اس کے بعد وہ شخص تمام عمر زناء سے بیزار رہا۔ (کیمیائے سعادت۔ باب نیکی کا حکم دینا....)

اللہ تعالیٰ دین کی خدمت، جذبات سے زیادہ عقل کے مشورے کے مطابق کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

بیان نمبر[10]

کھڑا نہ ہونا بے ادبی تصور کرتا ہوں

ایک مرتبہ امام شافعی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) شاگردوں کو سبق پڑھا رہے تھے، دوران سبق اچانک آپ کھڑے ہوگئے۔ تھوڑی دیر کھڑے رہنے کے بعد بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد حسبِ سابق دوبارہ کھڑے ہوگئے۔ تھوڑی دیر بعد پھر بیٹھ گئے۔

حتی کہ آپ نے یہی عمل کم وبیش دس مرتبہ دہرایا۔ آخر شاگردوں سے نہ رہا گیا، پوچھا، ''استادِ محترم! آپ بار بار کھڑے کیوں ہوجاتے ہیں؟'' فرمایا، ''دراصل باہر کچھ بچے کھیل رہے ہیں، ان میں ایک سید زادہ بھی ہے۔ جب وہ قریب آتا ہے، تو اس کی تعظیم کی خاطر کھڑا ہوجاتا ہوں۔ کیونکہ میں، رسول اللہ (ﷺ) کے خاندان کے ایک فرد کے قریب آنے پر ادباً کھڑا نہ ہونا، بے ادبی تصور کرتا ہوں۔'' (تذکرۃ الاولیاء۔ صفحہ ۱۳۰)

حاصلِ واقعہ :۔

اس ایمان افروز واقعے سے معلوم ہوا کہ

(1) ہمارے اکابرین، حبیبِ کبریا (ﷺ) سے حقیقی محبت کرتے تھے، جس کا اندازہ ان کے کردار وافعال سے بخوبی لگایا جاسکتا تھا۔ چونکہ رسول اللہ (ﷺ) کی اولادِ پاک سے محبت رکھنا اور ان کی تعظیم بجالانا بھی علاماتِ محبت

Marfat.com

رسول (ﷺ) میں سے ایک ہے، لھذا اس سیدزادے کا ادب فرمانے سے ثابت ہوا کہ آپ کے دل میں محبتِ رسول (ﷺ) کا سمندرِ عظیم موجزن تھا۔

(2) وہ نفوسِ قدسیہ بے حد عاجزی پسند ہوا کرتے تھے۔ کیونکہ اتنی جلالتِ علمی اور مخلوق میں اعلیٰ مرتبہ حاصل کرنے کے باوجود نسبتِ رسول (ﷺ) کے سبب، ایک بچے کا ادب کرنا، دل کے تکبر سے خالی ہوئے بغیر ممکن نہیں۔

(3) انکے نزدیک نسبت کی بہت زیادہ اہمیت ہوا کرتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ نسبت رکھنے والی شخصیت کی تعظیم کے لئے اس کے ذاتی اوصاف نہیں، بلکہ فقط نسبت کو کافی سمجھا کرتے تھے۔

محاسبہ :۔

موجودہ دور، مذکورہ معاملے میں بھی کافی مختلف نظر آتا ہے، کیونکہ

☆ اب دینی لحاظ سے حاصل شدہ نسبت کا ادب تقریباً ختم اور اس کے برخلاف دنیاوی نسبتوں کی تعظیم زیادہ کی جاتی ہے۔ دینی نسبت سے متعلقہ اخروی فوائد کو نظر انداز زیادہ اور دنیاوی فوائد کے حصول کو کثرت سے پیش نظر رکھا جاتا ہے۔

مثلاً اگر بیٹی کی شادی کرنی ہو اور دو رشتے سامنے ہوں۔ ایک کسی دینی نسبت کے لحاظ سے اور دوسرا دنیاوی منصب کے اعتبار سے تو اکثر دنیاوی منصب والے کو فوقیت دی جاتی ہے۔ اگر کسی کو نوکری پر لگانا ہو، تو سفارش والا

Marfat.com

فوقیت حاصل کرے گا، نسبت والے کی نسبت نظر انداز کردی جائے گی۔ اگر کسی کی امداد کرنا مقصود ہو اور سامنے دینی و دنیاوی نسبت رکھنے والے دو قسم کے افراد ہوں، تو یہاں بھی عموماً دنیاوی نسبت آگے بڑھ جاتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ

یونہی تعظیمی معاملے میں بھی دنیاوی عہدے، رشتہ داری اور دنیاوی فوائد کا حصول، نسبت سے آگے آگے نظر آتا ہے۔

☆ نیز اس معاملے میں عاجزی بھی تقریباً آخری ہچکیاں لے رہی ہے۔ جسے کسی بھی لحاظ سے مخلوق میں مقام عزت حاصل ہوگیا، چاہے گنتی کے چند لوگوں میں ہی کیوں نہ ہو، اکثر دیکھا گیا ہے کہ وہ نسبت رکھنے والے کو نگاہِ حقارت سے دیکھنا، معمولی بات سمجھتا ہے۔ بلکہ اس عارضی عزت کی بناء پر اس کے قلب میں اپنی تعظیم کروانے کی خواہش زیادہ نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے حضرات کی محافل میں خوشامدیں کرنے والے فساق کو قریب، جبکہ نسبت رکھنے والوں کو دور نشست ملتی ہے۔

مقصود کلام:۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ

☆ اگر کسی فتنہ وفساد وخرابی کا اندیشہ نہ ہو، تو نسبت کو فوقیت دینے کو اپنے لئے سعادت سمجھنا چاہیئے، خصوصاً جب کہ اس کا تعلق حبیبِ کبریا (ﷺ) سے ہو، کیونکہ اولادِ رسول (ﷺ) کی تعظیم دراصل سید الانبیاء (ﷺ) کی ہی

Marfat.com

تعظیم ہے، جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ

''اہل بیت کی تعظیم کرنے کے ذریعے رسول اللہ (ﷺ) کی عزت واحترام کرو۔'' (بخاری۔ باب مناقب الحسن والحسین)۔

نیز تاریخ گواہ ہے کہ شافع روزِ جزاء کی عترتِ پاک اور اہل خاندان سے تعظیم کا سلوک بارگاہِ رسول (ﷺ) سے خصوصی کرم نوازی کا سبب بنتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ربیع بن سلمان (رحمہ اللہ) اپنا ایک ایمان افروز واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ

میں ایک مرتبہ کچھ لوگوں کے ساتھ حج پر جارہا تھا۔ میرا بھائی بھی میرے ساتھ تھا۔ جب ہم کوفہ پہنچے تو میں ضروریاتِ سفر خریدنے کے لئے بازار کی طرف چلا گیا۔ وہاں میں نے ایک ویران سی جگہ میں دیکھا کہ ایک خچر مرا پڑا ہے اور بہت پرانے اور بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے ایک عورت چاقو سے اس کا گوشت کاٹ کاٹ کر تھیلے میں رکھ رہی ہے۔ میں نے سوچا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ عورت کوئی بھٹیارن ہو اور یہی مردار کا گوشت پکا کر لوگوں کو کھلا دے' چنانچہ مجھے اس کی تحقیق ضرور کرنی چاہئے، پس میں چپکے چپکے اس کے پیچھے ہولیا۔ چلتے چلتے وہ ایک مکان کے دروازے پر پہنچی، اس نے دروازہ بجایا تو اندر سے پوچھا گیا کہ ''کون؟'' تو جواب دیا، ''کھولو! میں ہی بدحال ہوں۔'' دروازہ کھلا تو میں نے دیکھا کہ چار بچیاں ہیں جن کے چہروں سے بدحالی اور مصیبت ٹپک رہی ہے۔

Marfat.com

وہ عورت اندر داخل ہوگئی اور دروازہ بند ہوگیا۔ میں جلدی سے دروازے کے قریب گیا اور اس کے سوراخوں سے اندر جھانکنے لگا۔ میں نے دیکھا کہ اندر سے وہ گھر بالکل خالی اور برباد ہے۔ اس عورت نے وہ تھیلا ان لڑکیوں کے سامنے رکھ دیا اور روتے ہوئے کہنے لگی، ''لو! اس کو پکا لو اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔''

وہ لڑکیاں اس گوشت کو کاٹ کاٹ کر لکڑیوں پر بھوننے لگیں۔ میرے دل کو اس سے بہت ٹھیس پہنچی اور میں نے باہر سے آواز دی کہ، ''اے اللہ کی بندی! خدا تعالیٰ کے واسطے اس کو نہ کھا۔'' وہ کہنے لگی، ''تم کون ہو؟'' میں نے جواب دیا کہ ''میں پردیسی ہوں۔'' اس نے کہا ''ہم تو خود مقدر کے قیدی ہیں، تین سال سے ہمارا کوئی معین و مددگار نہیں، تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟'' میں نے کہا کہ ''مجوسیوں کے ایک فرقے کے سواء کسی مذھب میں مردار کھانا جائز نہیں۔'' کہنے لگی کہ ''ہم خاندانِ نبوت ﷺ سے ہیں، ان کا باپ انتقال کر چکا ہے، جو تر کہ اس نے چھوڑا تھا وہ ختم ہوگیا۔ ہمیں معلوم ہے کہ مردار کھانا جائز نہیں لیکن ہمارا چار دن کا فاقہ ہے اور ایسی حالت مین مردار جائز ہو جاتا ہے۔''

ان کے حالات سن کر مجھے رونا آ گیا، میں انہیں انتظار کرنے کا کہہ کر واپس ہوا اور اپنے بھائی سے کہنے لگا کہ، ''میرا ارادہ حج کا نہیں رہا۔'' بھائی نے مجھے بہت سمجھایا، فضائل وغیرہ بتائے۔ میں نے کہا کہ، ''بس لمبی چوڑی بات نہ کرو، میرا ارادہ تبدیل ہو چکا ہے۔'' پھر میں نے اپنا احرام اور سارا سامان لیا

Marfat.com

اور نقد چھ سو درھم میں سے سو درھم کا کپڑا خریدا اور سو درھم کا آٹا خریدا اور بقیہ پیسہ اس آٹے میں چھپا کر اس عورت کے گھر لے جا کر تمام چیزیں اس کو دے دیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے لگی اور کہنے لگی، ''اے ابن سلمان (رحمہ اللہ)! جا اللہ تعالیٰ تیرے اگلے پیچھے سب گناہ معاف فرمائے اور تجھے حج کا ثواب عطا کرے اور جنت میں تجھے جگہ عطا فرمائے اور دنیا ہی میں تجھے ایسا بدل عطا فرمائے جو دنیا میں تجھ پر ظاہر ہو جائے۔''

سب سے بڑی لڑکی نے کہا، ''اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا دوگنا اجر عطا فرمائے اور آپ کے گناہ بخش دے۔'' دوسری لڑکی نے کہا کہ ''آپ کو اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ عطا فرمائے جتنا آپ نے ہمیں دیا۔'' تیسری نے کہا کہ ''اللہ تعالیٰ ہمارے نانا جان ﷺ کے ساتھ آپ کا حشر کرے۔'' چوتھی نے کہا کہ، ''اے اللہ تعالیٰ! جس نے ہم پر احسان کیا تُو اس کا نعم البدل جلدی عطا کر اور اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے۔'' پھر میں واپس آ گیا۔

میں مجبوراً کوفہ ہی میں رک گیا اور باقی ساتھی حج کے لئے روانہ ہو گئے۔ جب حاجی لوٹ کر آنے لگے تو میں نے سوچا کہ ''ان کا استقبال کروں اور اپنے لئے دعا کرنے کا کہوں، شاید کسی کی مقبول دعا مجھے بھی لگ جائے۔'' جب مجھے حاجیوں کا قافلہ نظر آیا تو اپنی حج سے محرومی پر بے اختیار رونا آ گیا۔ میں ان سے ملا تو کہا کہ، '' اللہ تعالیٰ تمہارے حج کو قبول فرمائے اور تمہیں

Marfat.com

اخراجات کا بدلہ عطا فرمائے۔'' ان میں سے ایک نے پوچھا کہ ''یہ دعا کیسی؟'' میں نے کہا ''یہ اس شخص کی دعا ہے جو دروازے تک کی حاضری سے محروم ہو۔''

وہ کہنے لگے، ''بڑے تعجب کی بات ہے کہ اب تو وہاں جانے ہی سے انکار کر رہا ہے۔ کیا تو ہمارے ساتھ عرفات کے میدان میں نہ تھا؟...تو نے ہمارے ساتھ رمی جمرات نہ کی؟ ...اور کیا تو نے ہمارے ساتھ طواف نہ کیے؟''...آپ فرماتے ہیں کہ میں دل ہی دل میں تعجب کرنے لگا کہ اتنے میں خود میرے شہر کا قافلہ بھی آ گیا۔ میں نے کہا کہ ''اللہ تعالیٰ تمہاری کوششیں قبول فرمائے۔'' تو وہ بھی یہی کہنے لگے کہ ''تو ہمارے ساتھ عرفات پر نہ تھا؟ یا رمی جمرات نہ کی؟ اور اب انکار کرتا ہے۔''

پھر ان میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ ''بھائی! اب کیوں انکار کرتے ہو؟ کیا تم ہمارے ساتھ مکے شریف اور مدینہ منورہ میں نہ تھے؟ اور ہم شفیع اعظم ﷺ کی قبرِ انور کی زیارت کر کے واپس آ رہے تھے، تو رش کی وجہ سے تم نے یہ تھیلی میرے پاس امانت رکھوائی تھی، جس کی مہر پر لکھا ہوا ہے کہ، ''مَنْ عَامَلَنَا رَبِحَ (جو ہم سے معاملہ کرتا ہے، نفع کماتا ہے)، اب یہ تھیلی واپس لے لو۔''

حضرت ربیع بن سلمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے اس تھیلی کو پہلے کبھی نہ دیکھا تھا، میں اس کو لے کر گھر واپس آ گیا۔ عشاء کے بعد وظیفہ پورا کیا،

Marfat.com

اسی سوچ میں جاگتا رہا کہ معاملہ کیا ہے؟ اچانک میری آنکھ لگ گئی۔ خواب میں سرور عالم (ﷺ) کی زیارت کی، میں نے آپ کو سلام عرض کیا اور ہاتھ چومے۔'' پیارے آقا (ﷺ) نے مسکراتے ہوئے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ ''اے ربیع! آخر ہم کتنے گواہ اس بات پر قائم کریں کہ تو نے حج کیا ہے؟ تو مانتا ہی نہیں، سُن جب تو نے میری اولاد میں سے ایک عورت پر صدقہ کیا اور اپنا زادِ راہ ایثار کر کے اپنا حج ملتوی کر دیا۔ تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ''وہ تجھے اس کا اچھا بدلہ عطا فرمائے۔'' تو اللہ تعالیٰ نے تیری صورت کا ایک فرشتہ بنا کر حکم دیا کہ وہ قیامت تک ہر سال تیری طرف سے حج کیا کرے۔ اور دنیا میں تجھے یہ بدلہ دیا ہے کہ چھ سو درھم کے بدلے چھ سو دینار عطا فرمائے، تو اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھ۔''

پھر آقا ﷺ نے وہی الفاظ دہرائے ''مَنْ عَامَلَنَا رَبِحَ۔'' حضرت ربیع بن سلمان (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ جب میں سو کر اٹھا اور تھیلی کو کھولا، تو اس میں چھ سو اشرفیاں ہی تھیں۔ (رفیق الحرمین بحوالہ رفقۃ الساوی)

ایسا ہی ایک ایمان افروز واقعہ امام غزالی نے بھی نقل فرمایا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں کہ ''ایک علوی صاحبِ ثروت شخص کا انتقال ہو گیا۔ اس کی زوجہ بھی علویہ تھیں اور چند بیٹیاں بھی تھیں۔ اس کے انتقال کے بعد گردشِ ایام کی بناء پر اس خاندان پر تنگ دستی نے غلبہ کیا، حتی کہ زوال عزت کے خوف سے شہر سے باہر ایک مسجدِ ویران میں قیام پر مجبور ہو گئیں۔ ایک دن سخت بھوک کے عالم میں

Marfat.com

ماں نے بچیوں کو وہیں چھوڑا اور خوراک کی تلاش میں شہر کی جانب روانہ ہوگئی۔شہر کے ایک بڑے مسلمان رئیس سے سارا حال بیان کیا اور مدد کے لئے کہا۔اس نے کہا،''اس پر کون گواہ ہے کہ یہ سب کچھ سچ ہے، پہلے میرے پاس گواہ لاؤ پھر مدد کرسکتا ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے عورت کی جانب سے منہ پھیر لیا۔

عورت مایوس ہوکر ایک مجوسی کے پاس پہنچی اور اس کے سامنے بھی سار امعاملہ ذکر کیا۔اس نے عورت کو بہت تعظیم سے بٹھایا اور اپنی بچی کو مسجد میں بھیجا تا کہ عورت کی بچیوں کو لایا جاسکے۔جب بچیاں پہنچ گئیں، تو انہیں اپنے گھر میں ٹھہرایا اور خاطر مدارت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

جب رات ہوئی تو اسی مسلمان رئیس نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہوچکی ہے، رسول اللہ (ﷺ) حمد کا جھنڈا لئے ہوئے ہیں اور آپ کے پاس ایک بہت بڑا اور خوبصورت محل ہے۔اس نے دریافت کیا،''یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! یہ کس کے لئے ہے؟'' فرمایا،''ایک مسلمان کے لئے۔'' اس نے عرض کی،''میں بھی مسلمان موحد ہوں۔'' سرکار (ﷺ) نے فرمایا،''میرے پاس اپنے مسلمان ہونے کے گواہ پیش کرو۔'' یہ خواب میں ہی حیران رہ گیا اور تمام معاملہ سمجھ گیا۔

اس کی آنکھ کھلی تو طبیعت پر بے حد غم ورنج وحسرت کی کیفیت طاری تھی۔اس نے فوراً اس عورت کو تلاش کرنا شروع کردیا۔طویل جدوجہد کے بعد

Marfat.com

معلوم ہوا کہ ایک مجوسی کے گھر میں تشریف فرما ہیں۔اس نے مجوسی کے پاس جا کر انہیں حوالے کرنے کی درخواست کی۔مجوسی نے انکار کرتے ہوئے کہا،''یہ نہیں ہوسکتا، کیونکہ ان کی بناء پر مجھے بے حد برکات حاصل ہوئی ہیں۔''اس نے کہا،''مجھ سے ایک ہزار دینا لے لو،لیکن انہیں میرے ساتھ بھیج دو۔''مجوسی نے پھر انکار کیا۔اب اس نے اس پر مسلمانی کا رعب جھاڑنا شروع کیا۔

مجوسی نے جواب دیا کہ''جس چیز کی تجھے تمنا ہے،اس کا میں زیادہ مستحق ہوں اور مجھ پر اپنے اسلام کا فخر جتانے کی ضرورت نہیں۔سن جو محل تو نے خواب میں دیکھا ہے،وہ میرے لئے ہے۔کیونکہ خدا کی قسم!میں اور میرے گھر والے گزشتہ رات سونے سے پہلے ہی اس عورت کے سامنے اسلام قبول کر چکے تھے اور میں نے بھی وہی خواب دیکھا ہے،جو تجھے دکھایا گیا ہے۔رسول اللہ(ﷺ) نے مجھ سے خواب میں پوچھا تھا کہ علویہ عورت اور اس کی بیٹیاں تیرے گھر پر ہیں؟''میں نے عرض کی،''جی ہاں۔''فرمایا،''یہ محل تیرے اور تیرے گھر والوں کے لئے ہے۔''

یہ سن کر وہ مسلمان مایوسی کی حالت میں پلٹ گیا اور اس پر جو غم واندوہ طاری تھا،اسے وہی جانتا تھا۔''(مکاشفۃ القلوب۔۵۲۴)

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں سادات کرام کا صحیح ادب نصیب فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین(ﷺ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

بیان نمبر [11]

کچھ بھی مؤاخذہ نہیں کروں گا

کہا جاتا ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ علیہ) قرآن کے مخلوق ہونے کے عقیدے کی مخالفت فرماتے تھے۔جسکی بناء پر بغداد کے معتزلہ نے ہنگامہ کھڑا کر دیا اور دربارِ خلافت میں شکایت لگا دی،جس کے نتیجے میں آپ کو ایک ہزار کوڑے لگائے گئے۔اتنی شدید اذیت برداشت کرنے کے باوجود آپ نے اس باطل عقیدے کو درست قرار نہ دیا۔

جب آپ کو چھوڑ دیا گیا،تو لوگوں نے پوچھا،''حضور! جن فتنہ پردازوں کی وجہ سے آپ کو اتنی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا،ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟''فرمایا،''وہ اپنے خیال کے مطابق مجھے گمراہ خیال کرتے ہیں،لھذا انہوں نے مجھے جو بھی اذیتیں دی ہیں،اللہ کی رضا کی خاطر دی ہیں،یہی وجہ ہے کہ میں ان سے کچھ بھی مؤاخذہ نہیں کروں گا۔''

(تذکرۃ الاولیاء۔صفحہ ۱۳۲)

حاصلِ واقعہ:۔

اس ایمان افروز واقعے سے معلوم ہوا کہ

(1) ہمارے اکابرین کرام (رضی اللہ عنہم) ہمیشہ حق کا ساتھ دیا کرتے تھے،چاہے اس سلسلے میں انہیں کتنی ہی تکالیف کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑتا ہو۔

(2) ان کے قلوب،اپنی ذات کی خاطر انتقام کی خواہش سے پاک

Marfat.com

وصاف تھے۔

(3) وہ اپنے تکلیف پہنچانے والوں سے بھی حسن ظن رکھا کرتے تھے۔

محاسبہ :۔

☆فی زمانہ حق کا ساتھ دینا بھی کہیں کہیں ہی دیکھا جاتا ہے۔ورنہ اکثر ، دوستی ،منصب ،رشتہ داری ،زوال عزت کا خوف ،حصول عزت کی خواہش ،دنیا کی محبت اور بسا اوقات جہالت ،انسان کو حق کے بجائے ناحق کی جانب مائل کروا دیتی ہے۔ بلکہ اگر کسی دنیاوی نقصان میں مبتلاء ہونے کا صحیح اندیشہ ہو،تو حق کا ساتھ دینا بے وقوفی میں شمار کیا جاتا ہے۔اس سلسلے میں نہ تو ضمیر کی ملامت پر توجہ ہوتی ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی کوئی پرواہ ۔کبھی حق کا ساتھ دینے کو ''پرائے جھگڑے میں پڑنا'' قرار دے کر بے پرواہی اختیار کی جاتی ہے۔

☆یونہی اب انتقامی کاروائی سے باز رہنا، بزدلی اور بے وقوفی سمجھا جاتا ہے۔جو شخص جواباً، دوسرے کے مقابلے میں زیادہ تکلیف نہ دے سکے، اسے ناکام قرار دے کر جذبات کو مزید مشتعل کیا جاتا ہے۔جبکہ دوسرے سے بڑھ کر اذیت پہنچانے والے کی حوصلہ افزائی ،اب ایک عام سی بات ہے۔

☆اسی طرح اب اپنے مسلمان بھائیوں سے حسن ظن قائم رکھنا بھی تقریباً مفقود ہو چکا ہے۔بات بات پر بدگمانی کا شکار ہونا برا نہیں جانا جاتا ۔ چاہے سامنے والا شخص دنیادار ہو.. یا..دینی لحاظ سے قابل تعظیم، ہر ایک سے

Marfat.com

مختلف حوالوں سے سوءِ ظن رکھنا عام ہو چکا ہے۔ جہالت میں مبتلاء ہونے کی بناء پر عموماً توبہ کی توفیق بھی حاصل نہیں ہونے پاتی اور یوں نامہ اعمال میں گناہوں کا انبار لگتا چلا جاتا ہے۔

مقصود کلام :۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ

☆ ہر انسان کو چاہیئے کہ ہمیشہ حق کا ساتھ دے، چاہے اس سلسلے میں کتنی ہی تکالیف کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے۔ کیونکہ یہ وقتی تکلیف تو یقیناً ختم ہو جائے گا، لیکن اللہ تعالیٰ کے، اس فعل حسن سے راضی ہو جانے کی صورت میں، آخرت میں ملنے والے انعامات کا سلسلہ کبھی اختتام پزیر نہ ہوگا۔ اس سلسلے میں کسی کی مروت وڈر نہیں، بلکہ ہمیشہ اللہ عزوجل کا خوف ورضا پیش نظر رہنی چاہیئے۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ

میں ایک دن رحمت عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے سوار تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا، ''اے لڑکے! میں تجھے چند کلمات سکھاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کر، اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت کر، اسے اپنے سامنے پائے گا۔ جب طلب کر تو اللہ تعالیٰ سے طلب کر اور جان لے کہ اگر تمام امت تجھے نفع دینے پر متحد ہو جائے، تو تجھے وہی فائدہ پہنچائیں گے، جو تیرے مقدر میں ہے اور اگر سب کے سب تجھے نقصان پہنچانے پر اتفاق

Marfat.com

کرلیں،تو اسی قدر نقصان پہنچائیں گے،جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دیا،قلمیں اٹھادی گئیں اور صحیفے خشک ہوگئے۔''

(ترمذی۔کتاب صفت القیامۃ والرقائق والورع)

لیکن یہاں چند باتیں بے حد قابل غور ہیں۔

پہلی یہ کہ حق کا ساتھ اور ناحق سے منہ موڑنے کا دعویٰ کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ اسے اتنا علم وشعور حاصل ہو کہ جس کی روشنی میں فیصلہ کر سکے کہ میں جس کو حق وناحق سمجھ رہا ہوں،وہ حقیقۃً بھی حق وناحق ہیں یا نہیں۔کیونکہ جاہل وبے شعور،بسا اوقات حق کو ناحق اور ناحق کو حق قرار دے دیتا ہے اور یوں اپنے گمان میں حق کا ساتھ دینے کے باوجود ناحق کی تقویت کا سبب بن رہا ہوتا ہے۔چنانچہ اگر کوئی اپنے دل میں،کسی بھی معاملے میں،حق کا ساتھ دینے کی خواہش موجود پائے اور وہ یہ بھی بخوبی جانتا ہے کہ میں حق وناحق کی پہچان میں غلطی میں مبتلاء ہوسکتا ہوں،تو حق کا ساتھ دینے کا اعلانیہ اظہار کرنے سے پہلے اس پر لازم ہے کہ کسی صاحبِ علم وشعور سے مشورہ کرکے اس بات کی تصدیق کرلے کہ حق وناحق کی پہچان میں اس نے دھوکہ تو نہیں کھایا۔

دوسری یہ کہ اگر اظہارِ حق میں کسی فتنہ شدید کا اندیشہ ہو کہ مسلمانوں میں باہم تفریق وانتشار پیدا ہوجائے گا،تو وہاں غور کیا جائے کہ جس مسئلہ میں جھگڑا ہوا،اس کا تعلق گمراہی وبے دینی سے ہے یا نہیں۔اگر ہے،تو اب غور کیا جائے کہ معاشرے میں اس شخص کی حیثیت رہنما وقائد کی ہے یا نہیں۔

Marfat.com

اگر ہے تو چاہے کتنے ہی فتنے کا اندیشہ ہو، حق کا اعلانیہ طور پر ساتھ دینا لازم ہے، جیسا کہ امام احمد بن حنبل (رضی اللہ عنہ) کے عمل مبارک سے ظاہر ہو، کیونکہ قائد کی خاموشی، عوام الناس کے لئے دلیل بن جائے گی اور وہ قبول حق اور مخالفتِ ناحق سے گریز کریں گے۔

لیکن اعلانیہ طور پر ساتھ دینے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ناحق پر مصر حضرات کا نام لے کر رد کیا جائے، بلکہ حکمۃً بغیر نام لئے اور کسی کی جانب منسوب کئے بغیر بھی مخالفت کی جا سکتی ہے ..اور.. مسئلہ گمراہی و بے دینی کا نہیں، بلکہ ذاتی نوعیت کا لڑائی جھگڑا ہے یا دینی لحاظ سے نا اتفاقی ہے، لیکن گمراہی و بے دینی کا اندیشہ نہیں یا مسئلہ گمراہی و بے دینی کا ہی ہے، لیکن اس شخص کی حیثیت رہنما و قائد کی سی نہیں، بلکہ عوام الناس میں سے ہے،، تو پھر فتنہ و فساد سے بچنے اور بچانے کی نیت سے خاموشی اختیار کرنا جائز ہے۔ اگر چہ اس صورت میں بھی قائد کا عمل، عوام کے لئے دلیل بنے گا، لیکن چونکہ یہ خاموشی گمراہی کی جانب مائل کرنے والی نہیں، لھذا فتنے کو دبانے کو فوقیت دی جائے گی۔

☆ یونہی عفو درگزر کی عادت کو اپنانا بھی بہت بڑی سعادت ہے کہ یہ وہ عظیم عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب (ﷺ) کو اس کی خاص طور پر تلقین فرمائی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے،

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ ☆ اے

Marfat.com

محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

(ترجمہ کنز الایمان۔سورۃ الاعراف ۱۹۹۔پ۹)

اور ہادی اعظم (ﷺ) نے اس حکم پر کس طرح عمل فرمایا، اس کا اندازہ سیدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی اس حدیثِ پاک سے لگایئے، فرماتی ہیں،

رسول اللہ (ﷺ) نے کسی کو بھی اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، نہ کسی عورت کو، نہ کسی خادم کو، مگر آپ اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد فرماتے رہے اور اگر آپ کو کسی سے تکلیف پہنچی، تو آپ نے کبھی اس سے بدلہ نہیں لیا، البتہ اگر اللہ تعالیٰ کی جانب سے محترم ٹھہرائی گئی اشیاء میں سے کسی کی بے حرمتی ہوتی، تو اللہ تعالیٰ کے لئے بدلہ لیتے۔'' (مسلم۔کتاب الفضائل)

لیکن دیگر اعمال صالحہ کی طرح اس میں بھی اخلاص کو پیش نظر رکھنا بے حد ضروری ہے یعنی یہ عمل فقط اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کیا جائے، کسی کو اپنی جانب مائل کرنے، تعریفی جملے سننے، دوسروں کے درمیان نمایاں درجہ حاصل کرنے، عزت بچانے، دوسروں کی ملامت سے بچنے اور کسی دنیاوی فائدے کو حاصل کرنے کے لئے عفو درگزر بھی بہتر ہے، لیکن ان صورتوں میں ہوسکتا ہے کہ سنت پر عمل کا کامل ثواب حاصل نہ ہوسکے۔

نیز جب اس عمل پر عمل پیرا ہونے کا پختہ ارادہ کرلیا جائے، تو اب چاہے اس کا اختیار کرنا نفس کے لئے آسان ہو، جیسے کسی دوست یا قریبی رشتہ دار کو معاف کرنا.. یا.. بے حد دشوار، جیسے کسی دشمن کو معاف کرنا، ہر حال میں اسے

Marfat.com

اپنانا چاہیئے، چاہے نفس ساتھ دینے کے لئے تیار ہو یا نہ ہو۔ بلکہ جب کسی وجہ سے اس پر عمل بے حد دشوار نظر آئے، تو نفس کو زیر کرنے کے لئے خود کو سمجھائے کہ جو عمل نفس پر جتنا زیادہ دشوار ہوتا ہے، بارگاہِ الٰہی میں اس کی قیمت اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے، لھذا مجھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ملنے والے انعام کو دیکھنا چاہیئے، نہ کہ وقتی تکلیف کو پیش نظر رکھوں۔

نیز یہ بھی یاد رہے کہ عفو درگزر کا مطلب ہر قسم کے طریقہ انتقام یعنی بدلے کو ترک کرنا ہے۔ چنانچہ فقط ہاتھ پاؤں سے بدلہ لینے سے رک جانے کا نام ہی عفو درگزر نہیں، بلکہ زبان و قلب کو شکوے اور زبان کے ذریعے تکلیف پہنچانے والے کو تکلیف پہنچانے سے روکنا بھی ضروری ہے۔

☆ یونہی حتی الامکان مسلمان بھائیوں اور بہنوں سے حسن ظن قائم رکھنا چاہیئے۔ حسن ظن قائم رکھنے کا مطلب ہے کہ ان کے کسی قول کو سن کر اور کسی فعل کو دیکھ کر اچھا نتیجہ نکالنا۔ مثلاً کسی کو دیکھا کہ نعت یا بیان سنتے ہوئے رو رہا ہے، تو یہ یہ سوچنا چاہیئے کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے خوف یا عشق رسول (ﷺ) میں رو رہا ہے۔ اس کے برعکس اگر یوں نتیجہ نکالا کہ یہ فقط دوسروں کو متاثر کرنے کے لئے ریاکارانہ طور پر رو رہا ہے، تو یہ بدگمانی اور حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے، ارشاد ہوتا ہے،

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ

Marfat.com

اِثْمٌ۔اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔

(ترجمۂ کنزالایمان۔سورۃ الحجرات ۱۲۔پ ۲۶)۔

اسی طرح اگر سامنے والا کسی معاملے میں اپنا عذر بیان کر رہا ہو، تو اسے سچا گمان کرنا چاہیئے، نہ کہ دل ہی دل میں اسے جھوٹا اور دھوکے باز گمان کریں۔

سید الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) ارشاد فرماتے ہیں، ''بدگمانی سے بچو، کیونکہ بدگمانی بہت جھوٹی بات ہے۔'' (بخاری۔کتاب الوصایا) [1]

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حق کا ساتھ دینے، عفو و درگزر اپنانے اور دوسروں سے حسن ظن قائم رکھنے توفیق مرحمت فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

[1] :۔بدگمانی کے بارے میں تفصیلاً جاننے کے لئے علامہ اکمل قادری عطاری مدظلہ العالی کی تصنیف قرآنی بیانات کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔(ادارہ)

Marfat.com

بیان نمبر[12]

نہیں ،ٹاٹ کافی ہے

امام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ آپ مکہ معظمہ تشریف لے گئے تا کہ حضرت سفیان ثوری (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) سے حدیثِ پاک سماعت کر سکیں۔آپ روزانہ،ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور سماعتِ حدیث کا شرف حاصل کرتے۔ایک دن غیر حاضر ہوئے ،تو حضرت سفیان ثوری (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) نے خادم کو خیریت دریافت کرنے کے لئے بھیجا۔ خادم نے جا کر دیکھا کہ آپ نے کپڑے دھوبی کو دھونے کے لئے دیئے ہوئے ہیں اور خود نیم برہنہ بیٹھے ہیں۔

اس نے عرض کی ،''حضرت !اگر آپ پسند فرمائیں،تو کچھ رقم مجھ سے لے لیں اور ایک دوسرا لباس سلوا لیں۔'' آپ نے اسے منع کرتے ہوئے فرمایا،''میں نے ایک کتاب لکھی ہے،اس کو فروخت کر کے دس گز ٹاٹ لا دو، تا کہ ایک کرتہ اور تہہ بند تیار کروالوں۔'' خادم نے عرض کی،''اگر اجازت دیں تو کتان[1] خریدلوں؟'' فرمایا،''نہیں،ٹاٹ کافی ہے۔'' (تذکرۃ الاولیاء۔صفحہ ۱۳۳)

حاصلِ واقعہ:۔

اس ایمان افروز واقعے سے معلوم ہوا کہ

(1) ہمارے اکابرین (رضی اللہ عنہم) اپنے لئے نعمتوں کی فراوانی ممکن

[1]:۔ایک قسم کا باریک کپڑا

Marfat.com

پانے کے باوجود قناعت کوفوقیت دیا کرتے تھے۔جیسا کہ امام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ تعالی علیہ)، باوجود یہ کہ امام وقت ہونے کی بناء پر کثیر معتقدین رکھتے تھے، جو آپ کے اشارے پر نعمتوں کا ڈھیر لگا دینے کو یقیناً اپنے لئے بہت بڑی سعادت تصور کرتے، لیکن آپ نے رضائے الٰہی کی خاطر قناعت کو اختیار فرمایا۔

(2) وہ نفوس قدسیہ اپنی خودداری کو ٹھیس نہیں لگنے دیتے تھے۔یہی وجہ تھی کہ امام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) نے کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کیا اور نہ ہی خادم کی پیشکش قبول فرمائی۔

(3) سنت کے مطابق سادہ ترین زندگی گزارنا ان کی عادت میں شامل تھا، یہی وجہ تھی کہ آپ نے کتان کی پیشکش کو رد فرما کر ٹاٹ لانے پر اصرار فرمایا۔

محاسبہ :۔

☆فی زمانہ قناعت اختیار کرنا بھی ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔ہر شخص ہر دنیاوی معاملے میں زیادہ سے زیادہ کا متمنی ہے۔جو عقیدت مندوں کے ذریعے کچھ حاصل کر سکتا ہے، وہ موقع ضائع کرنے کے لئے قطعی طور پر تیار نہیں، بلکہ اپنے محبین میں سے اسے فوقیت دیتا ہے کہ جو اسے زیادہ سے زیادہ نذرانہ پیش کرتا ہو۔یونہی

ایک دکان والا دو دکان.....

Marfat.com

ایک مکان والا دو مکان.....

نوکری والا اس میں ترقی.....

کاروباری، وسعتِ کاروبار..اور..

عام آدمی مال ومتاع کی کثرت کا خواہش مند ہے۔اب درس قناعت دینے والے، خود قناعت کا خون کرتے نظر آتے ہیں۔

اور اگر کہیں قناعت بظاہر نظر بھی آتی ہے، تو اختیاری نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف کے مطابق تقسیم کا نتیجہ ہے، یہی وجہ ہے کہ ایسا غریب، اپنی غربت پر دل سے راضی نہیں ہوتا، بلکہ ہر ایک کے سامنے اس کا رونا روتا رہتا ہے اور اگر اسے اس غیر اختیاری قناعت کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا موقع میسر آجائے، تو ایک لمحے کی دیر نہ کرے گا۔

اسی قناعت پسندی کی کمی کی ایک نحوست، حلال وحرام کی تمیز بھلا دینے کی شکل میں بھی ظاہر ہوتی ہے۔کیونکہ جب انسان زیادہ کا لالچ رکھتے ہوئے بہت زیادہ زیادتی کا طالب ہوگا، تو یقیناً اس کی یہ خواہش رزق حلال سے پوری ہونا ممکن نہیں، لامحالہ اس کے حرام ذرائع اختیار کرے گا اور یوں دنیا میں ذلت اور آخرت میں بربادی اس کے دامن گیر ہوگی۔

ہاں اگر اختیاری قناعت کا وجود دیکھنا مقصود ہو، تو بدقسمتی سے نیک اعمال، اچھے اخلاق، علم دین اور دینی لحاظ سے دوستی کے معاملے میں بتمام

Marfat.com

دیکھا جاسکتا ہے۔

☆خودداری کے معاملے میں دامن احتیاط بھی ہاتھ سے چھوڑ دیا گیا ہے۔اب آپس میں لین دین میں عزتِ نفس ملحوظ نہیں رکھی جاتی۔یہی وجہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لئے دستِ سوال دراز کیا جاتا ہے،جس کے باعث خود کو بار بار ذلت پر پیش کرنا لازم آتا ہے۔عوام تو عوام،خواص بھی اس معاملے میں احتیاط کرتے نظر نہیں آتے۔یہی وجہ ہے کہ عوام الناس کے قلوب میں دینی شخصیات کا جو ادب واحترام موجود ہونا چاہیئے،وہ اس زمانے میں اکثر، ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتا۔

☆فی زمانہ نمود ونمائش کا سیلاب ،سادگی کو اپنے ساتھ ایک تنکے کی مانند بہا کر لے گیا ہے۔آج مسلمان اپنی شخصیت کو سنوارنے کے لئے اچھے اخلاق اور پاکیزہ اعمال کو نہیں، بلکہ اسبابِ ظاہری کے ذریعے سرتاپا بن سنور کر رہنے کو لازمی سمجھتا ہے۔سادہ رہنے والے کو نگاہِ حقارت،جبکہ سادگی کو سرعام ذبح کر دینے والے کو تحسین بھری نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔شادی بیاہ میں سادہ انداز سے آنے والے کو ''محفل خراب کرنے والا'' گمان کیا جاتا ہے،جب کہ سادگی سے سب سے زیادہ دور رہنے والا رونق محفل قرار پاتا ہے۔

معاشرے کی اس غلط روش نے دین سے وابستہ شخصیات کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اب علم دین سے مزین حضرات اپنی زینت

Marfat.com

کے لئے علم وادب کو نا کافی، جب کہ ظاہری ملمع کاری کو زمانے کی دوڑ میں شامل ہونے کے لئے ضروری سمجھنے لگے ہیں۔ دینی طالبِ علم احساس کمتری دور کرنے کی غرض سے، فیشن کی دوڑ میں مکمل نہیں، تو اپنی ہمت ووسعت سے زیادہ کوششوں میں ضرور مصروفِ عمل نظر آتا ہے۔ بڑے اپنے ساتھ ساتھ چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی شروع ہی سے سادگی کے خلاف جہاد کی تربیت دینے میں فخر محسوس کرنے لگے ہیں، اس سلسلے میں مسلمانوں کا ہر گھر ایک تربیتی کیمپ کا منظر پیش کر رہا ہے۔

مقصود کلام :۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ

☆ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ قناعت کا دامن تھامے کہ یہ ہمارے اکابرین اسلام کا طریقہ رہا ہے۔ قناعت کا مطلب موجودہ نعمتوں پر دل سے راضی رہتے ہوئے زیادہ کی تمنا وہوس نہ کرنا ہے۔ قناعت کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ انسان اپنی ضروریات کو بے حد محدود رکھے، دنیا والوں کے طنزیہ جملوں کی پرواہ نہ کرے، دنیاوی دوڑ میں آگے نکل جانے کے بجائے اخروی منازل کی فکر کرے، قناعت پسندوں کی صحبت میں رہنا اور زیادہ سے زیادہ کی ہوس کے شکار حضرات سے دور رہنا محبوب رکھے۔

اس کے حصول میں آسانی کے لئے یہ بات ذہن نشین رکھنا بھی مفید

Marfat.com

رہے گا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب (ﷺ) قناعت کو محبوب رکھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ کئی مقامات پر رحمتِ کونین (ﷺ) نے اس کے لئے ترغیبی کلام ارشاد فرمایا۔ چنانچہ

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''مالداری، مال کی کثرت سے نہیں بلکہ دل کی بے نیازی سے ہے۔''
(بخاری۔ کتاب الرقاق)

اور حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''جو شخص اسلام لایا، اس کو بقدرِ کفایت رزق دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ عطا فرمایا، اس پر قناعت کی توفیق عطا فرمائی گئی، وہ شخص کامیاب ہو گیا۔'' (مسلم۔ کتاب الزکوۃ)

☆ یونہی اپنی خودداری کی حفاظت کرنا بھی بے حد ضروری ہے کہ اس طرح اکابرین کے طریقے پر عمل کی سعادت حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ مثلاً

(i) انسان نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کے سلسلے میں کبھی بھی تردد کا شکار نہ ہوگا۔ اس کے برعکس اگر کسی کے احسانات تلے دب کر اپنی خودداری کا خون کر چکا ہو، تو اب زبان کا استعمال بے حد مشکل، بلکہ ناممکن محسوس ہوگا۔ مشہور مقولہ ہے، ''اَلْاِحْسَانُ یَقْطَعُ اللِّسَانَ۔ یعنی احسان، زبان کو کاٹ دیتا ہے۔''

Marfat.com

(ii)اس کی برکت سے انسان اپنی ذات میں خود اعتمادی محسوس کرتا ہے، جب کہ خودداری کی کمی، احساس کمتری اور ذلت میں مبتلاء کر دیتی ہے۔

(iii)اس سے شخصیت میں وقار پیدا ہوتا ہے، جبکہ اس کا نہ ہونا انسان کو بے وقار و حقیر بنا دیتا ہے۔

(iv)اس کی برکت سے دین دار انسان، دنیاداروں کا آقا بن جاتا ہے کہ وہ اس کی ہر بات کو غور سے سنتے، اس کی خواہش کی تکمیل کے متمنی رہتے اور اس کی خدمت کو اپنے لئے سعادت سمجھتے ہیں، جب کہ اس کی حفاظت نہ کرنے والا، دنیاداروں کا غلام بننے پر مجبور ہوتا ہے، اب اسے ان کی ہر جائز وناجائز بات پر ہاں میں ہاں ملانی پڑتی ہے، ان سے مختلف فوائد حاصل کرنے کی غرض سے جھوٹی تعریفوں اور خوشامدوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ جس کے جواب میں دنیادار اسے اپنے نوکر سے زیادہ اہمیت دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

عموماً مساجد کے غیر تربیت یافتہ ائمہ حضرات اس معاملے میں زیادہ آگے نظر آتے ہیں۔ انہیں اتنا شعور حاصل نہیں ہوتا کہ کون مقتدی حقیقۃ عقیدت رکھتا ہے اور کون مروتاً اظہارِ عقیدت کر رہا ہے۔ اپنے مقتدیوں کی جانب سے مروتاً کی گئی پیشکشوں کو سن کر منفی پہلوؤں پر نگاہ رکھے بغیر فوراً ذاتی کام نکلوانے کی کوشش کی جاتی ہے اور اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے انہیں بے دردی سے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس بے احتیاطی سے اٹھائے گئے اقدامات کا نتیجہ وہی نکلتا

Marfat.com

ہے، جس کا ذکر اوپر گزرا۔

اپنی خودداری اور عزتِ نفس کی حفاظت کے لئے ہر مسلمان کو چاہیئے کہ

(1) اپنی ضروریات کسی کے سامنے ذکر نہ کرے کہ عموماً دیکھا گیا ہے کہ سامنے والے کی نگاہوں میں انسان کی وہ عزت باقی نہیں رہتی، جو اظہارِ حاجت سے قبل موجود تھی۔ پھر اگر اس نے حاجت کو پورا کر بھی دیا، تو ان تمام نقصانات کا سامنا ممکن ہے کہ جن کا ذکر اوپر گزرا۔

(2) حتی الامکان تحائف لینے سے بچے، خصوصا دنیاداروں کے کہ اس طرح بھی نفس دوسرے کے مقابلے میں خود کو حقیر محسوس کرتا ہے۔ اور اگر لینا ضروری محسوس ہو، اس طرح کہ اگر انکار کیا جائے، تو بسا اوقات سامنے والا ناراض ہو ہو جاتا ہے یا اس کی دل آزاری کا صحیح اندیشہ ہوتا ہے، تو پھر جواب میں اپنی طرف سے بھی کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور دے، تا کہ دل پر کسی کے احسان کا بوجھ نہ رہے۔

(3) دنیاداروں اور ظاہری نمود ونمائش کو محبوب رکھنے والوں کے درمیان بالکل نہ رہے کہ اس طرح نفس میں انہیں کی طرح ہو جانے کا لالچ پیدا ہوگا اور اس کی تکمیل کے لئے ممکن ہے کہ دوسروں کے احسانات لینے اور اپنی حاجات ذکر کرنے کی جانب دل مائل ہو جائے، اور یقیناً اس میں عزتِ نفس مجروح ہو جانے کا شدید خطرہ موجود ہے۔

Marfat.com

حکیم اعظم (ﷺ) نے اپنے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو خودداری کے قائم رکھنے کے لئے خصوصی تعلیم ارشاد فرمائی، چنانچہ،

حضرت حکیم بن حزام (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ (ﷺ) سے کچھ طلب کیا۔ آپ نے عنایت فرما دیا۔ میں نے پھر مانگا، آپ نے دوبارہ عطا فرما دیا۔ میں نے پھر سوال کیا، آپ نے پھر دے دیا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا، ''اے حکیم! یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے۔ جس نے اسے نفس کی سخاوت کے ساتھ لیا، اس کو اس میں برکت عطا کی جائے گی اور جس نے نفسانی لالچ کے ساتھ لیا، اسے اس میں برکت نہ ہوگی اور وہ اس آدمی کی مثل ہو جائے گا، جو کھاتا ہے، لیکن سیر نہیں ہوتا۔ اوپر والا ہاتھ، نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔'' (بخاری۔ کتاب الزکوۃ)

اور حضرت عوف بن مالک اشجعی (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ''ہم نو یا آٹھ آدمی رسول اللہ (ﷺ) کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، ''کیا تم اللہ عزوجل کے رسول کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرتے؟'' چونکہ ہمیں بیعت کئے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا، چنانچہ ہم نے عرض کی، ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! ہم آپ کے دستِ اقدس پر شرفِ بیعت حاصل کر چکے ہیں۔'' یہ سن کر آپ نے دوبارہ ارشاد فرمایا، ''کیا تم اللہ عزوجل کے رسول کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرتے؟''

Marfat.com

پس اب کی مرتبہ ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دئے اور عرض کی، ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم آپ سے بیعت کر چکے ہیں، اب کس بات پر بیعت کریں؟'' فرمایا، ''اس پر کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گے، پانچ نمازیں ادا کرو گے اور اللہ عزوجل کی اطاعت کرو گے۔'' پھر آپ نے ایک مختصر بات آہستہ سے ارشاد فرمائی کہ، ''کسی سے کچھ نہ مانگو گے۔'' (راوی کہتے ہیں) میں وہاں موجود بعض افراد کو دیکھتا ہوں کہ اگر ان کی لاٹھی بھی زمین پر گر جائے، تو کسی سے سوال نہیں کرتے کہ وہ اٹھا کر دے۔'' (مسلم۔ کتاب الزکوۃ)

☆ یونہی سادگی اختیار کرنے میں ذلت نہیں، بلکہ عزت و وقار محسوس کرنا چاہیئے، کیونکہ یہ حبیبِ کبریا (ﷺ) کی سنتِ کریمہ بھی ہے۔

مولانا حسن رضا خان صاحب (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے کیا خوب کہا ہے،

خسروِ کون و مکاں اور تواضع ایسی
ہاتھ تکیہ ہے تیرا خاک بچھونا تیرا

اس سلسلے میں چند احادیثِ کریمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں مروی ہے کہ آپ ایک مرتبہ ایک قوم کے پاس سے گزرے۔ ان کے سامنے ایک بھنی ہوئی بکری رکھی تھی۔ انہوں نے آپ کو بھی کھانے کی دعوت دی، آپ نے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا، ''رسول اللہ (ﷺ) دنیا سے پردہ فرما گئے اور آپ نے جو کی

Marfat.com

روٹی بھی پیٹ بھر کر تناول نہیں فرمائی۔'' (بخاری۔کتاب الاطعمہ)

حضرت ابوموسی اشعری (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ''سیدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے ایک چادر اور ایک موٹا تہبند نکال کر دکھایا اور فرمایا، ''رسول اللہ (ﷺ) کا وصال مبارک ان دو کپڑوں میں ہوا تھا۔'' (بخاری۔کتاب اللباس)

سیدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) ارشاد فرماتی ہیں کہ ''رسول اللہ (ﷺ) کا بچھونا، جس پر آپ سوتے تھے، چمڑے کا تھا، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔'' (مسلم۔کتاب اللباس والزینۃ)

حضرت ایاس بن ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ''ایک دن صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے رسول اللہ (ﷺ) کی خدمت میں دنیا کا ذکر کیا۔ آپ نے سن کر ارشاد فرمایا، ''کیا تم سنتے نہیں؟... کیا تم سنتے نہیں؟... عیش وعشرت کا ترک کرنا ایمان سے ہے، عیش وعشرت کا ترک کرنا ایمان سے ہے۔'' (ابوداؤد۔کتاب الترجل)

چنانچہ حتی الامکان کھانے پینے، لباس، رہن سہن اور دیگر امور میں سادگی کو فوقیت دینی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو قناعت، خودداری قائم رکھنے اور سادگی اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین بجاہ النبی الامین (ﷺ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

بیان نمبر[13]

جو آپ کا ھو' لے لیجئے

مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے ایک بنئے کے پاس ایک تھال بطور رہن رکھا۔ جب آپ اس سے تھال وصول فرمانے پہنچے تو اس نے ایک طرح کے دو تھال آپ کے سامنے رکھ دیئے اور عرض گزار ہوا، ''حضور! ان میں سے جو آپ کا ہو لے لیجئے، کیونکہ یہ دونوں ایک جیسے ہیں اور ان میں سے آپ کا کون سا ہے، میرے ذہن میں نہیں رہا؟

آپ نے ان دونوں تھالوں کو بغور ملاحظہ فرمایا، لیکن بنئے کی مثل اپنے تھال کی پہچان سے قاصر رہے، چنانچہ احتیاط وتقویٰ کے پیش نظر بغیر تھال لئے ہی واپس تشریف لے آئے۔'' (تذکرۃ الاولیاء۔ صفحہ ۱۳۳)

حاصلِ واقعہ:۔

اس ایمان افروز واقعے سے معلوم ہوا کہ

(1) ہمارے اکابرین (رضی اللہ عنہم) صفتِ تقویٰ سے متصف تھے۔ وہ کسی بھی معاملے میں جانبِ احتیاط ترک نہیں کیا کرتے تھے، چاہے خود انہیں نقصان کا شکار ہی کیوں نہ ہونا پڑتا۔

(2) ان کے قلوب دنیاوی مال ومتاع کی محبت سے بالکل پاک و صاف تھے۔ جیسا کہ مذکورہ واقعہ سے ظاہر ہوا، کیونکہ اگر معاملہ برعکس ہوتا،

Marfat.com

تو آپ غالب گمان سے کام لیتے ہوئے ایک تھال کا انتخاب ضرور فرمالیتے۔

(3) وہ آخرت کو دنیا پر فوقیت دیا کرتے تھے۔ جیسے امام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے عمل مبارک سے ثابت ہوا، کیونکہ مشکوک تھال لینے میں دنیاوی فائدہ تو تھا، لیکن غلط وصول کر لینے کی صورت میں عین ممکن تھا کہ میدان محشر میں گرفت ہو جاتی، لھذا آپ نے خوف آخرت کی بناء پر دنیاوی نقصان برداشت فرمانا مناسب سمجھا۔

محاسبہ :۔

افسوس کہ مذکورہ امور میں بھی آج کا مسلمان بہت پیچھے نہیں، بلکہ بہت ہی پیچھے نظر آتا ہے، کیونکہ

☆ اس دور میں تقوی اختیار کرنا تو دور کی بات، تقوی کی حقیقت سے آشنا بھی ڈھونڈے سے نہیں ملتے۔ اگر معاملہ دنیاوی فوائد کے حصول کا ہو، تو احتیاط اختیار کرتے ہوئے نقصان برداشت کرنے کے لئے کوئی تیار نہیں۔ بلکہ فی زمانہ اس طرح کے محتاط کو بیوقوف قرار دینے سے بھی گریز نہیں کیا جاتا۔ پھر مشکوک معاملات میں احتیاط ختم ہونے کا کیا شکوہ؟ اب تو جو کام بالکل واضح طور پر حرام و ناجائز ہیں، لیکن کسی لحاظ سے فائدے کا باعث بنتے ہیں، مثلا سود، رشوت، جوا وغیرہ، تو انہیں ترک کرنے کے لئے بھی قلوب بالکل تیار نظر نہیں آتے۔

Marfat.com

☆اسی طرح اب دنیاوی مال ومتاع کی محبت نے انسان کوسرتا پا اپنے آہنی شکنجے میں جکڑا ہوا ہے۔جیسے جیسے یہ شکنجہ مزید سخت ہوتا جاتا ہے،حصول مال میں بے خوفی میں اضافہ اوراختیارِ احتیاط میں کمی واقع ہوتی چلی جاتی ہے۔یہی محبتِ مال کی کثرت ہے، جوانسان کوسود،رشوت، چوری اور جوے کی راہ دکھارہی ہے۔اسی محبت کا نتیجہ ہے کہ اب اپنی بچیوں کی شادی کے سلسلے میں لڑکے کے مال کمانے کے ذرائع نہیں، بلکہ مقدارِ مال پرنظر رکھی جاتی ہے۔زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کا یہی جنون،مسلمان کوعبادات اور دینی محافل میں شرکت کے لئے وقت نکالنے کی مہلت نہیں دیتا اور بالآخرانسان ہلاک وبرباد ہوجاتا ہے۔یہی محبت ہے کہ جس کا خمیازہ بسااوقات حسد،قطع تعلق اور قتل وغارت میں مبتلاء ہونے کی صورت میں بھی بھگتنا پڑتا ہے۔

☆یونہی اب فکرِ آخرت کو غلبہ نہیں ، بلکہ رنجِ دنیا کے مقابلے میں مغلوبیت حاصل ہے۔انسان پہلے دنیا کا نقصان سوچتا ہے، پھراسے آخرت کی فکرنصیب ہوتی ہے اوراکثر یہ بھی نہیں ہوتی۔دنیا کی محبت نے آخرت کے عذاب سے بےخوف کردیا ہے۔دنیاوی نقصان کا خوف راتوں کی نیند اڑادیتا ہے،جب کہ فکرِ آخرت ،لبوں سے مسکراہٹ بھی دورنہیں کرپاتی۔دنیاوی نقصان ابھی بہت دور ہو،تب بھی آنکھیں کھول دیتا ہے،آخرت بے حدنزدیک ہے،لیکن اس کی طرف سے آنکھیں مکمل بندکرلی گئیں ہیں۔

Marfat.com

مقصود کلام :۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ

☆ آخرت میں دائمی کامیابی کے لئے صفتِ تقویٰ سے متصف ہونے کو لازمی جاننا چاہیئے اور فقط جاننا ہی کافی نہیں ، بلکہ اسکے حصول کے لئے عملی کوشش میں دیر کو باعثِ ہلاکت سمجھتے ہوئے ،فوراً کوشش شروع کر دینی چاہیئے ۔ کیونکہ اس کے بغیر حرام سے بچنا بے حد مشکل ہے ۔اور اس سلسلے میں سب سے پہلے اس کا درست مفہوم جاننا ضروری ہے، ورنہ بسا اوقات انسان خود کو متقی گمان کرتا رہتا ہے، حالانکہ اس کے اعمال ایسے ہوتے ہیں کہ تقویٰ اسے دیکھ کر اپنا راستہ تبدیل کر لیتا ہے۔ چنانچہ یاد رکھنا چاہیئے کہ تقویٰ کا مطلب ہے ''حِفْظُ النَّفْسِ عَمَّا یُؤْثِمُ ۔یعنی ان امور سے نفس کی حفاظت کرنا کہ جن کا ارتکاب انسان کو گناہ گار کروادے ۔'' (مفردات امام راغب)

مفہوم جاننے کے بعد بخوبی معلوم ہوگا کہ اس سے متصف ہونے کے لئے نیک لوگوں کی صحبت بہت ضروری ہے ۔کیونکہ گناہ گاروں کا قرب، کبھی بھی حقیقی تقویٰ کے قریب نہ جانے دے گا۔ نیز اس کے لئے صبر و تحمل اور نفس سے مقابلے کی قوت و ہمت بھی ضروری ہے، کیونکہ تقویٰ اختیار کرنے میں تکالیف کثیرہ اور نفس کی مرضی کے برخلاف بے شمار امور کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لھذا مذکورہ دونوں چیزوں کا حصول ضروری ہوا، ورنہ ہوسکتا ہے کہ تقویٰ سے محروم ہونا

Marfat.com

پڑے۔ چونکہ صفتِ تقویٰ سے متصف ہونے میں دنیا وآخرت کے بے شمار فائدے ہیں، جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے، ''وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ۔ اور جان رکھو اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔ سورۃ التوبۃ ۱۲۳۔ پ۱۱)...اور...

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا☆وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ۔ اور جو اللہ سے ڈرے، اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا ☆ اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔ سورۃ الطلاق ۲،۳۔ پ۲۸)...اور...

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا وَّیُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ☆ اے ایمان والو اگر اللہ سے ڈروگے تو تمہیں وہ دے گا جس سے حق کو باطل سے جدا کرلو اور تمہاری برائیاں اتار دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

(ترجمۂ کنزالایمان۔ سورۃ الانفال ۲۹۔ پ۹)

لھذا اس راہ میں آنے والی تکالیف پر صبر کی سعادت حاصل کرنا سعادت مندوں کا حصہ ہے۔

☆ یونہی رضائے الٰہی کے حصول کے لئے قلب کو مال کی محبت سے پاک وصاف رکھنا بھی بہت ضروری ہے۔ کیونکہ اس محبت سے آزادی، رزق حلال پر قناعت کو بے حد آسان بنا دیتی ہے اور قناعت کی برکت سے حرام سے

Marfat.com

امن رہتا ہے۔لیکن یہاں یہ بات یادرکھنا بہت ضروری کہ مال کی محبت کومطلقاً برا کہنادرست نہیں۔کیونکہ اگرکوئی مسلمان اس وجہ سے مال سے محبت رکھے کہ اس کی وجہ سے بے شمار دینی کام کرنے کا موقع ملتا ہے،اس کا درست استعمال بسااوقات ثوابِ جاریہ کے دروازے کھول دیتا ہے،اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا کاحصول ممکن ہے،بہت سے نیک کام ایسے ہیں، جواللہ تعالیٰ اوراس کے محبوب (ﷺ) کی کرم نوازی کے ساتھ ساتھ مال کی موجودگی پر موقوف ہیں،جیسے حج اور بارگاہِ رسالت (ﷺ) میں حاضری کا شرف وغیرہ۔تواسے مطلقاً قابل مذمت نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔

بلکہ صحیح مسئلہ یہ ہے کہ مال کی محبت وہی بری اورممنوع ہے کہ جوانسان کو حرام وناجائز کی طرف مائل کرنے کا سبب بنے۔اگر یہ قید ملحوظ نہ رکھی جائے،تو شائدکوئی بھی مسلمان قابل مذمت ہونے سے محفوظ نہ رہ سکے گا، کیونکہ فطرتاً ہر شخص مال کی محبت کواپنے قلب میں موجود پاتا ہے۔پس نتیجہ یہ نکلا کہ ہر مسلمان اپنے دل میں موجود مال کی محبت پرغور کرے کہ اس کے باعث اس کا دل بار بارحرام وناجائز کی جانب متوجہ تونہیں ہوتا،اگر جواب ہاں میں ہو،توایسی محبت کو دور کرنے کے لئے رات دن کوشش کو بہت بڑی سعادت تصور کرے ..اور..اگر ایسا معاملہ نہ ہویعنی دل حصول حلال کے سلسلے میں بالکل مطمئن اور راضی ہو،لیکن مال کی جانب رغبت بھی محسوس ہوتی ہے،توایسی رغبت باعثِ ضرر

Marfat.com

نہیں۔لیکن اس پر بھی ہمیشہ نظر رکھنی ضروری ہے کہ بسا اوقات اس کی جانب سے غفلت یا اطمئنان، غیر محسوس طریقے سے آہستہ آہستہ دوسری جانب بھی لے جا سکتا ہے۔مال ومتاع کی محبت کو قلب سے دور رکھنے لئے دنیا کی مذمت اور فقر وتنگدستی کی فضیلت کا ذہن نشین رکھنا بھی بے مؤثر ثابت ہوتا ہے۔اس کے بارے میں چند آیات واحادیثِ کریمہ ملاحظہ فرمائیے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ ☆حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ☆ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ☆ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ☆ کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ ☆ تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے ☆ یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا ☆ ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے ☆ پھر ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے ☆ ہاں ہاں اگر یقین کا جاننا جانتے تو مال کی محبت نہ رکھتے۔

(ترجمہ کنز الایمان۔سورۃ التکاثر ۱تا۵۔پ۳۰)

وَمَا ھٰذِہِ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَھْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۔اور یہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور بے شک آخرت کا گھر ضرور وہی سچی زندگی ہے، کیا اچھا تھا اگر جانتے۔

(ترجمہ کنز الایمان۔سورۃ العنکبوت ۶۴۔پ۲۱)

رحمت عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان ہے، ''خدا عزوجل کی قسم! مجھے تمہاری محتاجی کا ڈر نہیں، بلکہ مجھے یہ ڈر ہے کہ تمہارے لئے دنیاوی مال اسی طرح پھیلا دیا جائے، جیسے پہلے والوں کے لئے عام کر دیا گیا تھا۔پھر تم اس کی جانب راغب

Marfat.com

ہو جاؤ، جس طرح وہ راغب ہوئے اور ان کی طرح تم بھی ہلاک ہو جاؤ۔"

(بخاری۔ کتاب الرقاق)

حضرت سہل بن سعد ساعدی (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ "ایک شخص نے رسول اللہ (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، "یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! مجھے ایسا عمل بتایئے کہ جب میں اسے کروں، تو اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے محبت فرمائے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کرنے لگیں۔" آپ نے ارشاد فرمایا، "دنیا سے بے رغبت رہو، اللہ تعالیٰ تمہیں محبوب رکھے گا اور ان چیزوں سے دور رہو، جو لوگوں کے پاس ہیں، تو لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔"

(ابن ماجہ۔ کتاب الزھد)

☆ فکرِ آخرت کو غمِ دنیا پر مقدم رکھنا بھی بہت ضروری ہے۔ کیونکہ نیکیوں پر استقامت پزیر ہونا، گناہوں سے مکمل طور پر محفوظ رہنا، سابقہ خطاؤں پر توبہ کی توفیق پانا اور حقوق اللہ و حقوق العباد کے سلسلے میں سرخرو ہونا، اس کے بغیر ممکن نہیں۔ جسے حقیقی فکرِ آخرت حاصل ہوگئی، گویا اسے دونوں جہانوں کی سعادت حاصل ہوگئی اور جو اس سے محروم رہا، گویا کہ ایک سعادتِ عظمیٰ سے محروم رہا۔ ایمان کے برے خاتمے کا خوف، قبر میں عذاب و سوالاتِ منکر نکیر کا ڈر، میدان محشر میں حساب و کتاب میں ناکامی کا غم، پل صراط پر ثابت قدمی ملنے نہ ملنے کی فکر اور جہنم کے ہولناک عذاب کا خوف، یہ سب فکرِ آخرت میں شامل ہیں۔

انسان کو چاہیئے کہ کثرت کے ساتھ ان امور کو بار بار ذہن میں لائے

Marfat.com

اور مختلف پہلوؤں سے ان پر غور و تفکر کی سعادت حاصل کرتا رہے، کم از کم روزانہ رات کو سونے سے قبل ان میں سے کسی ایک کے بارے میں تفصیلی طور پر ضرور غور کی عادت ڈالے، ان شاء اللہ عزوجل کچھ ہی عرصے میں ظاہر و باطن میں واضح تبدیلی محسوس ہونا شروع ہو جائے گی۔ اور یقیناً ان امور پر غور و تفکر کے لئے پہلے ان کے بارے میں معلومات کا حاصل کرنا بھی ضروری ہے، لھذا اس سلسلے میں آخرت کے بارے میں لکھی گئی کتب کا مطالعہ کرے۔ ایسی اجتماعات و محافل میں شرکت کو لازم جانے کہ جن میں امورِ آخرت سے متعلق فکر دلوائی جاتی ہو، ایسی کیسٹیں سنے کہ جن میں اس قسم کے بیانات ہوں اور ایسوں کی صحبت میں بیٹھنے کی کوشش کرے کہ جن کے قلوب فکرِ آخرت کی دولت سے مالا مال ہیں اور اس کا اثر، ان کے ظاہر و باطن سے واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔ [1]

حبیبِ کبریا (ﷺ) نے بے شمار مواقع پر فکرِ آخرت کی جانب متوجہ فرمانے کے لئے مؤثر ترین کلام فرمایا، ان میں چند ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''میت کے پیچھے تین چیزیں جاتی ہیں۔ اہل و عیال، مال اور عمل۔ دو چیزیں یعنی اہل و مال واپس آ جاتی ہیں اور عمل باقی رہ جاتا ہے۔

(بخاری۔ کتاب الرقاق)

[1] :۔ الحمدللہ دعوتِ اسلامی کا پاکیزہ ماحول ان تمام امور کے حصول میں بے حد معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ (ادارہ)

Marfat.com

حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ (ﷺ) بازار سے گزرے، کچھ لوگ آپ کے ساتھ تھے۔ آپ ایک بکری کے مردہ بچے کے پاس سے گزرے جس کے کان چھوٹے چھوٹے تھے۔ آپ نے اس کے کان پکڑ کر ارشاد فرمایا، ''تم میں سے کون اسے ایک درھم کے بدلے میں لینا چاہتا ہے؟'' صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کی، ''ہم میں سے کوئی بھی اسے لینا نہیں چاہتا اور ہم لے کر کیا کریں گے؟...'' آپ نے پھر ارشاد فرمایا، ''اچھا کون اسے بلاعوض لینا چاہتا ہے؟'' عرض کی گئی، ''خدا کی قسم! اگر یہ زندہ ہوتا، تب بھی عیب دار تھا، کیونکہ اس کے کان چھوٹے ہیں، تو اب ہم کیسے پسند کر سکتے ہیں، جب کہ یہ مرا ہوا ہے؟''... آپ نے ارشاد فرمایا، ''واللہ! خدا عزوجل کے نزدیک یہ دنیا اس بھی زیادہ ذلیل ہے، جتنا یہ تمہارے نزدیک بے وقعت ہے۔'' (مسلم۔ کتاب الزھد والرقائق)

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ (ﷺ) نے میرے شانوں کو پکڑ کر ارشاد فرمایا، ''دنیا میں اجنبی یا مسافر کی طرح رہو۔''..

(مروی ہے کہ) حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) فرمایا کرتے تھے کہ ''شام ہو جائے تو صبح کا انتظار نہ کرو اور صبح ہو جائے، تو شام کا انتظار نہ کرو۔ صحت کے زمانے میں، زمانۂ بیماری کے لئے اور زندگی میں موت کے لئے تیاری کرو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) ایک مرتبہ رسول اللہ (ﷺ)

Marfat.com

چٹائی پر آرام فرما رہے تھے، بیدار ہوئے تو پہلو پر نشان پڑ چکے تھے۔ ہم نے عرض کی، ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) کیا اچھا ہو کہ ہم آپ کے لئے ایک بچھونا تیار کرلیں؟''...ارشاد فرمایا، ''مجھے دنیا سے کیا سروکار؟ میں دنیا میں ایک سوار کی طرح ہوں، جس نے درخت کے سائے میں (کچھ دیر) آرام کیا اور پھر چل دیا۔'' (ترمذی۔ کتاب الزھد)

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان بھائی اور بہن کو تقویٰ، احتیاط، دنیا سے بے رغبتی اور فکرِ آخرت کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

بیان نمبر[14]

پوری زندگی کے لئے باعثِ اطمئنان

منقول ہے کہ حضرت داؤد طائی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو ورثے میں بیس دینار (۲۰) حاصل ہوئے تھے۔آپ ان میں سے کچھ بھی خرچ نہ فرماتے، بلکہ اخراجات کے لئے دیگر ذرائع اختیار کرتے۔کسی نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ" آپ کا اس طرح مال جمع رکھنا، ایثار کے منافی ہے۔" آپ نے جواباً فرمایا،"یہی دینار میری پوری زندگی کے لئے باعثِ اطمئنان ہیں۔" (تذکرۃ الاولیاء۔صفحہ ۱۳۵)

حاصلِ واقعہ:۔

اس ایمان افروز واقعے سے معلوم ہوا کہ

(1) ہمارے اکابرین جو عمل کرتے، اللہ تعالیٰ کی رضا اور اپنی آخرت کی بہتری کے لئے کیا کرتے تھے اور اس سلسلے میں مخلوق کی طرف سے ملامت کا خوف، ان کے پیش نظر بالکل نہیں ہوا کرتا تھا۔جیسا کہ حضرات داؤد طائی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اچھی نیت کے ساتھ دراہم جمع رکھے اور اس سلسلے میں لوگوں کے کہنے کی پرواہ نہ فرمائی۔

(2) ہمارے اکابرین (رضی اللہ عنہم) لوگوں کی جانب سے کئے گئے اعتراضات کا بالکل پرسکون انداز میں جواب دیا کرتے تھے۔وہ عوام کے اس عمل کو اپنے لئے باعثِ ذلت سمجھ کر سیخ پا نہیں ہو جاتے تھے اور نہ ہی اس راہ

Marfat.com

میں ''مخلوق کے درمیان اعلیٰ وارفع ہونے کا احساس'' کچھ رکاوٹ پیدا کرتا تھا۔

(3) وہ نفوسِ قدسیہ، ایسے طریقے اپناتے تھے کہ جس سے شیطان کے لئے ان پر قابو پانا.. یا..ان کی آخرت کی تیاری میں رکاوٹ ڈالنا ممکن نہ رہتا تھا۔ جیسا کہ داؤد طائی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے دراہم جمع رکھ کر وارِ شیطان کو ناکام بنایا۔

(4) وہ نفوسِ قدسیہ مال کی محبت سے آزاد تھے، چنانچہ اگر ان کے پاس مال نظر آتا بھی تھا، تو اس کی موجودگی کسی اچھی نیت کی بناء پر ہوتی تھی، مال کی الفت وچاہت کی وجہ سے نہیں۔

(5) وہ پاکیزہ نفوس کسی پر بوجھ بننا پسند نہیں کرتے تھے، یہی وجہ تھی کہ کسبِ معاش کے سلسلے میں خود سعی کیا کرتے تھے۔

محاسبہ :۔

ان مذکورہ امور میں بھی مسلمان زمانہ مکمل طور پر علم بغاوت اٹھائے نظر آتا ہے۔ کیونکہ

☆ اب ہزارہا نیک اعمال، فقط مخلوق کی جانب سے مذمت وملامت کے خوف کی وجہ سے ترک کر دیئے جاتے ہیں۔ مثلاً داڑھی شریف رحمتِ عالم (ﷺ) کی سنت اور مردوں کے چہرے کی زینت ہے، طبی نکتہ نگاہ سے بھی اس کے بے شمار فائدے ہیں، لیکن اس کے باوجود آج مسلمانوں کی بڑی تعداد فقط لوگوں کے کہنے کی پرواہ کرتے ہوئے اس سے محروم ہے۔

عمامہ شریف، سنت کے مطابق لباس، اسلامی طریقے کے مطابق

Marfat.com

بالوں کا انداز، نیز زندگی گزارنے کے دوسرے بے شمار اسلامی طریقے اسی وجہ سے ترک کردئے گئے ہیں۔اور نہ صرف ترک کئے گئے ہیں، بلکہ ان کے خلاف اعلان جہاد کرتے ہوئے، انہیں صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے باقاعدہ ترغیب دی جاتی ہے۔اپنی اولاد کو ان طریقوں سے دور رکھا جاتا ہے اور عمل کرنے والوں کی دل آزاری ایک معمولی بات ہے۔اس کے برعکس حیرت انگیز طور پر غیر اسلامی طریقوں اور مال کمانے کے ناجائز ذرائع کو اختیار کرنے کے سلسلے میں مخلوق کو یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

☆ لوگوں کی جانب سے اعتراض کے جواب میں صبر وتحمل بھی اب مفقود نظر آتا ہے۔جواب اعتراض میں اپنی غلطی تسلیم کرنے.. یا.. سامنے والے کو اس کی غلط فہمی کا احساس دلوانے.. یا.. اچھے انداز سے وضاحت کرنے کے بجائے ، اکثر وبیشتر درشت وسخت اور اگر دینی شخصیت ہیں، تو بہت بڑی بے ادبی تصور کرتے ہوئے، ذلت آمیز لہجہ اختیار کیا جاتا ہے۔جس کی بناء پر سامنے والا شدید بدظنی کا شکار ہو جاتا ہے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ سامنے والے کا اعتراض بالکل درست ہوتا ہے، ایسی صورت میں اپنی غلطی کو تسلیم کر کے ذاتی اصلاح کے لئے کوششیں شروع کر دینی چاہیئے تھیں، لیکن ایسا کرنا اپنی شان کے خلاف سمجھا جاتا ہے اور جواب میں معترض کا شکریہ نہیں، بلکہ اسے اپنی جھوٹی عزت کا دشمن سمجھتے ہوئے، جواباً اس کی عزت پر حملہ کر دیا جاتا ہے، حتی کہ کبھی کبھی تو اسے اس قابل

Marfat.com

ہی نہیں چھوڑا جاتا کہ ان کے سامنے دوبارہ سر اٹھا کر چل سکے۔

☆ مال جمع کرنے میں درست نیت کا فقدان بھی بکثرت نظر آتا ہے۔ جس کی بناء پر شیطان کی گرفت کمزور نہیں، بلکہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی جارہی ہے، یہی وجہ ہے کہ کبھی کبھی تو وہ اس سلسلے میں ایسے ایسے گناہوں میں مبتلاء کروادیتا ہے کہ جن کے بارے میں سابقہ زندگی میں کبھی ذہن میں تصور بھی نہیں آیا تھا۔

نیز دیگر امور کے اختیار کرنے میں بھی دنیا والوں کی باتوں سے بچنا، تنگ دستی سے محفوظ رہنا، دوسروں پر فوقیت حاصل کرنا، اپنی عزت میں اضافہ وغیرہ مقاصد تو نمایاں نظر آتے ہیں، لیکن شیطان کے واروں کو ناکام بنانے کی نیت کا دور دور بھی پتہ نہیں چلتا۔ گویا کہ اب یوں محسوس ہوتا ہے کہ شیطان سے مقابلے کی سوچ بالکل ختم ہوچکی ہے اور انسان نے خود کو ایک بچے کی مانند اس دشمن خدا اور رسول (ﷺ) کے حوالے کردیا ہے۔

☆ اب مال کی موجودگی اور طلب بھی اکثر اس سے محبت کی بناء پر ہی ہوتی ہے۔ شائد ہی کوئی مسلمان ایسا ہو، جو مال کو فقط اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اور اچھی نیت کے ساتھ جمع رکھنا چاہتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مال کی طلب میں حلال وحرام کا فرق مٹادیا گیا ہے، اب مال کی مقدار پر پوری توجہ ہوتی ہے، جب کہ اس کے حاصل ہونے والے ذرائع کی شرعی حیثیت کا بالکل لحاظ نہیں کیا جاتا۔

☆ نیز اس معاشرے میں ایسے لوگ بھی کثیر تعداد میں نظر آتے ہیں کہ

Marfat.com

جوکسبِ معاش کے سلسلے میں سستی یاذلت میں مبتلاء ہونے کے خوف کاشکار ہیں۔وہ اپنے ہاتھ سے کام کر کے کھانے کے بجائے ،دوسروں پر بوجھ بننا گوارا کر لیتے ہیں اوراس میں کسی قسم کی شرم بھی محسوس نہیں کرتے۔

چنانچہ کوئی نکھٹو بنا زوجہ کی کمائی پر گزارا کر رہا ہے،تو کوئی گھر دامادی کا شرف حاصل کر کے سسرال والوں کا بیڑا غرق کرنے میں مصروفِ عمل ہے۔کوئی وراثت میں مل جانے والی گدی پر بیٹھا ہاتھ پر ہاتھ دھرے،فقط نذرانوں کی آمد کا منتظر ہے،تو کوئی کسی مزارِ مبارک کا مجاور بن کر زائرین سے فیضیاب ہونے کو سعادت تصور کر رہا ہے۔ہزار ہا لوگ ایسے بھی ہیں کہ جنہوں نے بھیک مانگنے کو بطورِ پیشہ اپنایا ہوا ہے،وہ کسبِ معاش پر قدرت کے باوجود اس آسان ذریعۂ حصولِ مال کو ترک کرنے پر بالکل تیار نہیں،چاہے اس کی وجہ سے انہیں کتنی ہی ذلت کا سامنا ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔

مقصودِ کلام:۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ

☆انسان کو نیک اعمال کے سلسلے میں فقط اللہ عزوجل اور اس کے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رضا کو ہی ملحوظ رکھنا چاہیئے،مخلوق کی جانب سے مذمت وملامت کا خوف کی بالکل پرواہ نہ کرے،کیونکہ مخلوق کا مکمل طور پر مطمئن ہو جانا بہت مشکل ہے،وجہ ظاہر ہے کہ ہر شخص کے اطراف میں بے شمار جان پہچان والے ہوتے ہیں اوران میں سے ہر ایک کی سوچ کا معیار مختلف ہوتا ہے، چنانچہ

Marfat.com

کوئی ایک چیز پر راضی ،دوسری سے غیر مطمئن، جب کہ دوسرا پہلی سے غیر مطمئن، جب کہ دوسری سے راضی، اب اگر ایک کو راضی کرنے کی کوشش کی جائے، تو دوسرا ناراض اور دوسرے کو راضی کریں، تو پہلا ناراض، لھذا لوگوں کی پرواہ کرتے رہیں، تو نیک اعمال کرنا اور استقامت کے ساتھ کرنا ممکن نظر نہیں آتا اور اگر کسی ایک کی رعایت کی جائے، تو ریا کاری سے بچنا بے حد مشکل نظر آتا ہے۔ نتیجہ یہی نکلے گا کہ ادائیگیٔ نیک اعمال میں لوگوں کی جانب نظر نہ کی جائے۔

رحمت عالم (ﷺ) کا فرمان ہے، ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، ہر شخص کے لئے وہی ہے، جو اس نے نیت کی۔ جس کی ہجرت اللہ (عزوجل) اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف ہے، اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی ہی طرف ہے اور جس کی ہجرت حصول دنیا یا کسی عورت سے نکاح کے لئے ہے، تو اس کی ہجرت اسی جانب ہے۔'' (بخاری۔ کتاب بدء الوحی)

ہاں اتنا ضرور ہے کہ اگر کسی فعل کے باعث لوگوں کے بدگمان ہونے کا صحیح اندیشہ ہو، تو اس انداز سے وضاحت کر دینا مناسب ہے کہ یہ خطرہ دور ہو جائے۔ جیسا کہ حیاتِ اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) میں مذکور ہے کہ

''ایک مرتبہ ایک ضرورت مند صاحب حاضر خدمت ہوئے، حضور اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے ارشاد فرمایا ''اس وقت میرے پاس صرف ساڑھے تین آنے پیسے ہیں اور وہ بھی بعض خطوط کے جوابات کے لئے رکھے تھے ،اگر آپ فرمائیں تو حاضر کر دیئے جائیں؟ حالانکہ آج کی ڈاک سے ایک منی

Marfat.com

آرڈر ڈھائی سو روپے کا آیا تھا اور وہ سب تقسیم کر دیئے گئے، پہلے سے آپ آجاتے، تو آپ کو بھی مل جاتا۔'' ان بے چارے نے آبدیدہ ہو کر نظر نیچی کر لی۔

(راوی فرماتے ہیں کہ) اور حضور نے ڈھائی سو روپے کے آنے اور تقسیم ہو جانے کا ذکر کیوں فرمایا؟ نہ اس خیال سے کہ عوام مخیّر جانیں، نام و نمود کا تو اس دربار میں کوئی ذکر ہی نہ تھا، حقیقتہ یہ بات تھی کہ ڈھائی سو درہم خدام کے سامنے آئے تھے، اسی لئے بعض لوگوں کے وسوسہ کو رفع کرنے کو خلاف معمول یہ بیان فرمایا تھا اور یہ کوئی نئی بات نہ تھی، بارہا دیکھا گیا کہ جس وقت رقم آئی بکوشش اپنے پاس سے خرچ کر دیا کرتے۔''

یونہی سید الانبیاء (ﷺ) کی سنتیں اپنانے کے سلسلے میں بھی مخلوق کی فکر ہرگز نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اگر بے عملی کے ذریعے ان کو راضی کر بھی لیا، تو آخرت میں ان کے ساتھ ساتھ خود بھی رسوا و شرمندہ ہونا پڑے گا، اس کے برعکس ان کی ناراضگی مول لے لی، تو وقتی پریشانی ضرور ہوگی، لیکن آئندہ زندگی میں ایسی ایسی نعمتیں عطا کی جائیں گی کہ جن کا دنیاوی زندگی میں تصور کرنا بے حد مشکل ہے۔

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''بروزِ قیامت دوزخیوں میں سے ایسے شخص کو لایا جائے گا، جو دنیا میں ناز و نعمت والوں میں سے تھا، اسے جہنم میں غوطہ دیا جائے گا، پھر پوچھیں گے، ''اے انسان! کیا تجھے اس سے پہلے کوئی بھلائی پہنچی یا تو نے اس سے قبل کوئی نعمت حاصل کی؟'' وہ عرض کرے گا، ''واللہ! نہیں۔'' اور اہل جنت میں سے

Marfat.com

ایسے شخص کولایا جائے گا، جو دنیا میں بہت زیادہ تنگدست تھا، اسے جنت میں غوطہ دیا جائے گا، پھر کہا جائے گا، اے انسان! کیا کبھی تو تنگدست ہوا؟ کیا کبھی تو نے کوئی سختی دیکھی؟'' وہ عرض کرے گا، ''واللہ! نہیں، نہ میں نے کبھی تنگدستی دیکھی اور نہ کبھی مجھے کوئی سختی پہنچی۔'' (یعنی دوزخی جہنم کی سختی کے سامنے دنیا کی نعمتیں اور جنتی، جنت کی نعمتوں کے مقابلے میں دنیا کی تمام سختیوں کو بھول جائے گا۔) (مسلم۔ کتاب صفۃ القیامۃ...)

☆ یونہی کسی کے اعتراض کے جواب میں فوراً غصے میں نہیں آنا چاہیئے، بلکہ اگر فوراً غصہ آجاتا ہے، تو اسے اپنی ناکامی تصور کرنا چاہیئے۔ بلکہ ایسے موقع پر پہلے غور کریں کہ وہ درست کہہ رہا ہے یا نہیں۔ اگر درست کہہ رہا ہے، تو دوستی میں کہہ رہا ہو یا بغض میں مبتلاء ہو کر، دونوں صورتوں میں اس کا احسان ماننا چاہیئے، کیونکہ اس نے ایک برائی کی نشاندہی کر کے اصلاح کا راستہ دکھایا ہے اور اصلاح کا حصول اللہ تعالیٰ کے قریب کروانے کا سبب بنے گی، چنانچہ جو اللہ تعالیٰ کا قرب دلوانے میں معاون ثابت ہو، یقیناً اس کا شکریہ ہی ادا کرنا چاہیئے۔ اور اگر غلط کہہ رہا ہے، تو یہ اظہارِ ناراضگی کا موقع نہیں، بلکہ مقام شکر ہے کہ اس نے وہ عیب بتایا، جو اپنی ذات میں موجود نہیں۔

دوسرے یہ کہ عیب کو درست پہچان کے بغیر اعتراض کرنا بے وقوفی کی علامت ہے اور اگر کوئی خود بے وقوف بن رہا ہو، تو یقیناً اس میں غصے میں آنے والی کون سی بات ہے؟..... پھر یہ بھی ذہن نشین رہے کہ بعض لوگ جان بوجھ کر اعتراض قائم کر کے ذہنی طور پر پریشان یا اظہارِ ناراضگی کی صورت میں مزہ لینا

Marfat.com

چاہتے ہیں،لھذا ایسی صورت میں غصے کا اظہار،ان کی خواہش کی تکمیل ہے اور اس خواہش بد کی تکمیل ان کی مزید حوصلہ افزائی کا سبب بنے گی،لھذا حوصلہ شکنی کے لئے بالکل پرسکون رہنا اور مناسب لہجے میں جواب دینا یا حکمۃً خاموش رہنا ہی زیادہ مناسب ہے۔

☆یونہی مذہبی شخصیات کو بھی اس قسم کی صورتِ حال کے لئے ذہنی طور پر پہلے سے ہی تیار رہنا چاہیئے،اور جب اعتراض کیا جائے،تو اسے اپنے لئے باعث ذلت نہیں، بلکہ من جانبِ اللہ تنبیہہ تصور کرنا چاہیئے،جیسا کہ اکابرین کا طریقہ رہا ہے، کیونکہ اعتراضات کی کثرت انسان کو محتاط سے محتاط تر بنا دیتی ہے، جب کہ فقط خوشامدیوں کی صحبت اور باتیں،نفس کو شدید بے پرواہی کی جانب مائل کر دیتی ہیں، بلکہ اظہارِ ناراضگی میں ذلت محسوس کرنی چاہیئے کہ اکابرین کا طریقہ ترک کیوں ہوگیا۔اور ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیئے کہ جواب میں اس پر بھی اعتراض کی بوچھاڑ کر دیں کہ اس طرح دوسروں میں بھی بدلہ وانتقام کا مادہ بڑھے گا اور یہ فعل ،اکابرین کے عمل اور اس سے حاصل ہونے والی برکات سے دور کر دے گا۔

☆نیز جیسا کہ حضرت داؤد طائی (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) جیسے جلیل القدر ولی اللہ کے عمل سے ثابت ہوا کہ مطلقاً مال جمع رکھنا لائق مذمت وقابل گرفت نہیں،لھذا ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اگر مال جمع کرنے کی ضرورت محسوس ہو،تو اپنی نیت کی اصلاح بھی ضرور کر لے،تاکہ اس کے حق میں بھی یہ فعل قابل مذمت نہ رہے۔اس کے علاوہ یہ دھیان رکھنا بھی ضروری ہے کہ جمع شدہ مال میں اللہ تعالیٰ اور مخلوق کا جو حق بنتا

Marfat.com

ہواس کی ادائیگی میں کوتاہی ہرگز نہیں کرنی چاہیئے، ورنہ فقط اچھی نیت سے جمع کرنا عذابِ الٰہی سے نہ بچا سکے گا۔اس کے لئے کسی مستند وقابل اعتماد عالم دین سے معلومات حاصل کرنا ضروری ہے کہ میرے مال میں اللہ عزوجل اور مخلوق کے کون کون سے حقوق جاری ہوتے ہیں اوران کی ادائیگی کا شرعی طریقہ کیا ہے۔

☆نیز یہ بھی بے حد ضروری امر ہے کہ مال کی محبت کو قلب پر غالب نہ ہونے دیا جائے، ورنہ یہ الفت ضرور ضرور حرام کی جانب مائل کرے گی اور پھر نفس وشیطان سے مقابلہ کرنا اور کم مال پر صبر کرنا، ممکن نہ رہے گا۔اس کے لئے بہتر ہے کہ اپنی آمدنی کو مختلف مقاصد مثلاً اللہ تعالیٰ کی راہ میں نفلی یا وجوبی طور پر ..اور..گھر والوں کی ضروریات میں..اوراپنی ذات پر خرچ کرنے کے اعتبار سے مختلف حصوں میں تقسیم کرلیا جائے اور پھراس تقسیم کے مطابق خرچ کرنے میں نفس وشیطان کی مداخلت کو بالکل برداشت نہ کیا جائے، تو ان شاء اللہ عزوجل اب مال کی جانب میلان نقصان کا باعث نہ بنے گا۔

نیز اگر اپنی خودداری، عزتِ نفس اور شخصی وقار کی حفاظت مقصود و مطلوب ہو، تو اپنے ہاتھ سے کمانے میں بالکل سستی وشرم محسوس نہیں کرنی چاہیئے۔ہمارے پیارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) باوجود یہ کہ باذن الٰہی تمام کائنات کے خزانوں کے مالک ہیں، لیکن اس کے باوجود آپ سے تجارت فرمانا ثابت ہے، بلکہ ثابت ہے کہ آپ نے اپنے اصحابِ کرام (رضی اللہ عنہ) کے لئے مانگنے کے بجائے، کسبِ حلال کو پسند فرمایا۔

Marfat.com

جیسا کہ ''حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ سرکارِ دوعالم (ﷺ) کی بارگاہ میں ایک انصاری صحابی حاضر ہوئے اور کچھ مال وغیرہ کا سوال کیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے گھر میں کوئی چیز ہے؟.... انہوں نے عرض کی، جی ہاں! ٹاٹ کا ایک ٹکڑا ہے جس کا ایک حصہ بچھاتے ہیں اور ایک حصہ اوڑھتے ہیں..اور..ایک پیالہ ہے جس سے پانی پیتے ہیں۔ رحمتِ عالم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں چیزوں کو لے آؤ۔

وہ صحابی مذکورہ چیزیں لے کر حاضرِ خدمت ہوئے۔ رحمتِ عالم (ﷺ) نے ان دونوں چیزوں کو ہاتھ میں لے کر ارشاد فرمایا، ''کون انہیں خریدتا ہے؟'' ایک صحابی (رضی اللہ عنہ) نے عرض کی، یارسول اللہ! میں ایک درھم میں خریدتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک درھم سے زیادہ کون دیتا ہے؟.... یہ دو یا تین مرتبہ ارشاد فرمایا، جواباً ایک اور صحابی (رضی اللہ عنہ) عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ! میں دو درھم دیتا ہوں۔'' شفیع محشر (ﷺ) نے دونوں چیزیں انہیں دے دیں اور دراہم لے کر اس انصاری صحابی (رضی اللہ عنہ) کو دیئے اور فرمایا کہ ان میں سے ایک درھم کا کھانا خرید کر اپنے گھر والوں کو کھلاؤ اور دوسرے درھم کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لے آؤ۔ وہ حسبِ حکم، کلہاڑی خرید کر حاضرِ بارگاہ ہوئے، آپ نے اپنے دست مبارک سے دستہ ڈال کر کلہاڑی ان کو دی اور فرمایا کہ جاؤ اور جنگل سے لکڑیاں لا کر فروخت کرو اور میں پندرہ دن تک تمہیں نہ دیکھوں۔ یہ سن کر وہ صحابی (رضی اللہ عنہ) چلے گئے اور لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرتے رہے۔

Marfat.com

پندرہ دن بعد جب دوبارہ خدمتِ رسول (ﷺ) میں حاضر ہوئے تو ان کے پاس دس دراہم اکٹھے ہو چکے تھے، جن میں سے بعض سے کپڑے اور بعض سے کھانا وغیرہ خریدا۔ یہ ملاحظہ فرما کر سرکارِ اقدس (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ

''کیا یہ اس سے بہتر نہیں کہ تم دستِ سوال دراز کرتے اور قیامت کے دن تمہارے چہرے پر زخم کا نشان ہوتا؟.....''

پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ سوال فقط تین اشخاص کے لئے حلال ہے، اس محتاج کے لئے جو حالات کے باعث مجبور ہو گیا ہو.. یا.. کسی ایسے بھاری قرض سے دبا ہوا ہو، جس کی ادائیگی کی کوئی دوسری صورت نہ ہو.. یا.. وہ شخص جس کو خون بہا ادا کرنا ہو۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو مذکورہ باتوں پر عمل کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

بیان نمبر[15]

قرآنِ کریم کی پچاس آیتیں پڑھ لیتا ہوں

حضرت داؤد طائی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے بارے میں منقول ہے کہ آپ روٹی پانی میں بھگو کر کھا لیتے تھے، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے، ''جتنا وقت لقمے بنانے میں صرف ہوتا ہے، اتنی دیر میں قرآن کریم کی پچاس آیتیں پڑھ لیتا ہوں۔'' (تذکرۃ الاولیاء۔ صفحہ ۱۳۵)

حاصلِ واقعہ:۔

اس ایمان افروز واقعے سے معلوم ہوا کہ

(1) اسلافِ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) وقت کی اہمیت کو جانتے تھے، یہی وجہ تھی لذتِ نفس کی خاطر اس کا استعمال ان کے نزدیک ضیاع میں شامل تھا۔

(2) وہ اپنے اعمال چھپایا کرتے تھے، لیکن کبھی کبھی ترغیب کی خاطر ظاہر بھی فرما دیتے تھے۔

(3) ان کے نزدیک انعام آخرت کی اہمیت زیادہ اور دنیاوی مزوں کی کم تھی، اسی سبب سے وہ آخرت کو دنیا پر فوقیت دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت داؤد طائی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے عمل مبارک سے ثابت ہوا، کیونکہ آپ نے اخروی کامیابی کے لئے پانی میں بھیگی ہوئی بے ذائقہ روٹی کو، لذیذ کھانوں پر فوقیت عطا فرمائی۔

Marfat.com

(4) وہ آخرت کے معاملے میں ہمہ وقت غور وتفکر میں مشغول رہا کرتے تھے، جس کی برکت سے من جانب اللہ انہیں وہ اعمال الھام ہوا کرتے تھے، جن کا عام انسان تصور بھی نہیں کرسکتا۔

(5) وہ نفوسِ قدسیہ، نفس کو زیر کرنے کی غرض سے لذاتِ دنیاوی سے دوررہا کرتے تھے۔

(6) وہ حضرات زیادہ سے زیادہ نیک اعمال جمع کرنے کی کوشش میں مشغول رہا کرتے تھے، چاہے اس کے لئے انہیں کتنی ہی مشقت کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑتا۔

محاسبہ :۔

ان امور میں بھی آج کا مسلمان مخالفِ اکابرین نظر آتا ہے۔ کیونکہ

☆اب لذاتِ دنیاوی کے حصول کے لئے وقت کی بربادی بالکل عام سی بات ہے۔ چاہے وہ کسی پکنک پوائنٹ پر تفریح کے لئے جانے کے ذریعے ہو یا کھیل کود کی وجہ سے..، فضول دوستوں کے ساتھ فضول وحرام گفتگو کی بناء پر ہو یا بہترین کھانوں کے لئے کسی بڑے ہوٹل میں جانے کے سبب۔ اس ضیاعِ وقت کا اخروی ودنیوی، دونوں لحاظ سے بے حد نقصان نظر آتا ہے۔ اسی وقت ضائع کرنے کی مذموم عادت کے سبب طالبِ علم علمی میدان میں بے حد پیچھے رہ گئے ہیں۔ اسی کی وجہ سے معاشرے میں تعمیری کام، کم اور تخریبی کام، زیادہ نظر آ

Marfat.com

رہے ہیں۔اسی کی بناء پر موجودہ دور میں اخروی تیاری، اکابرین کی برکات کے سائے سے بھی محروم نظر آتی ہے۔

☆ نیز اب اپنے اعمال کا ترغیبی اظہار، شاذ و نادر اور واہ واہ کی غرض سے ان کا اعلان زیادہ نظر آتا ہے۔ وہ عمل چاہے فرض ہو یا نفل، سامنے والوں کو مرعوب ومتاثر کرنا ہی کامیابی قرار پاتا ہے۔اور کبھی کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ اظہار کرنے والا دوسروں کی ترغیب کا ہی ارادہ کرتا ہے، لیکن حقیقۃً ایسا نہیں ہوتا، کیونکہ فسادِ نیت کی باریکی کی وجہ سے اسے خود معلوم نہیں ہوتا کہ اس وقت شیطان اپنے وار میں کامیاب ہو رہا ہے۔اس کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ ترغیب دینے والا بعد ترغیب سامنے والوں کی جانب سے حوصلہ افزائی.. یا.. تعریفی جملے سننے کا متمنی رہتا ہے اور جب ان کی جانب سے مطلوبہ رویہ حاصل نہیں ہوتا، تو ان کا دل رنجیدہ ہو جاتا ہے اور اس رنجیدگی کے بعد وہ اس ترغیبی عمل کو ترک کر دیتا ہے.. یا.. اگر ترک نہیں کرتا تو کم از کم اب اسے اس عمل سے وہ لذت اور سکون حاصل نہیں ہونے پاتا، جو اس قسم کے رویئے کا سامنا کرنے سے قبل محسوس کر رہا تھا۔

☆ فی زمانہ دنیاوی مزوں کی اہمیت، زیادہ اور اخروی انعامات کی قدر، بے حد کم ہو چکی ہے، بلکہ بسا اوقات تو بالکل ہی مفقود نظر آتی ہے۔اس کا ظہور اس معاشرے میں گھر گھر دیکھا جا سکتا ہے۔کیونکہ اب ہر شخص، زبان کے مزوں، ذہنی تفریح، جسمانی آرام اور دنیا والوں کی نگاہوں میں باعزت بننے کی

Marfat.com

خاطر بڑی سے بڑی مشقت سہنے کے لئے ہمہ وقت بالکل تیار، جبکہ اخروی سکون کے لئے عملی کوشش سے مکمل راہِ فرار اختیار کرتا نظر آتا ہے۔ دنیاوی مزوں کے حصول کے لئے کسی کی جانب سے ذہن بنانے یا سمجھانے کا انتظار نہیں کیا جاتا، جبکہ اخروی تیاری کیلئے بار بار سمجھانے کے باوجود تیاری کے لئے کوئی آمادہ نظر نہیں آتا۔ بلکہ اس قسم کے سمجھانے والوں سے اظہارِ بیزاریت عام مشاہدہ کی جاسکتی ہے اور کبھی خود سمجھانے والے کو بھی ان وقتی مزوں سے لطف اندوز ہونے کا مشورہ دیتے ہوئے کہا جاتا ہے، ''ارے بھائی! چار دن کی زندگی ہے، جتنا ہنس کھیل کر گزار لو، بہتر ہے۔''

☆ نیز آخرت کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے فرصت تو اس وقت ملے گی کہ جب دنیاوی غم وافکار اپنے جال سے آزاد کریں گی۔ یہی وجہ ہے کہ اب مسلمان کے پاس دن رات کے چوبیس گھنٹے فقط دنیا کے لئے وقف ہیں، آخرت کے بارے میں سوچنے کے لئے اس کے پاس بالکل وقت نہیں۔ بلندی درجات کے لئے مختلف نفلی اعمال کا انتخاب تو دور کی بات ہے، اسے تو اتنی بھی فرصت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرض وواجب کردہ عبادات کو ان کی مکمل شرائط اور استقامت کے ساتھ ادا کر سکے اور اس کے باوجود خود کو گناہ گار و بدکار ماننے کے لئے بالکل تیار نہیں، بلکہ گنتی کے چند ٹوٹے پھوٹے نیک اعمال کی ادائیگی کا کارنامہ ادا کرنے کے بعد خود کو یقینی طور پر نجات یافتہ تصور کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب اس کے دل پر نئے نئے

Marfat.com

اعمال اختیار کرنے کی سوچ نہیں، بلکہ شیطان کی جانب سے دنیا جمع کرنے کے نت نئے طریقوں کے خیالات، یلغار کیے رہتے ہیں۔

☆اب نفس کو زیر کرنے کا تصور بھی تقریباً ختم ہو چکا ہے۔اسی بناء پر اس دور کے مسلمان کے اعمال میں سے کوئی عمل ایسا نظر نہیں آتا، جو نفس کی تیزی کو ختم یا سست کرنے والا ہو۔جب کہ اس کے برعکس ہر ایسے عمل میں مشغولیت کی کثرت دیکھی جاسکتی ہے کہ جس کے باعث نفس کی سرکشی میں اضافہ ہوتا چلا جائے۔اس غفلت کا واضح نتیجہ سامنے ہے کہ اکابرین اسلام جس عمل کو اختیار کرنا چاہتے، نفس کی مجال نہیں تھی کہ انکار کرسکتا، جب کہ آج کے مسلمان کا حال یہ ہے کہ اگر اس کا نفس کسی کام کا حکم دے دے، تو اس کی مجال نہیں کہ انکار کرسکے۔

☆اب اپنی آخرت کی بہتری کیلئے مشقت برداشت کرنے کے لئے بھی بظاہر کوئی نظر نہیں آتا۔کیونکہ جس مسلمان کو ٹھنڈے پنکھوں کے نیچے نماز پڑھنا، گیزر کے گرم پانی سے وضو کرنا، سردیوں کے مختصر روزے رکھنا، گھر میں رکھے ہوئے قرآن پاک سے تلاوت کرنا اور اپنے اعمال کی اصلاح کے لئے بسہولت علم دین کی مجالس میں شریک ہونا بھی بے حد گراں محسوس ہوتا ہو، وہ دیگر نیک اعمال اختیار کرنے کی جانب کیسے مائل ہوسکتا ہے؟....

ہاں اگر کبھی کسی کو استقامت سے نیک اعمال کی جانب مائل دیکھا بھی جاتا ہے، تو اس میں اکثر نفسانی اغراض پوشیدہ نظر آتی ہیں، مثلاً کبھی تو نماز

Marfat.com

باقاعدہ طوراس لئے شروع کر دی جاتی ہے کہ امتحان قریب ہیں، ذرا پیپر اچھے ہوجائیں گے۔کوئی کاروبار میں ترقی یا انٹرویو میں کامیابی کے لئے وظائف وعبادات کی طرف مائل ہوجاتا ہے اور کبھی اپنے دیگر مسائل کے حل کے لئے کسی عامل صاحب کی جانب سے دیا گیا وظیفہ، بڑے انہماک سے ادا کیا جاتا ہے۔ان امور میں نفسانیت کے دخل کا اندازہ اس بات سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے کہ جب ایسے حضرات کو مذکورہ عبادات کی ادائیگی کے بعد مطلوبہ نتیجہ حاصل ہوتا نظر نہیں آتا، تو مایوس ہوکر ترکِ عبادت ووظیفہ کی جانب مائل ہوجاتے ہیں۔اور معاذ اللہ (عزوجل) کبھی تو اس قسم کے مکروہ الفاظ بھی ادا کردئے جاتے ہیں کہ ''بہت نمازیں پڑھ کر دیکھ لیں، کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوا۔''

مقصود کلام :۔

حاصل یہ ہوا کہ

☆ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وقت کی اہمیت سمجھتے ہوئے اس کی قدر کرنے کی کوشش کرے۔نیز اس قیمتی سرمائے کو بے دردی سے خرچ کر کے، آخرت میں پچھتاوے کے بجائے، درست طریقے سے استعمال کر کے سرخروئی کا سامان کرے۔اس سلسلے میں بار بار سوچے کہ مختصر سی زندگی کے جو قیمتی لمحات گزر گئے، وہ اب دوبارہ لوٹ کر کبھی بھی نہیں آسکتے، جو ان کی برکات سے محروم رہ گیا، وہ محروم رہ گیا، اب آئندہ زندگی میں یقیناً ان گمشدہ برکات کا حصول دوبارہ

Marfat.com

ممکن نہیں۔لھذا موجودہ وقت کو غنیمت جانتے ہوئے آخرت کی تیاری میں ہرگز سستی نہیں کرنی چاہیئے۔حبیبِ کبریا(ﷺ) نے بارہاایسا کلام فرمایا کہ جس پرغورکرنے والا،اپنے اوقات کی قدرکرنے کی جانب مائل ہوجائے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وقت کا ضیاع اس بارگاہ میں بھی محبوب نہیں۔جیسا کہ

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشادفرمایا،''نیک اعمال میں جلدی کرو۔عنقریب فتنے،رات کے ایک اندھیرے ٹکڑے کی طرح رونما ہوں گے۔بوقت صبح انسان مؤمن اور شام کوکافر ہوجائے گااوردنیوی اسباب کے بدلے دین کوفروخت کردے گا۔''(مسلم۔کتاب الایمان)

اور حضرت ابن عباس(رضی اللہ عنہما)سے مروی ہے کہ رسول اکرم(ﷺ) کافرمان ہے کہ''صحت اورفراغت دوایسی نعمتیں ہیں کہ جن میں لوگ نقصان میں ہیں۔''(بخاری۔کتاب الرقاق)

نیز سیدہ عائشہ صدیقہ(رضی اللہ عنہا)فرماتی ہیں کہ رسول اللہ(ﷺ) عبادت کی غرض سے رات کو قیام فرماتے،یہاں تک کہ قدم مبارک پھٹنے کے قریب ہوجاتے۔(ایک مرتبہ)میں نے عرض کی،''یارسول اللہ(صلی اللہ علیک وسلم)!آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب اگلوں ،پچھلوں سب کے گناہ معاف فرمادئے ہیں۔''آپ نے ارشادفرمایا،''کیا میں اس کاشکرگزاربندہ بننامحبوب نہ رکھوں؟''(بخاری۔کتاب تفسیرالقرآن)

Marfat.com

وقت ضائع کرنے کی عادت میں گرفتار مسلمان کو چاہیئے کہ اکابرین اسلام کے کثرتِ عبادت کے واقعات پر غور وتفکر کے ساتھ ساتھ کسی ایسے شخص کی صحبت ضرور اختیار کرے کہ جو اپنے اکثر اوقات اچھے اور معیاری کاموں میں صرف کرنیکا عادی ہو۔

☆یونہی اپنے نیک اعمال کو پوشیدہ رکھنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اگر اظہار میں نیت کی خرابی کا دخل ہوگیا،توان کے ضائع ہونے کا قوی امکان ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے،

لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۔یعنی اپنے صدقے باطل نہ کردو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر۔ (کنزالایمان۔پ۳۔البقرۃ۲۶۴)

اگر کسی کو ترغیب دینا ہی مقصود ہو تو اس کے لئے حتی الامکان اپنے عمل کے بجائے کسی دوسرے کے عمل کو بطور دلیل پیش کیا جائے..یا..اس عمل کا ذکر اپنا نام لئے اور اپنی طرف منسوب کئے بغیر کیا جائے،تاکہ مقصود بھی حاصل ہوجائے اور بگاڑ کا خطرہ بھی نہ رہے۔مثلاً کسی کو نماز تہجد یا نفل روزوں کی ترغیب دینا مقصود ہے اور ترغیب دینے والا خود بھی عرصہ دراز سے ان دونوں کی ادائیگی کی سعادت حاصل کررہا ہے،تو اب بہتر یہ ہے کہ ترغیب دیتے ہوئے یوں نہ کہے کہ آپ بھی تہجد اور نفلی روزے رکھنے کی کوشش کیا کریں،الحمدللہ (عزوجل) میں خود بھی اتنے اتنے عرصے سے یہ سعادت حاصل کررہا ہوں۔'' بلکہ کسی دوسرے

Marfat.com

عامل کے عمل کو ذکر کرے اور اگر کوئی عامل ذہن میں نہ ہو، تو یوں کہہ دے کہ ''میں ایک شخص کو جانتا ہوں، جو اتنے اتنے عرصے سے نماز تہجد اور نفلی روزے باقاعدگی سے پڑھتا اور رکھتا ہے۔'' اور ''ایک شخص'' سے مراد اپنی ذات لے لے۔

☆ نیز ضروری ہے کہ اخروی مزوں کی خاطر، راہ میں رکاوٹ بننے والی وقتی لذت کو قربان کر دیا جائے۔ کھیل کود، دوستوں کے درمیان بیٹھنے، پکنک پوائنٹس پر جانے، تفریحی پروگرام دیکھنے اور طویل نیند لینے میں مزہ ضرور ہے، لیکن اس حقیقت کے انکار کی کوئی جرأت نہیں کر سکتا کہ اخروی انعامات کی سامنے ان کی کچھ بھی حیثیت نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، ''زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ط ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ☆ لوگوں کے لئے آراستہ کی گئی ان خواہشوں کی محبت، عورتیں اور بیٹے اور تلے اوپر سونے چاندی کے ڈھیر اور نشان کئے ہوئے گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی یہ جیتی دنیا کی پونجی ہے اور اللہ ہے جس کے پاس اچھا ٹھکانا۔

(ترجمۂ کنزالایمان۔ سورہ ال عمران ۱۴۔ پ ۳)

مزید ارشاد فرمایا، ''اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، تو ہرگز تمہیں دھوکہ نہ دے دنیا کی زندگی اور ہرگز تمہیں اللہ کے حلم پر دھوکہ نہ دے وہ بڑا فریبی۔

Marfat.com

(ترجمہ کنزالایمان۔سورۃ لقمان ۳۳۔پ۲۱)

اورارشادفرمایا،'' وَمَاهٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌوَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَالْاٰخِرَةَ لَهِىَ الْحَيَوَانُ لَوْكَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۔اور یہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور بے شک آخرت کا گھر ضرور وہی سچی زندگی ہے، کیا اچھا تھا اگر جانتے۔ (ترجمہ کنزالایمان۔سورۃ العنکبوت ۶۴۔پ۲۱)

اس سلسلے میں رحمتِ کونین (ﷺ) اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا عمل مبارک ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ (ﷺ) کئی کئی راتیں بھوک کی حالت میں گزار دیتے۔آپ کے گھر والوں کے پاس شام کا کھانا تک نہ ہوتا اور عام طور پر ان کی خوراک جو کی روٹی ہوتی۔''

(ترمذی۔کتاب الزھد)

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہ) کے سامنے کھانا لایا گیا۔اس دن آپ نے روزہ رکھا تھا۔کھانا دیکھ کر ارشاد فرمایا،''حضرت عمیر بن مصعب (رضی اللہ عنہ) شہید ہوگئے، وہ مجھ سے بہتر تھے، لیکن ان کے کفن کے لئے ایک چادر کے سوا کچھ بھی میسر نہ تھا، اگر اس کے ساتھ سر ڈھانپتے تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں ڈھکتے تو سر ننگا ہو جاتا۔پھر ہمارے لئے دنیاوی مال پھیلا دیا گیا، ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہماری نیکیوں کا بدلہ بعجلت (دنیا میں ہی) تو نہیں دے دیا گیا۔'' یہ کہہ کر آپ

Marfat.com

نے رونا شروع کر دیا، یہاں تک کہ کھانا چھوڑ دیا۔'' (بخاری۔کتاب الجنائز)

اور حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) ارشاد فرماتے ہیں کہ ''میں نے ستر اہل صفہ کو دیکھا کہ ان میں سے ایک پر بھی بڑی چادر نہ تھی، یا تو صرف تہبند ہوتا یا چھوٹی چادر، جسے انہوں نے اپنی گردن سے باندھ رکھا ہوتا۔ بعض کا تہبند نصف پنڈلی تک پہنچتا اور بعض کا ٹخنوں تک۔ وہ شرمگاہ کے ظاہر ہونے کے خوف سے اسے ہاتھ سے پکڑے رہتا۔'' (بخاری۔کتاب الصلوۃ)

لھذا سمجھدار شخص وہی ہے، جو تھوڑا صبر کر کے کثیر و دائمی انعامات کے حصول کا ارادہ کرے۔ اگر کچھ انتظار کے بعد دال کے بجائے مرغی ملنے کی قوی امید ہو، تو کون نادان ہے، جو اس کے تیار نہیں ہوگا؟

☆ اور ہر مسلمان کو چاہیئے کہ فرائض و واجبات پر استقامت کے ساتھ عامل ہو جانے کے باوجود مزید فکرِ آخرت اور بلندی درجات کے لئے اختیارِ اعمال کا سلسلہ، ہرگز موقوف نہ کرے۔ اس کے کئی فوائد سامنے آئیں گے۔ مثلاً ایک فائدہ تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہونے کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ جیسا کہ رحمت عالم (ﷺ) کا فرمان ہے کہ

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ''جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے، میں اس کو اعلان جنگ کرتا ہوں۔ اور میرے بندے کا کسی چیز کے ساتھ میرا قرب حاصل کرنا، فرض کی ادائیگی سے بڑھ کر مجھے محبوب نہیں۔ اور بندہ نوافل کے ذریعے میرا

Marfat.com

قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے کچھ طلب کرے، تو عطا کرتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ مانگے، تو میں اس کو پناہ دیتا ہوں۔" (بخاری۔ کتاب الرقاق)

دوسرا یہ کہ جب انسان آخرت کی سچی فکر کرے گا، تو اسے اپنے کثیر اعمال بھی بہت تھوڑے نظر آئیں گے۔ اب کثرتِ اعمال کے لئے فرائض میں اضافہ تو ناممکن ہے، تو یقیناً نوافل کی طرف ہی مائل ہونا پڑے گا اور وہ بھی ایسے اعمال کی جانب کہ جو کم وقت میں زیادہ سے زیادہ فوائد کے حصول کا سبب بن سکیں۔ اور ایسے اعمال کی نشاندہی یا تو کسی انسان کی جانب سے ہوگی یا پھر خود قدرت کی جانب سے ان کا الہام کیا جائے گا۔

پھر جیسے جیسے انسان ذوق وشوق سے اعمال جمع کرتا جاتا ہے، سلسلۂ الہام میں اتنی ہی تیزی آتی جاتی ہے۔ پھر ضروری نہیں کہ جو الہام کیا گیا، انسان کو اس پر عمل کا موقع یا فرصت بھی مل جائے۔ اگر کبھی ایسا معاملہ ہو، تب بھی کسی نقصان کا احتمال نہیں، کیونکہ اگر خود عمل نہ بھی کر سکا، تو کم از کم دوسروں کو ترغیب دینے کے لئے تو ایک نیا عمل سامنے آ ہی گیا۔

☆ آخرت میں دائمی کامیابی کے لئے نفس کو زیر کرنا بھی لازم وضروری ہے۔ اور اس کے لئے سب سے ضروری امر اس کی خواہشات کی نافرمانی ہے یعنی یہ جو بھی خواہش کرے حتی الامکان اس کی مخالفت کرنے کی کوشش کی جائے۔ نیز

Marfat.com

اسے لذاتِ دنیاوی سے دور رکھنے کی بھی کوشش کی جائے۔ جب اس کی سرکشی کم اور اطاعت زیادہ ہو جائے، تو حسبِ ضرورت نرمی کا معاملہ کیا جا سکتا ہے۔ [1]

☆ نیز اپنی آخرت کی تیاری کی غرض سے سنجیدہ مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ اعمال کی مشقت نہیں، بلکہ ان پر مرتب ہونے انعاماتِ الٰہیہ کو پیشِ نظر رکھے۔ انشاءاللہ (عزوجل) جس نے اس عادت کا اپنا لیا، اسے کسی بھی نیک عمل کے ارتکاب میں دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے گا۔ کیونکہ نفس کی عادت ہے کہ اگر اسے کسی بڑے انعام کا لالچ دیا جائے، تو وقتی مشقت کو بخوشی برداشت کر لیتا ہے، جیسے ایک مزدور شام کو ملنے والی مزدوری کی لذت کے پیشِ نظر سارے دن کی سخت محنت کو ہنسی خوشی برداشت کر لیتا ہے۔ چنانچہ قرآن وحدیث میں بیان کردہ اخروی انعامات کو جاننا، انہیں ذہن میں محفوظ کرنا اور نفس کے کسی کام کے انکار کے وقت ذہن میں حاضر کر کے عمل کے لئے قوت حاصل کرنا، اپنے اوپر لازم سمجھنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں وقت کا صحیح استعمال کرنے اور اخروی انعامات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اخلاص کے ساتھ اعمالِ صالحہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

[1] :۔ نفس کی معرفت اور اسے زیر کرنے کے طریقے جاننے کے لئے علامہ محمد اکمل عطاری مدظلہ العالی کی تالیف ''بڑا بھائی'' کا ضرور مطالعہ فرمایئے۔ (ادارہ)

Marfat.com

بیان نمبر[16]

مجھے نہیں معلوم.....

حضرت داؤد طائی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) چاندنی رات میں چھت پر تشریف لے گئے اور عجائباتِ قدرت پر غور و تفکر شروع فرما دیا۔ آپ اس غور و تفکر میں اس حد تک محو ہو گئے کہ اپنے اطراف کا خیال نہ رہا حتی کہ اسی محویت کے عالم میں پڑوسی کی چھت پر گر گئے۔ گرنے کی آواز سے پڑوسی کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے گمان کیا کہ شائد چھت پر چور ہے، لھذا تلوار لے کر اوپر پہنچا، لیکن جب سامنے آپ کو پایا تو حیران رہ گیا پوچھا، ''حضرت! آپ یہاں کیسے تشریف لے آئے؟'' فرمایا، ''مجھے نہیں معلوم کہ میں یہاں کیسے آ گیا۔'' (تذکرۃ الاولیاء۔ صفحہ ۱۳۶)

حاصلِ واقعہ:۔

اس ایمان افروز واقعے سے معلوم ہوا کہ

ہمارے اسلافِ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) اپنے اطراف میں موجود قدرتِ الٰہیہ کی عظیم نشانیوں پر غور و تفکر کرتے تھے، تا کہ ان کے قلوب میں عظمتِ باری تعالیٰ میں مسلسل اضافہ ہوتا رہے اور یہ اضافہ معرفتِ الٰہی میں اضافے کا سبب بنے اور معرفتِ الٰہی کی برکت سے انہیں حقیقی خوفِ خدا (عزوجل) حاصل ہو جائے اور پھر یہ خوفِ باری تعالیٰ، ان کے لئے آخرت کی تیاری کو مزید آسانی اور استقامت سے مزین کر دے۔

Marfat.com

محاسبہ :۔

آج مسلمان نے اپنے اطراف میں موجودقدرتِ الٰہی پر دلالت کرنے والی لاتعداداشیاء پرغوروتفکرترک کردیا ہے۔اب انسان اپنے اطراف میں دیگرلوگوں کی دولت وفراوانی وحسن وجمال ودنیاوی آسائشوں کی کثرت کودیکھ کرحسدوتکبروغروروشکوہ شکایت میں مبتلاء ہونے کے لئے توتیار نظر آتا ہے،لیکن چاند،سورج،آسمان وزمین،ہوا،بادل،بارش اورتقسیم رزق وغیرہ امور پرغوروفکر کے ذریعے معرفتِ الٰہی میں زیادتی کے معاملے میں بہت پیچھے ہے۔یہی وجہ ہے کہ اب مسلمانوں کے قلوب،خوفِ الٰہی سے بالکل خالی نظر آتے ہیں،اس کی سخت گرفت کا ڈرختم ہوچکا ہے اور اس کے احکامات معاذاللہ(عزوجل)بوجھ محسوس ہونے لگے ہیں۔

مقصود کلام :۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اپنے اطراف میں اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ بے شمار چیزوں پرغوروتفکر کی بھی عادت ڈالے۔اپنے اوپر لازم کر لے کہ میں روزانہ کم ازکم ایک یادویا تین چیزوں پرغور کی سعادت ضرورحاصل کروں گا۔مثلاً کسی دن چاندوسورج کی روشنی،ان کے ڈوبنے ابھرنے اور دیگر فوائد پر....کسی روز ہواوبارش کے چلنے اور برسنے پر...کسی وقت تقسیم رزق پر....کبھی ہزارہالوگوں کے چہروں کے مختلف ہونے پر....کبھی مختلف قسم کے جانوروں

Marfat.com

اوران سے حاصل ہونے والے فوائد یا نقصانات پر غور وتفکر کرے۔

لیکن اس فکر کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عظمت وقدرت کو جاننا ہونا چاہیئے، کیونکہ بیکار تفکر سے کچھ بھی فائدہ حاصل نہ ہوگا، جیسا کہ عام مشاہدہ ہے، بلکہ یہ فکرِ بے جا تو ضیاعِ وقت اور اضافۂ غفلت کا سبب بنتی ہے۔ چنانچہ اس کا طریقہ یوں رکھنا چاہیئے کہ مثلاً جب کھانا کھانے بیٹھے، تو کبھی یوں غور شروع کر دے کہ ''یہ گندم، چاول، پیاز، دھنیا، پودینہ، ٹماٹر اور مرچ وغیرہ نہ معلوم کہاں اگائی گئی ہوں گی، یہ وہاں سے کاٹی گئیں، پھر سبزی منڈی میں پہنچی ہوں گی، پھر وہاں سے علاقے کا دکاندار خرید کر لایا ہوگا، پھر وہاں سے گھر والے خرید کر لائے، پھر پکانے کے بعد جتنا میری قسمت میں تھا، پلیٹ میں ڈال کر مجھے دے دیا گیا۔

سبحان اللہ! اللہ عزوجل کی نظام تقسیم رزق کتنا کامل ہے کہ ہزار ہا میل دور اگنے والی غذا کو میرے لئے مخصوص فرمایا اور اسے وہاں سے چلا کر میرے سامنے پہنچا دیا، جو ربِ کائنات ہزار ہا میل دور پیدا ہونے والا رزق، لاکھوں مخلوقات تک پہنچانے پر قادر ہے، یقیناً وہ اپنے بندوں کو بروزِ قیامت اسی طرح جمع کرنے پر بھی ضرور قادر ہوگا، لھذا معلوم ہوا کہ تمام مخلوق کو میدان محشر میں جمع کرنے کا وعدہ الٰہی پورا ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوسکتی اور جب اس میں کوئی رکاوٹ نہیں، تو اب اس وقت کے لئے زادِ راہ اکٹھا نہ کرنا، یقیناً بہت بڑی نادانی ہے۔''

Marfat.com

غرض اسی طرح غور کی عادت ڈالتا رہے، تو ان شاء اللہ (عزوجل) بہت فائدہ محسوس کرے گا۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب (ﷺ) نے جابجا مقامات پر غور و تفکر کا دعوت و حکم ارشاد فرمایا ہے، چنانچہ

☆اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۔ بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لئے۔

(ترجمۂ کنز الایمان۔ سورۃ ال عمران ۱۹۰۔ پ۴)

☆اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ ☆وَاِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ ☆وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ ☆وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ ۔تو کیا اونٹ کو نہیں دیکھتے کیسا بنایا گیا ☆اور آسمان کو کیسا اونچا کیا گیا ☆اور پہاڑوں کو کیسے قائم کئے گئے ☆اور زمین کو کیسے بچھائی گئی۔ (ترجمۂ کنز الایمان۔ سورۃ الغاشیۃ ۱۷ تا ۲۰۔ پ۳۰)

☆حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ (ﷺ) ایک قوم کے پاس سے گزرے، جو اللہ عزوجل کی ذات کے بارے میں غور و فکر کر رہی تھی۔ آپ نے ان سے ارشاد فرمایا، ''تم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے بارے میں غور کرو، اس کی ذات کے متعلق غور نہ کرو، کیونکہ تم اس کی حقیقت جاننے پر قادر نہیں ہو سکتے۔'' (احیاء العلوم بحوالہ الحلیۃ لابی نعیم)

Marfat.com

☆حضرت عطاء(رضی اللہ عنہ)سے مروی ہے کہ ایک دن میں اور عبید بن عمیر،سیدہ عائشہ(رضی اللہ عنہا)کے پاس گئے اور عرض کی کہ''آپ ہمیں رسول اللہ(ﷺ) کی سب سے زیادہ تعجب خیز بات بتائیں؟''آپ ہمارے اس سوال پر رو پڑیں،پھر ارشاد فرمایا،''ان کی ہر بات بہت عجیب تھی۔ ایک رات آپ میرے پاس تشریف لائے،حتی کہ آپ کا بدن میرے بدن سے مس ہوا۔

پھر آپ نے فرمایا،''اے عائشہ!مجھے جانے دو،تا کہ میں اپنے رب عزوجل کی عبادت کروں۔''پھر آپ اٹھ کر ایک مشکیزے کے پاس گئے اور وضو کیا۔پھر نماز پڑھنے لگے اور رونا شروع فرما دیا،حتی کہ آپ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی،پھر سجدہ کیا،یہاں تک کہ زمین آنسوؤں سے تر ہوگئی۔پھر پہلو کے بل لیٹ گئے،یہاں تک کہ حضرت بلال(رضی اللہ عنہ)صبح کی نماز کی اطلاع دینے کے لئے آئے۔رسول اللہ(ﷺ)کو ملاحظہ کر کے عرض کی، ''یارسول اللہ(صلی اللہ علیک وسلم)!آپ کیوں روتے ہیں،حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرما دیئے؟''

آپ نے فرمایا،''اے بلال!مجھے کون سی چیز رونے سے روکنے والی ہے،جبکہ اللہ تعالیٰ نے رات کو مجھ پر یہ آیت نازل فرمائی،''☆اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی

Marfat.com

اُلْاَلْبَـــابِ ۔ بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لئے۔'' پھر فرمایا،''اس کے لئے بربادی ہے کہ جو یہ آیت پڑھے اور اس میں غور نہ کرے۔''

(احیاء العلوم بحوالہ صحیح ابن حبان)

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنے اطراف میں عجائباتِ الٰہیہ پر مسلسل غور و فکر کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

بیان نمبر[17]

قبرستان کے مُردوں کا لشکر

ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت داؤد طائی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو نماز کے لئے گھبراہٹ کے عالم میں جلدی جلدی جاتے دیکھا، تو عرض کی، ''حضور! اتنی جلدی اور گھبراہٹ کس سبب سے ہے؟'' فرمایا، ''دراصل شہر کے دروازے پر ایک لشکر میرے انتظار میں موجود ہے، اسلئے عجلت میں مبتلاء ہوں۔'' لوگوں نے حیرانی سے دریافت کیا، ''کون سا لشکر؟'' فرمایا، ''قبرستان کے مردوں کا لشکر۔''

(تذکرۃ الاولیاء۔ صفحہ ۱۳۶)

حاصلِ واقعہ:۔

اس ایمان افروز واقعے سے معلوم ہوا کہ

اسلافِ عظام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) اپنی موت کو ہمہ وقت یاد رکھا کرتے تھے، جس کی برکت سے انہیں بکثرت نیکیاں کرنے کی توفیق حاصل رہتی تھی۔

محاسبہ:۔

اپنی موت کو یاد رکھنے کے سلسلے میں آج کے مسلمان کی سستی کسی پر مخفی نہیں۔ بلکہ بعض مسلمان تو ایسے بھی ملیں گے، جو موت کی یاد سے غفلت و سستی میں مبتلاء ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے ذکر سے بھی نفرت کرتے ہیں۔ ان کے گھروں میں اگر موت میت کا تذکرہ چھڑ جائے، تو فوراً منع کر دیا جاتا ہے۔ یہ موت کی یاد سے غفلت کا ہی نتیجہ ہے کہ اب گناہوں کی کثرت سے خوف محسوس

Marfat.com

نہیں ہوتا، عبادات ترک کرنا معمولی سمجھا جاتا ہے، دنیا جمع کرنے کا شوق بڑھتا چلا جارہا ہے اور حسد و تکبر وغیرہ امراض باطنی میں ابتلاء عام ہے۔

مقصود کلام :۔

حاصل یہ ہوا کہ ہر شخص کو اپنی موت یاد رکھنی چاہیئے، تا کہ اس کی یاد کی برکت سے آخرت کی تیاری میں آسانی پیدا ہو جائے۔ کیونکہ جب انسان اپنی موت کو کثرت سے یاد کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے سابقہ گناہوں پر توبہ کی توفیق عطا فرما دیتا ہے، کثرت سے نیکیاں کرنا آسان ہو جاتا ہے، گناہوں سے نفرت ہو جاتی ہے، نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے کو دل چاہتا ہے، وقت ضائع کرنا گراں گزرنے لگتا ہے، دنیا کی جانب سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اور ہر نیک عمل میں جلدی کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے، اور اس طرح آخرت میں سرخروئی اور کامیابی اس کے قدم چومتی ہے۔

یہ یاد رکھنا بھی مفید رہے گا کہ موت کو مختلف طریقے سے یاد کیا جا سکتا ہے، مثلاً

کبھی تو آنکھیں یوں تصور باندھنا چاہیئے کہ میں مر چکا ہوں، گھر والے میری لاش پر رو رہے ہیں، پھر مجھے تختہ غسل پر لٹایا گیا ہے، اب غسل دینے کے بعد سفید کفن میں لپیٹ دیا گیا ہے، اس کے بعد نمازِ جنازہ ادا کی جارہی ہے، پھر قبرستان کی طرف لے جایا جارہا ہے، پھر قبر میں رکھ دیا گیا اور اب اوپر

Marfat.com

سے مٹی ڈال کر سب چاہنے والے ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر واپس جا رہے ہیں۔"

کبھی موت کے اسباب پر غور شروع کر دے یعنی اس پہلو پر غور کرے کہ مجھے موت کس طرح آئے گی، ڈوب کر، جل کر، اوپر سے گر کر، ایکسیڈنٹ کے ذریعے، کوئی زہریلی چیز کھانے کے باعث، کسی کیڑے کے کاٹنے سے یا کسی مہلک بیماری میں مبتلاء ہو کر۔

کبھی قبر کے مناظر کو ذہن میں لے کر آئے، مثلاً مجھے قبر میں رکھ کر سب واپس چلے گئے ہیں، میں قبر میں اکیلا رہ گیا ہوں، چاروں طرف ہزار ہا مردے ہیں، ہر طرف ہولناک سناٹا چھایا ہوا ہے، بھیانک اندھیرا دل ڈرا رہا ہے، قبر میں بے شمار کیڑے مکوڑے رینگ رہے ہیں، ان میں سے بہت سے میرے بدن پر چڑھ کر کاٹنا شروع ہو گئے ہیں، اب قبر کی دیواریں ہلنا شروع ہو گئی ہیں، اچانک دو ہیبتناک فرشتے "منکر ونکیر" قبر کی دیواریں چیرتے ہوئے اندر داخل ہو گئے ہیں، اب انہوں نے گرجدار آواز میں سوالات شروع کر دئے ہیں، لیکن گناہوں کی کثرت اور دینی پابندیوں سے بھاگنے کی عادت نے میری زبان کو جواب دینے سے عاجز کر دیا ہے اور یوں میں سخت عذاب میں گرفتار ہو گیا ہوں۔

کبھی عذابِ قبر کا تصور باندھے، مثلاً میرے گناہوں کی شامت باعث میرا کفن آگ کے کفن میں تبدیل کر دیا گیا ہے یا مجھ پر سانپ اور بچھو مسلط کر دئے گئے ہیں یا مجھے بھاری ہتھوڑوں سے مارا جا رہا ہے اور میں شدتِ

Marfat.com

تکلیف سے بری طرح چلا رہا ہوں۔ وغیرہ وغیرہ

طبیبِ اعظم (ﷺ) نے موت کی یاد کی جانب بکثرت مائل فرمایا ہے۔ چنانچہ

☆ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''لذتوں کو توڑ دینے والی یعنی موت کو بکثرت یاد کرو۔''

(ترمذی۔ کتاب الزھد)

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے چند لکیریں کھینچیں اور فرمایا، ''یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے، وہ اسی طرح زندگی گزار رہا ہوتا ہے کہ قریب ترین لکیر (یعنی موت) آ پہنچتی ہے۔''

(بخاری۔ کتاب الرقاق)

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنی اپنی موت یاد رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

یاد نمبر[18]

مجھے شرم آتی ھے

ایک دن حضرت داؤد طائی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) روزے سے تھے۔ والدہ نے ملاحظہ فرمایا کہ دھوپ میں بیٹھے ہوئے ذکرواذکار میں مصروف ہیں اور سخت گرمی کی وجہ سے جسم، پسینے سے شرابور ہے۔ چنانچہ فرمایا، ''بیٹے! تم روزے سے ہو، گرمی بھی شدید ہے، اگر سائے میں آجاؤ، تو کیا حرج ہے؟'' آپ نے عرض کی، ''میری محترم والدہ! اپنے نفس کی خاطر قدم اٹھاتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔'' (تذکرۃ الاولیاء۔ صفحہ ۱۳۶)

حاصلِ واقعہ:۔

اس ایمان افروز واقعے سے معلوم ہوا کہ

(1) ہمارے بزرگان دین ہر لمحہ نفس کی مخالفت میں مصروف رہا کرتے تھے۔

(2) وہ پاکیزہ فطرت نفوس، نفس کی اطاعت کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے شرم محسوس کیا کرتے تھے۔

محاسبہ:۔

☆ اب نفس کی مخالفت کا ذہن بھی تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ نفس کو اپنا مطیع بنانا خواب، جب کہ ہر معاملے میں اس کی اطاعت کرنا تعبیر بن چکا ہے۔

Marfat.com

کھانے، پینے، سونے، جاگنے، میل جول رکھنے، وقت گزارنے، لباس پہننے اور صحبت اختیار کرنے وغیرہ میں سے کون سا ایسا کام ہے کہ جس میں نفس کا غلبہ نظر نہیں آتا، حتی کہ عبادات کے اختیار کرنے میں بھی نفس کا کردار نمایاں نظر آتا ہے، چنانچہ جو عبادت آسان اور مختصر ہو اسے اختیار کرنے میں نفس کی جانب سے کوئی مخالفت نظر نہیں آتی، اسکے برعکس جس عبادت میں مال کا خرچ یا مشقت میں مبتلاء ہونا پڑے، اس میں نفس پورا زور لگا کر راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

یونہی ترکِ گناہ میں بھی اسی کا عمل دخل زیادہ نظر آتا ہے۔ چنانچہ کبھی تو گناہ سے بچنے کا حکم دیتا ہے، یہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب اسے لوگوں کی جانب سے مذمت کا صحیح خوف پیدا ہو جائے، جیسے چوری کرنے اور شراب پینے وغیرہ میں ..اور.. کبھی پوری شدت کے ساتھ اس میں مشغول کرواتا ہے، یہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب کسی قسم کا کوئی دنیاوی نقصان وخطرہ نظر نہیں آتا۔ مثلاً تنہائی میں یا بے تکلف دوستوں کے درمیان گناہ کرنا۔ اطاعتِ نفس ایک ایسا مرض ہے کہ جسمیں عوام تو عوام خواص بھی مکمل طور پر مبتلاء نظر آتے ہیں۔

☆ یونہی اب نفس کی مخالفت کے ساتھ ساتھ، اس کی اطاعت کی صورت میں اللہ تعالیٰ سے شرم وحیاء بھی مفقود ہو چکی ہے۔ وہ نفوس قدسیہ تو نفس کی جائز ومباح خواہش پوری کرنے میں بھی شرم محسوس کرتے تھے، لیکن آج کا

Marfat.com

مسلمان اس کی حرام وناجائز تمنائیں پوری کرنے میں بھی حیاء محسوس نہیں کرتا۔

مقصود کلام :۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ

☆ ہر مسلمان کو اپنے اکابرین کی مثل اپنے نفس کو اپنا دشمن سمجھنا چاہیئے اور فطرتی تقاضا ہے کہ اپنے دشمن کی بات کوئی نہیں مانتا، لھذا اس کی ہر خواہش کی نافرمانی کو اپنی عادت بنالینا چاہیئے ۔اور یہ یقیناً بے حد مشکل کام ہے۔لیکن اسی امر مشکل پر صبر ان شاء اللہ (عزوجل) بارگاہِ الٰہی میں بلندی درجات کا سبب بنے گا۔کیونکہ یہ صبر شرعی لحاظ سے مجاہدہ کہلاتا ہے اور مجاہدہ، جہاد سے ہے اور جہاد کا ثواب بے شمار ہے اور ثوابِ بے شمار بلاریب بلندی درجات کا سبب ہے۔

مروی ہے کہ شفیع محشر (ﷺ) نے جہاد سے واپس آنے والی ایک قوم سے ارشاد فرمایا، ''مرحبا! تم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف آئے ہو۔'' عرض کی گئی، ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! یہ جہاد اکبر کیا ہے؟'' فرمایا، ''نفس کے ساتھ جہاد کرنا۔'' (احیاء العلوم بحوالہ بیھقی)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''مجاہد وہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرے۔''

(ترمذی۔کتاب فضائل الجھاد)

☆ نیز اگر کبھی اس کی خواہش کی پیروی کر بیٹھے، تو اسے چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ سے شرم محسوس کرے اور ممکن ہو، تو اس کے کفارے کی نیت سے کچھ خیرات

Marfat.com

کردے یا کوئی عبادت اختیار کرے تا کہ اس اطاعت کی بناء پر قلب پر جو کثافت چھائی، وہ دور ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان بھائی و بہن کو نفس کی مخالفت کرنے اور اطاعت کی صورت میں اللہ تعالیٰ سے شرم وحیاء کرنے توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

بیان نمبر [19]

بے کار نظر ڈالنے سے منع فرمایا ھے

حضرت فضیل بن عیاض (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فخریہ فرمایا کرتے تھے کہ میں دو مرتبہ حضرت داؤد طائی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔ایک مرتبہ جب میں آپ سے ملا، تو آپ کے گھر کی چھت کو بے حد بوسیدہ پایا، میں عرض کی، ''حضور! آپ ملاحظہ نہیں فرماتے کہ چھت کتنی بوسیدہ ہو چکی ہے؟اس کے نیچے سے ہٹ جایئے، ایسا نہ ہو کہ گر جائے۔''

آپ نے ارشاد فرمایا،''میں نے آج تک اس کی طرف نہیں دیکھا کیونکہ ہمارے اکابرین نے بیکار نظر ڈالنے سے منع فرمایا ہے۔''اور دوسری مرتبہ مجھے نصیحت فرمائی کہ ''مخلوق سے تعلق منقطع کرلو۔'' (تذکرۃ الاولیاء۔صفحہ ۱۳۷)

حاصلِ واقعہ:۔

اس ایمان افروز واقعے سے معلوم ہوا کہ

(1) ہمارے اکابرین حصول برکت وفیض کے لئے دوسرے اکابرین کی زیارت اور اس شرف کے حصول پر فخر کیا کرتے تھے، جیسا کہ حضرت فضیل بن عیاض (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے عمل سے ظاہر ہوا۔

(2) ہمارے اسلاف ، اپنے اکابرین کی نصیحتوں پر سختی سے عمل کیا کرتے تھے، چاہے اس میں کتنی ہی تکلیف کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑتا، جیسا کہ

Marfat.com

داؤد طائی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے عمل سے واضح ہے کہ نظر کو مباح چیزوں کی جانب اٹھانے سے بھی روکنا، یقیناً سخت مشقت کا طالب ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کے وہ محبوب بندے، بے کار نظر ڈالنے کو بھی معیوب سمجھا کرتے تھے۔

(4) وہ مخلوق سے بے جا میل جول کو ناپسند فرماتے تھے۔

محاسبہ :۔

☆ قابل صد افسوس امر ہے کہ اب مسلمان، زیارتِ بزرگان دین کے معاملے میں بھی، انتہائی سستی، کاہلی اور غفلتِ عظیمہ کا مرتکب نظر آتا ہے۔ اولاً تو اسے یہ جاننے کی ہی فرصت نہیں کہ اس دور میں بھی اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے موجود ہیں یا نہیں۔ اور اگر کہیں سے معلوم ہو گیا کہ ایسی شخصیات اب بھی موجود ہیں، بلکہ قیامت تک ایسے نفوس قدسیہ سے روئے زمین خالی نہ رہے گی، تو یہ جاننے کی زحمت گوارا نہیں کی جاتی کہ وہ کس مقام پر موجود ہیں۔ اور اگر یہ بھی معلوم ہو جائے، تو ان کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کے لئے وقت ہی نہیں ملتا، حتی کہ اگر معلوم ہو کہ کوئی بڑی شخصیت ہمارے علاقے کے کسی گھر یا مسجد یا محلّہ میں کرم فرما ہو رہی ہیں، تب بھی سستی کا یہ عالم کہ چند قدم اٹھانا بوجھ محسوس ہوتا ہے اور فقط اس شخصیت کے آنے اور جانے کا شور سننے پر ہی اکتفاء کر لیا جاتا ہے۔

Marfat.com

یقیناً یہ کوتاہی نفس وشیطان کی مداخلتِ بے جا کا نتیجہ ہے، ورنہ یہی مسلمان جو اس معاملے میں تنگی وقت اور قلتِ فرصت کا شکوہ کرتا نظر آتا ہے، کرکٹ کے میچ، آوارہ گرد دوستوں کی صحبت، مقاماتِ تفریح اور دیگر دنیاوی مصروفیات کے لئے اپنی پوری توانائی اور کامل وقت دینے کے لئے عملی طور پر بالکل تیار رہتا ہے۔

ہاں اگر کبھی زیارت کا شوق بہت زیادہ غالب ہوتا بھی ہے، تو اکثر اس میں اپنی نفسانی اغراض کی تکمیل ہی مقصود ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ملاقات پر اپنی دنیاوی تکالیف کی دوری اور مختلف آسائشوں کے حصول کی تمنا کی دعا کا سوال کیا جاتا ہے، فقط زیارت کرنا یا اخروی ترقی کی دعا کروانا، شاذ ونادر ہی دیکھا جاتا ہے۔

☆اب دینی لحاظ سے قابل احترام شخصیات کی جانب سے کی گئی نصیحتوں کو معمولی سمجھ کر بے پرواہی سے پس پشت ڈال دینا بھی عام ہے۔ کیونکہ اولاً تو نصیحت حاصل کرنے کا ہی ذہن نہیں۔ اگر کبھی شوق اٹھتا بھی ہے، تو اخلاص کا دور دور تک پتہ نہیں ہوتا کہ بسا اوقات اس عمل سے فقط سامنے والی شخصیت کو متاثر کرنا ہی مقصود ہوتا ہے۔ جس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ

اگر تحریراً ہو، تو نصیحت کو حاصل کرنے، اس شخصیت کے سامنے چومنے اور آنکھوں سے لگانے کے بعد ایک سرسری نگاہ ڈال کر ڈائری یا پیڈ کو ہمیشہ کے

Marfat.com

لئے بند کر دیا جاتا ہے، پھر یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ وہ نصیحت کس بارے میں تھی اور کس جگہ نوٹ کی گئی تھی۔

اور اگر زبانی تھی، تو اس محفل کے اختتام سے پہلے پہلے حافظہ اسے محفوظ رکھنے سے محروم ہو جاتا ہے۔

اور اگر نصیحت کا یہ حصول اخلاص کے ساتھ تھا اور عمل کی سعادت حاصل کرنے کا ارادہ بھی ہے، تو عموماً اس موقع پر بھی نفس غلبہ کر لیتا ہے، چنانچہ اگر نصیحت، آسان اور مختصر مدت کے لئے اختیار کئے جانے والے کسی عمل پر مشتمل ہو، تو بہت خوشدلی سے عمل کیا جاتا ہے..اور..اس کے برعکس اگر کسی مشکل اور طویل دورانئے پر مشتمل عمل کے بارے میں ہو، تو کبھی تو شروع ہونے سے پہلے ہی ہمت دم توڑ جاتی ہے اور کبھی کچھ عرصے عامل رہنے کے بعد ہمیشہ کے لئے خدا حافظ کہہ دیا جاتا ہے۔

☆فی زمانہ آوارہ نظری کو بھی بالکل معیوب نہیں سمجھا جاتا۔راستے میں چلتے ہوئے نگاہیں نیچی رکھنا بالکل متروک ہو چکا ہے۔ویگن و بس میں سفر کرتے ہوئے خاص طور پر کھڑکی والی سیٹ اسی لئے حاصل کی جاتی ہے کہ باہر کے نظارے کئے جائیں گے، جس کی بناء پر سفر آسانی سے کٹ جائے گا۔اس عادتِ غیر پسندیدہ میں عوام وخواص دونوں ہی بری طرح گرفتار ہیں۔اس آوارہ نظری کا نتیجہ اکثر، اپنی نگاہوں کو حرام سے بھرنے کی صورت میں ہی ظاہر ہوتا ہے۔

Marfat.com

☆اب مخلوق سے بے جا میل جول بھی حد سے زیادہ بڑھ چکا ہے۔

جس کے نقصاناتِ کثیرہ بآسانی ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔مثلاً ذہن کا ہر وقت فضول باتیں سوچنے میں مصروف رہنا،جس کی بناء پر فکرِ آخرت میں خطرناک حد تک کمی کا واقع ہونا،غیبت وچغلی وحسد وتکبر وبدگمانی جیسے ظاہری وباطنی گناہوں میں مصروف ہونا،عبادات کی رغبت میں کمی واقع ہونا،ایک دوسرے کے عیوب ونقائص پر واقف ہونا،قیمتی وقت کا ضائع ہونا وغیرہ وغیرہ۔

یہ امور تو اس وقت ظہور پزیر ہوتے ہیں کہ جب صحبتِ گناہگار اختیار کی جائے،لیکن اگر کسی صاحبِ تقویٰ کی صحبت میں بھی فضول اور کثرت کے ساتھ بیٹھا جائے،تو یہ نشستیں بھی نقصان سے خالی نہیں رہتیں۔کیونکہ کبھی کبھی ان کا انجام بھی گناہ یا عیوب ونقائص کے منکشف ہونے یا فضولیات میں مبتلاء ہوکر عبادت کی حلاوت وچاشنی سے محروم ہونے کی صورت میں دیکھا جاسکتا ہے۔

مقصود کلام:۔

حاصل یہ ہوا کہ

☆ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اس بات کی معلومات حاصل کرے کہ فی زمانہ کس شخصیت میں اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کی واضح علامات پائی جاتی ہیں۔اگر کسی ایسی شخصیت کے بارے میں علم حاصل ہوجائے،تو حصول برکت

Marfat.com

وسعادت کی نیت سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے میں ہرگز دیر نہ کرے[1]، بلکہ ہفتے یا پندرہ دن یا مہینے میں ..اور.. اگر دور ہے، تو تین یا چھ مہینے میں کم از کم ایک مرتبہ اس کی زیارت ضرور کرے کہ اس کی برکت سے عبادت کی رغبت و ہمت اور گناہوں سے تائب اور محفوظ ہونے کا موقع میسر آئے گا، بلکہ عین ممکن ہے کہ یہ قصدِ زیارت، بارگاہ الٰہی میں محبوب و مقبول ہونے اور حصول جنت کا ذریعہ بن جائے۔ جیسا کہ

(i) حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، ''ایک شخص کسی دوسری بستی میں اپنے بھائی کی زیارت کے لئے چلا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ مقرر کر دیا۔ جب یہ شخص فرشتے کے پاس پہنچا، تو اس نے پوچھا، ''کہاں کا اُرادہ ہے؟'' اس نے کہا، ''فلاں بستی میں اپنے ایک بھائی کے پاس جا رہا ہوں۔'' فرشتے نے پوچھا، ''کیا اس کا تجھ پر کچھ احسان ہے، جس کا بدلہ دینا چاہتا ہے؟'' اس نے کہا، ''نہیں، بلکہ میں اس سے فقط اللہ تعالیٰ کے لئے محبت رکھتا ہوں۔''

فرشتے نے کہا، ''میں تیرے پاس اللہ عزوجل کی جانب سے پیغام

---

[1]:۔ الحمدللہ (عزوجل)! امیرِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ ابو بلال محمد الیاس عطار قادری مدظلہ العالی کا شمار ایسی ہی برگزیدہ ہستیوں میں ہوتا ہے۔ ان کی بزرگی پر دلیل حاصل کرنا مقصود ہو، تو ان نوجوانوں کو ملاحظہ کیا جائے کہ جو ان کی صحبت کی برکت سے سنتوں کی چلتی پھرتی تصویر نظر آتے ہیں۔ کراچی میں، پرانی سبزی منڈی پر واقع، فیضان مدینہ میں، ہر جمعرات منعقد ہونے والے ہفتہ وار اجتماع میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوا جا سکتا ہے۔ (ادارہ)

Marfat.com

لایا ہوں کہ جس طرح تو نے اس شخص کو محبوب رکھا، اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے محبت فرماتا ہے۔'' (مسلم۔کتاب البر والصلۃ.....)

(ii) حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جو شخص کسی مریض کی بیمار پرسی یا اپنے مسلمان بھائی کی زیارت کرے، تو ایک پکارنے والا آواز دیتا ہے، ''تجھے مبارک ہو اور تیرا چلنا باعثِ برکت ہو اور تو نے جنت میں اپنے ایک جگہ تیار کر لی۔'' (ترمذی۔کتاب البر والصلۃ)

اور اس کا ایک فائدہ آخرت میں حصول امن و عافیت کی صورت میں بھی ظاہر ہوگا۔ کیونکہ جب انسان کسی بزرگ کی زیارت کرتا ہے، تو پہلے سے موجود محبتِ قلب میں اضافہ ہوتا ہے اور پھر مسلسل زیارت کی بناء پر محبت و عقیدت کا یہ تعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے اور یہی محبت بروزِ محشر ان بزرگ کے قرب کا سبب بنے گی۔ جیسا کہ

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ (ﷺ) سے سوال کیا، ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! قیامت کب آئے گی؟'' آپ نے دریافت فرمایا، ''تو نے اس کے لئے کیا تیار کیا ہے؟'' اس نے عرض کی، ''اللہ عزوجل اور اس کے رسول (ﷺ) کی محبت۔'' آپ نے فرمایا، 'تو تجھے جس سے محبت ہے، تو اسی کے ساتھ ہوگا۔'' (مسلم۔کتاب البر والصلۃ.....)

اور اللہ تعالیٰ رحمت سے بعید ہے کہ اپنے ایک ولی پر تو انعام و اکرام کی

Marfat.com

بارش فرمائے اور ساتھ رہنے والوں کو محروم کر دے۔

اور اس راہ میں رکاوٹ ڈالنے کے سلسلے میں نفس کی کسی چال کو کامیاب نہ ہونے دے کہ ان برکات کا حصول فقط زندگی تک ممکن ہے، اگر موت کے فرشتے دروازہ زندگی پر دستک دے دی، تو سوائے داغ محرومی اور انعام حسرت کے، کچھ اور حاصل نہ ہوگا۔

لیکن ایسی شخصیت سے ملاقات میں وقفہ بھی بہت ضروری ہے کہ بعض اوقات کثرتِ ملاقات کی بناء پر نفس کی تڑپ اور کشش میں کمی واقع ہو جاتی ہے، جس کا نتیجہ ہمیشہ کے لئے دور ہونے کی صورت میں نکلتا ہے، لھذا ایک دفعہ کے بعد، دوسری ملاقات کے لئے کچھ دن انتظار کرنا ضروری ہے۔ تعلیم امت کے لئے رحمتِ عالم (ﷺ) نے اپنے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو یہی وصیت ارشاد فرمائی تھی۔ چنانچہ

☆ حضرت عطاء (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ ایک دن میں اور عبید بن عمیر، سیدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس گئے اور آپ سے پردے کے پیچھے سے کلام کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے دریافت فرمایا، ''اے عبید! کس چیز نے تمہیں ہماری ملاقات سے روکا ہے؟'' انہوں نے عرض کی، ''رسول اللہ (ﷺ) کے اس فرمان نے کہ ''وقفے وقفے سے ملاقات کرو، محبت میں اضافہ ہوگا۔'' (احیاء العلوم بحوالہ صحیح ابن حبان)

Marfat.com

☆ نیز اگر اللہ عزوجلٍ کے کسی مقرب بندے کی جانب سے کوئی نصیحت حاصل ہو، تو اسے اللہ عزوجل کی جانب سے انعام تصور کرنا چاہیئے۔ اگر اس پر عمل کرنا ممکن ہو اور کوئی شرعی عذر رکاوٹ نہ بنے، تو عمل کی سعادت بھی ضرور حاصل کرنی چاہیئے کہ رضائے الٰہی کے حصول میں بے حد آسانی رہے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی بھی نیک عمل کا خیال اللہ تعالیٰ کی جانب سے الہام کیا جاتا ہے، چونکہ نصیحت کرنا بھی ایک نیک عمل ہے، لھذا اس کا خیال بھی یقیناً من جانبِ باری تعالیٰ ہی الہام کیا جائے گا اور اس میں بھی کوئی شک نہیں ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اسی چیز کا الہام فرمائے گا کہ جو اس کی بارگاہ میں مقبول ومحبوب ہوگی۔

لھذا اب جو اس نصیحت پر عمل کرے، تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کے مقبول ومحبوب عمل کو اپنایا اور جو یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کے مقبول ومحبوب عمل کو اپنائے گا، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کامیابی وکامرانی اس کے قدم چومے گی۔ اس کے برعکس اگر کسی نے اس نصیحت کو ٹال دیا اور عمل کی راہ میں کوئی شرعی مانع بھی نہیں تھا، تو گویا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے محبوب عمل سے روگردانی کی اور محبوبِ بارگاہ الٰہی عمل سے بے رغبتی غالباً محرومی کی بات ہے۔

لھذا ہر مسلمان بھائی اور بہن کو چاہیئے کہ اگر کسی بزرگ کی زبان پاکیزہ سے کوئی نصیحت سنیں تو فوراً اسے کسی ڈائری وغیرہ میں محفوظ کرلیں اور وقتاً فوقتاً پڑھتے رہیں اور اگر کوئی مجبوری نہ ہو تو عمل پیرا ہونے میں ہرگز دیر نہ کریں۔ بلکہ

Marfat.com

ممکن ہو، تو اسے دوسروں تک پہنچانے کی بھی ضرور کوشش کریں کہ بسا اوقات خود کو عمل کی توفیق حاصل نہیں ہوتی، لیکن سننے والا فوراً عمل پیرا ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا ہو گیا تو مفت میں ثوابِ جاریہ کا ذریعہ ہاتھ آجائے گا، لھذا اس میں سستی ہرگز نہیں کرنی چاہیئے۔

☆ نیز آخرت کی سنجیدگی کے ساتھ تیاری کرنے والے سمجھ دار مسلمان کے لئے اپنی نگاہوں کی حفاظت کرنا بھی بے حد ضروری ہے۔ حرام چیزوں سے تو اس لئے کہ ان پر نگاہ ڈالنا، عذابِ الٰہی کا سبب بن سکتا ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلاً۔ بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے۔

(بنی اسرائیل ۳۶)

اور بیکار و مباح چیزوں سے اس لئے کہ فضول نگاہ، آہستہ آہستہ حرام کی جانب لے جاتی ہے۔ نیز اس کی بناء پر ذہن فضول خیالات کی آماجگاہ بن جاتا ہے، جس کے باعث آہستہ آہستہ دل پر اندھیرا چھا جاتا ہے اور نورانیت ختم ہو جاتی ہے۔ پھر ستر بھکنے کی ابتداء بھی نظر کے آزاد چھوڑنے سے ہی ہوتی ہے۔ جیسا کہ امام اہل سنت، مجدد دین وملت الشاہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے فرمایا، ''نظر بھکتی ہے تو دل بھکتا ہے اور دل کے بھکنے سے ستر بھکتا ہے۔''

Marfat.com

نگاہ کی حفاظت پر استقامت کے لئے کسی ایسے شخص کی صحبت بہت ضروری ہے کہ جو حفاظتِ نگاہ کا شعور رکھنے کے ساتھ ساتھ اس پر سختی اور استقامت کے ساتھ عمل پیرا بھی ہو۔ نیز حرام سے بچنے کا بہترین اصول یہ ہے کہ انسان مباح کے معاملے میں احتیاط سے کام لے۔ چنانچہ نگاہوں کی کامل حفاظت کے متمنی کے لئے ضروری ہے کہ نگاہ کو فضول استعمال کرنے میں بھی احتیاط سے کام لے۔ اور اگر کبھی فضول نگاہ اٹھ جائے، تو اپنے لئے کچھ نہ کچھ سزا مقرر کر لے، مثلاً بارہ مرتبہ درودِ پاک یا تھوڑا بہت پیسہ صدقہ یا دو رکعت نفل نماز یا تازہ وضو وغیرہ، کہ یہ بھی ہمارے اکابرین کا طریقہ رہا ہے۔ جیسا کہ منقول ہے کہ،

☆ حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) ایک باغ میں نماز ادا فرما رہے تھے۔ دوران نماز آپ کی توجہ ایک پرندے پر پڑی، جو درختوں میں پھنس گیا تھا اور راستہ تلاش کر رہا تھا۔ اس کی جانب متوجہ ہونے کے باعث آپ کو یاد نہ رہا کہ کتنی رکعتیں پڑھیں۔ نماز سے فارغ ہونے بعد آپ رسول اللہ (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس فتنے کا ذکر کیا اور عرض کی، ''یَارَسُوْلَ اللّٰہِ (صلی اللہ علیک وسلم) !هُوَ صَدَقَةٌ فَضَعْهُ حَيْثُ شِئْتَ ۔ یعنی یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! یہ میری طرف سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ ہے، آپ جسے چاہیں عطا فرما دیں۔'' (احیاء العلوم۔ بیان دواء النافع لحضور القلب)

Marfat.com

☆ایک اور شخص کے بارے میں مروی ہے کہ آپ اپنے باغ میں نماز ادا فرما رہے تھے کہ دوران نماز کھجور کے درختوں پر نگاہ پڑ گئی، کثرت سے کھجوروں کے گچھے آپ کو بہت اچھے لگے، ان میں مشغولیت کی وجہ سے یاد نہ رہا کہ کتنی رکعتیں ہوئیں۔ بعد نماز حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں حاضر ہو کت تمام معاملہ عرض کیا اور گزارش کی کہ **هُوَ صَدَقَةٌ فَاجْعَلْهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ** ۔یعنی یہ صدقہ ہے، پس آپ اسے اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ فرما دیں۔''...حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے اسے پچاس ہزار میں بیچا۔(ایضاً)

نیز راستے میں چلتے ہوئے حتی الامکان نگاہیں جھکا کر رکھے اور بس و ویگن وغیرہ میں سفر کرتے ہوئے بھی باہر کی جانب فضول دیکھنے سے پرہیز کرے۔اس سلسلے میں ہمارے پیارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طریقہ کار ملاحظہ فرمایئے کہ آپ راہ چلتے ہوئے بلاضرورت کسی طرف نہ دیکھتے، یہاں تک کہ بعض اوقات دامنِ اقدس، خاردار جھاڑیوں سے الجھ جاتا بلکہ یوں کہیئے کہ آپ کی خوشبو پا کر شاخیں بوسہ تعظیم کے لئے آپ کے دامن سے لپٹ جاتیں۔

نیز اگر کوئی مسلمان دوسروں کو نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا ہے، تو اسے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ احتیاط سے کام لینا ضروری ہے، ورنہ لوگوں کے بدظن اور اس کے عمل کو دلیل بنا کر آوارہ نظری پر جرأت مند ہونے کا شدید خطرہ ہے۔

Marfat.com

☆یونہی مخلوق سے بے جا میل جول کے نقصانات پر غور و تفکر کرکے خود کو فقط نیک لوگوں یا تنہائی کا عادی بنانے کی کوشش کرے کہ اس کے بغیر آخرت کی درست تیاری ممکن نہیں۔

حضرت حاتم اصم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں کہ ''میں نے مخلوق سے پانچ چیزیں طلب کیں، مگر نہ مل سکیں۔ میں نے ان سے کہا کہ میرے لئے زہد وطاعت مہیا کرو، لیکن وہ نہ کر سکے۔ میں نے کہا کہ ''زہد وطاعت کے حصول میں میری مدد ہی کردو، مگر وہ مدد بھی نہ کر سکے۔ پھر میں نے کہا کہ اگر میں زہد وطاعت کے حصول کے لئے تم سے کنارہ کشی اختیار کروں، تو ناراض نہ ہونا، مگر وہ کنارہ کشی پر ناراض ہوگئے۔ میں نے کہا کہ ''تم زہد وطاعت کے حصول کی راہ میں رکاوٹ نہ بننا، مگر وہ روکنے سے بعض نہ آئے۔ اخیر میں نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جانب تو نہ بلاؤ، مگر انہوں نے میری اس بات کو بھی تسلیم نہ کیا۔ جب لوگوں سے میری کوئی بھی مراد پوری نہ ہوئی تو میں ان سے کنارہ کش ہوکر اصلاح نفس میں مشغول ہوگیا۔'' (منہاج العابدین۔ دوسری رکاوٹ کا بیان)

نیز نیک لوگوں سے مقصد کی تکمیل کی حد تک ملاقات ہونی چاہیئے یعنی جس مقصد کے لئے ملاقات کی، جب وہ پورا ہو جائے، تو مزید نہ رکے، بلکہ کسی دینی کام میں خود کو مشغول کردے، بلکہ دورانِ ملاقات بھی فسادِ نیت سے خود کو بچانے کی کوشش کرتا رہے یعنی پوری ملاقات اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی نیت

Marfat.com

سے ہونی چاہیئے، درمیان میں کوئی دوسری نیت شامل نہ ہو مثلاً سامنے والے کو اپنی گفتگو سے متاثر کرنا وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نظر کی حفاظت کرنے اور بزرگانِ دین کی صحبت اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

بیان نمبر[20]

بلا واسطہ پہنچاتا رہے گا

مروی ہے کہ حضرت احمد بن حرب (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اپنے کم عمر صاحبزادے کو توکل کی تعلیم دینا چاہی، تو ایک دیوار میں سوراخ کر کے فرمایا، ''بیٹا! جب کھانے کا وقت ہو، اس سوراخ کے پاس آ کر طلب کر لیا کرنا، اللہ تعالیٰ عطا فرما دیا کرے گا۔'' دوسری طرف اپنی زوجہ کو ارشاد فرما دیا کہ ''جب مخصوص وقت ہو، تم چپکے سے دوسری جانب کھانا رکھ دیا کرنا۔''

حسبِ نصیحت بچہ، سوراخ کے پاس آ کر کھانا طلب کرتا، والدہ دوسری جانب سے رکھ دیا کرتیں۔ طلب کے تھوڑی دیر بعد بچہ سوراخ میں ہاتھ ڈالتا، تو کھانا موجود پا کر، اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تصور کرتا۔ ایک دن ان کی والدہ کھانا رکھنا بھول گئیں۔ حتی کہ کھانے کا وقت نکل گیا۔ جب انہیں خیال آیا، تو جلدی سے بچے کے پاس پہنچیں، دیکھا کہ اس کے سامنے نہایت نفیس کھانا رکھا ہوا ہے اور وہ بہت رغبت سے اسے کھا رہا ہے۔ والدہ نے حیرانی سے پوچھا، ''بیٹا! یہ کھانا کہاں سے آیا؟'' عرض کی، ''جہاں سے روزانہ اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔''

والدہ نے یہ سارا واقعہ حضرت کی خدمت میں عرض کیا، آپ نے خوش ہو کر ارشاد فرمایا، ''اب تمہیں کھانا رکھنے کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ بلا واسطہ ہی

Marfat.com

پہنچا تا رہے گا۔'' (تذکرۃ الاولیاء۔صفحہ ۱۴۶)

حاصلِ واقعہ:۔

اس ایمان افروز واقعے سے معلوم ہوا کہ

(1) ہمارے اکابرین (رضی اللہ عنہم) اپنی اولاد کے سلسلے میں ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے ابتداء ہی سے ظاہری و باطنی تربیت کا اہتمام کیا کرتے تھے۔

(2) انہیں اللہ عزوجل کی ذاتِ بابرکت پر کامل توکل حاصل تھا، جس کی برکت سے انہیں غیبی امداد سے نوازا جاتا تھا۔

محاسبہ :۔

اولاد کی دینی تربیت کے حوالے سے بھی آج کا سرپرست غفلت کی گہری نیند سوتا اور اکابرین کے عمل سے روگردانی کرتا نظر آتا ہے۔اب دنیا کے حصول کا جذبہ، اولاد کے لئے دینی نہیں، بلکہ فقط دنیاوی ترقی کی راہ دکھاتا ہے، چنانچہ ابتداء ہی سے مونٹیسوری اور اس کے بعد جدید علوم سے مزین کسی ایسے انگلش اسکول میں بھیجنے کو لازم سمجھا جاتا ہے کہ جہاں اسلام کے علاوہ دیگر تمام مذاہب کی جھلک بخوبی دیکھی جاسکتی ہے۔

پھر یہاں سے لے کر تعلیمی فراغت تک، کالج و یونیورسٹی کا ماحول بقیہ کسر پوری کردیتا ہے اور اس طرح ایک اسلامی تعلیمات سے بیزار مسلمان، معاشرے کی باگ دوڑ سنبھالنے کے قابل ہوجاتا ہے۔لیکن مسلمان سرپرست کی

Marfat.com

نگاہ ان اوصافِ قبیحہ پر نہیں، بلکہ فقط دنیا کی دوڑ میں آگے نکل جانے پر ہوتی ہے اور ماحول کے زیر اثر اس کا دل اسی چیز سے سکون پاتا ہے۔

اس کے برعکس دینی تعلیم کے لئے فقط ایک رسمی طریقہ کار پر عمل کیا جاتا ہے۔ چنانچہ بچہ جیسے ہی کچھ باہوش ہوا، قریبی مسجد میں یا گھر پر ہی کسی قاری صاحب کی خدمات حاصل کر لی جاتی ہیں۔ قاری صاحب اپنی فیس سے دلچسپی رکھتے ہوئے، بچے کو اتنا ہی دیتے ہیں، جتنا ماں باپ کی خواہش نظر آتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کچھ عرصہ بعد بچہ قرآن پاک مکمل ختم کر لیتا ہے، تو جنابِ سرپرست دینی لحاظ سے سر پر موجود بھاری بوجھ اترتا محسوس فرماتے ہیں۔ اب بچے کو قرآن میں موجودہ مضامین یا کم از کم ترجمے کے بارے میں ہی کچھ معلوم ہے یا نہیں، اس کی پرواہ کئے بغیر فقط قرآن کی عربی عبارت پڑھوالینا کافی سمجھا جاتا ہے۔ اور بدقسمتی سے گھروں میں ماحول نہ ہونے اور قرآن پڑھنے سے بے رغبتی کی بناء پر وہ بھی کچھ عرصے میں بھول جاتی ہے۔

باقی رہے نماز، روزے، حج، زکوۃ، وضو، غسل اور باطنی امراض جسے حسد، تکبر، غرور وغیرہ کے مسائل، تو وہ مکمل طور پر سرپرست کو خود معلوم نہیں ہوتے، اولاد کو کیا سکھائے گا؟... اور اگر معلوم بھی ہوں، تو سکھانے کا جذبہ مفقود۔ اس بارے میں عموماً ذہن بنا ہوتا ہے کہ ''بچے باہر جا کر خود ہی سیکھ جائیں گے۔'' کہاں سے سیکھ جائیں گے، یہ سوچنے کے لئے بالکل زحمت گوارا نہیں کی

Marfat.com

جاتی۔ایسے جملے کہتے ہوئے خود اپنے بارے میں غور نہیں کرتے کہ یہ خود بھی تو ایک طویل عرصے سے معاشرے میں گھوم پھر رہے ہیں،تو جب انہیں ابھی تک ان میں سے بے شمار امور کے بارے میں معلومات حاصل نہیں ہو سکیں،تو اولاد کے لئے کون سا ایسا غیبی انتظام ہو جائے گا کہ وہ بغیر کسی استاد کی مدد کے تمام ضروری معلومات حاصل کر لیں گے؟...

اس کے برعکس ''دنیاوی علوم وفنون'' کے لئے اس قسم کا جملہ آج تک کسی کی زبان پر جاری نہیں ہوتا۔گھر کے سرپرست کی اسی غفلت کا نتیجہ ہے کہ معاشرے میں ہر جانب علم دین کی کمی کے باعث فتنہ وفساد عام ہے۔اگر اللہ تعالیٰ ناراض ہوا،تو گھر کے سرپرست کے لئے آخرت میں زبردست خطرہ منتظر نظر آتا ہے۔

☆یونہی توکل کے معاملے میں آج کا مسلمان شدید ضعفِ یقین کا شکار ہے۔بدقسمتی سے اللہ عزوجل کی جانب کامل توجہ کی بجائے،اب اس کی مخلوق کی طرف امید بھری نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔توکل کی جانب سے اسی ضعفِ یقین کا نتیجہ ہے کہ اب من جانب اللہ عزوجل وہ غیبی امداد حاصل ہوتی نظر نہیں آتی کہ کامل یقین کی بناء پر اکابرین جس کے مستحق دکھائی دیتے ہیں۔

مقصود کلام:۔

حاصل یہ ہوا کہ

Marfat.com

☆ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد کو زیورِ علم وادب سے مزین کرنے کی بھی کوشش کرے اور یہ یقین رکھے کہ دنیاوی امور میں بچے کے پیچھے رہ جانے کی صورت میں آخرت میں اس کی کوئی گرفت نہیں، لیکن اگر اس کی دینی لحاظ سے تربیت میں کوئی نقص رہ گیا، تو بروزِ قیامت رسوائی اور عذاب کا سبب بن سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سرپرست کو اولاد کی تربیت کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے، ارشاد ہوتا ہے،

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ۔ اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ، جسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

(ترجمۂ کنز الایمان ۔ پ ۲۸ ۔ التحریم ۶)''

یہاں اپنی جان کو دوزخ سے بچانے کا مطلب یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فرمانبرداری اختیار کر کے عبادتیں بجالا کر گناہوں سے باز رہا جائے اور گھر والوں کو نیکی کی دعوت دے کر، برائی سے منع کیا جائے اور انہیں علم وادب سکھایا جائے۔ (تفسیر خزائن العرفان ۔ بتغیر ما)

اب جو اس ذمہ داری سے سبکدوش ہونے میں کوتاہی کا مرتکب ہوا، تو یقیناً اللہ تعالیٰ اسے حکم عدولی کی بناء پر سزا کا مستحق ٹھہرائے گا۔

لھذا سرپرست کو چاہیئے کہ دائرہ شریعت میں رہتے ہوئے بچے کو

Marfat.com

دنیاوی تعلیم بھی دلوائے اور شروع ہی سے دینی تربیت کا بھی اہتمام کرے۔ اگر خود تربیت کرسکتا ہے، تو بہت بہتر ہے، ورنہ کسی استاد یا ایسے ادارے کا انتخاب کرے کہ جہاں دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ ضروری دینی تعلیم کا اہتمام بھی کیا جاتا ہو۔[1]

نیز استاد مقرر کرکے یا کسی ادارے میں بھیجنے کے بعد خود کو اس سلسلے میں مکمل طور پر بری الذمہ تصور نہ کرے، بلکہ جس طرح دنیاوی تعلیم کے بارے میں سختی سے رپورٹ لی جاتی ہے کہ بچہ ترقی کررہا ہے یا تنزلی کا شکار ہے، اسی طرح اس کے بارے میں بھی فکرمند نظر آئے، بلکہ اس سے کہیں زیادہ فکرمند رہنا چاہیئے، کیونکہ دنیاوی تعلیم کے ساتھ بچے کی دنیا کی بہتری وابستہ ہے اور دینی تعلیم کے ساتھ پوری آخرت.....

☆ نیز توکل کے معاملے میں بھی اپنے باطن کی اصلاح کرے اور اللہ عزوجل پر کامل بھروسہ رکھے اور اپنی اولاد اور گھر والوں کو بھی اس کا عادی بنائے کہ یہ اللہ عزوجل کا حکم بھی ہے اور تاکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے خصوصی انعامات کے مستحق ہوسکیں۔ قرآن وحدیث میں توکل کا حکم اور بے شمار فضائل بیان کئے گئے ہیں، جن میں سے کچھ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے، ''وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ

---

[1] :۔ دعوتِ اسلامی کے بے شمار مدارس بنام ''مدرسۃ المدینہ'' اس مقصدِ حسنہ کی تکمیل کے لئے بہترین کردار ادا کررہے ہیں۔ (ادارہ)

Marfat.com

لَایَمُوْتُ۔اور بھروسہ کرواس زندہ پر جو کبھی نہ مرے گا۔(کنزالایمان۔پ۱۹۔سورۃ الفرقان۔۵۸)

☆مزیدارشادفرمایا، وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۔اور مسلمانوں کواللہ ہی پر بھروسہ چاہئیے ۔(ترجمہ کنزالایمان۔پ۴۔سورۃ ال عمران۔۱۲۲)

☆توکل کی فضیلت کے ساتھ ساتھ اسے اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشادفرمایا،

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ ☆اور جب کسی بات کاارادہ کرلوتو اللہ پر بھروسہ کرو، بے شک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔(کنزالایمان۔پ۴۔آل عمران۔۱۵۹)

☆ایک اورمقام پرفرمایا''وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ۔اور جواللہ پر بھروسہ کرے تووہ اسے کافی ہے۔''

(کنزالایمان۔پ۲۸۔الطلاق۳)

☆ایک مقام پر توکل کو ایمان والوں کی نشانی قرار دیتے ہوئے فرمایا،''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَاللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ☆ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ یادکیا جائے ان کے دل ڈرجائیں اور جب ان پراس کی آیتیں پڑھی جائیں،ان کاایمان ترقی پائے اوراپنے رب ہی پر بھروسہ کریں۔

(کنزالایمان۔پ۹۔سورۃ الانفال۔۲)

Marfat.com

☆ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''میرے سامنے امتیں پیش کی گئیں تو میں نے ایک نبی کو دیکھا کہ ان کے ساتھ ایک چھوٹی سی جماعت ہے۔ کسی کے ساتھ ایک یا دو آدمی ہیں اور کسی نبی کو یوں دیکھا کہ اس کے ساتھ کوئی بھی نہیں۔ اچانک ایک بہت بڑی جماعت میرے سامنے پیش کی گئی، میں نے گمان کیا کہ شائد یہ میری امت ہوگی، لیکن مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کی امت ہے۔ البتہ آپ آسمان کے کنارے کی جانب دیکھیں۔'' میں نے دیکھا کہ وہاں ایک بہت بڑی جماعت ہے۔

پھر کہا گیا، ''اب دوسرے کنارے کی طرف بھی دیکھیں۔'' تو میں نے وہاں بھی ایک جم غفیر دیکھا۔ کہا گیا، ''یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ مزید ستر ہزار ہیں، جو حساب و کتاب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔ (راوی کہتے ہیں کہ) پھر آپ کھڑے ہوئے اور خانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) ان بلا حساب و کتاب داخلِ جنت ہونے والوں کے بارے میں بحث کرنے لگے۔ بعض نے کہا، ''شائد یہ وہ لوگ ہوں گے کہ جو شرفِ صحابیت سے مشرف ہیں۔'' کسی نے کہا، ''شائد یہ وہ لوگ ہیں کہ جو حالتِ اسلام میں پیدا ہوئے اور انہوں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا۔''

Marfat.com

چنانچہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے مختلف خیالات کا اظہار فرمایا۔ (یہ بحث سن کر) رسول اللہ (ﷺ) حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف لائے اور فرمایا، ''کس چیز کے بارے میں بحث کر رہے ہو؟'' وجہ عرض کی گئی، تو ارشاد فرمایا، ''یہ وہ لوگ ہیں جو نہ تو (ناجائز) دم کرتے ہیں اور نہ (ناجائز) دم کرواتے ہیں، نہ بدفالی لیتے ہیں اور اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں۔'' یہ سنکر عُکّاشہ بن مُحصِن[1] کھڑے ہو گئے اور عرض کی، ''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں شامل کر دے۔'' آپ نے فرمایا، ''تو ان میں سے ہے۔'' پھر ایک دوسرے شخص نے اٹھ کر اسی خواہش کا اظہار کیا تو ارشاد فرمایا، ''اس بات میں عکاشہ تم سے سبقت لے گئے۔'' (بخاری۔ کتاب الرقاق)

☆ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) روایت ہے کہ ''رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''اگر تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ ویسا توکل کرو جیسا توکل کرنے کا حق ہے، تو وہ تمہیں اس طرح رزق دے گا، جس طرح پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو شکم سیر باہر آتے ہیں۔'' (ترمذی۔ کتاب الزھد)

لیکن یہ بات یاد رکھنا بھی بہت ضروری ہے کہ توکل کا مطلب ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جانا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتے ہوئے کام کا نتیجہ اس کے سپرد کر دینے کا نام ہے۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ عملی کوشش، توکل کے منافی نہیں۔

---

[1] عکاشہ، کاف کی تشدید (عُکّاشہ) اور تخفیف (عُکَاشہ) دونوں طرح مستعمل ہے، لیکن تشدید کے ساتھ زیادہ فصیح ہے۔ (کما فی شرح النووی)

Marfat.com

اس کی تائید اس حدیث پاک سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ

''ایک شخص بارگاہ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! کیا میں اس اونٹنی کو کھلا چھوڑ دوں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کروں؟..... متوکل اعظم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ نہیں بلکہ اس کی ٹانگوں میں رسی باندھ اور پھر اللہ پر توکل کر۔ (ترمذی)[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں صفتِ توکل کامل طور پر عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

[1] :۔ توکل پر جامع تفصیل دیکھنے کے لئے علامہ اکمل عطاری مدظلہ العالی کی کتاب ''نورانی بیانات'' کا مطالعہ بے حد مفید رہے گا۔ (ادارہ)

Marfat.com

بیاؤ نمبر[21]

آپ نماز کس طرح ادا فرماتے ھیں؟

کسی نے حضرت حاتم اصم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے دریافت کیا کہ ''آپ نماز کس طرح ادا فرماتے ہیں؟'' فرمایا، ''پہلے ظاہری وضو کرتا ہوں، پھر باطنی یعنی توبہ کر کے مسجد میں داخل ہوتا ہوں۔ پھر مسجد حرام اور مقام ابراہیم کو نگاہوں کے سامنے، دائیں بائیں فردوس و جہنم اور پل صراط کو قدموں کے نیچے تصور کرتا ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے اور موت کے اپنے پیچھے موجود ہونے کا تصور مضبوط کر کے، دل کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ کرتا ہوں۔ پھر تعظیم کے ساتھ تکبیر کہہ کر، احترام کے ساتھ قیام اور ہیبت کے ساتھ قراءتِ قرآن کرتا ہوں۔ پھر عجز کے ساتھ رکوع و سجود کر کے، اطمینان کے ساتھ قعدہ میں بیٹھتا ہوں اور آخر میں شکر کے ساتھ سلام پھیر دیتا ہوں۔''

(تذکرۃ الاولیاء۔ صفحہ ۱۵۰)

حاصلِ واقعہ:۔

اس ایمان افروز واقعے سے معلوم ہوا کہ

ہمارے اکابرین اسلام اُپنی نمازوں میں مکمل طور پر اللہ عزوجل اور امورِ آخرت کی جانب متوجہ ہوا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ شیطان کے لئے انہیں دنیا کی طرف متوجہ کرنا ممکن نہ رہتا تھا۔

Marfat.com

محاسبہ :۔

اگر آج کے مسلمان کی نماز کا مشاہدہ کیا جائے ،تو معلوم ہوگا کہ حضرت فقط جسمانی لحاظ سے حاضر ہیں،قلبی حاضری کا دور دور پتہ نہیں ۔اس کا دل، اللہ تعالیٰ اور امورِ آخرت کے بجائے، مکمل طور پر دنیاوی فضول خیالات کی آماجگاہ نظر آتا ہے۔وہ باتیں جن کا علاوہ نماز کبھی خیال بھی نہیں آتا،نماز میں مکمل تفصیل کے ساتھ یاد آجاتی ہیں۔ پھران میں انہماک اتنا زیادہ ہوجاتا ہے کہ اگر اکیلا پڑھ رہا تھا،تو یاد نہیں رہتا کہ کتنی رکعتیں ادا کیں اور اگر جماعت میں تھا،تو اس وقت ہوش آتا ہے،جب امام صاحب رکوع میں جانے کے لئے تکبیر لگاتے ہیں۔بسا اوقات تو اپنے خارجی معاملات ومسائل بھی نماز میں حل کئے جاتے ہیں، کیونکہ نماز کے علاوہ دوسرے بے شمار کام ایسے نکل آتے ہیں، کہ ان امور کے بارے میں سوچنے کا وقت نکالنا بے حد مشکل ہوجاتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ایک کنجوس تاجر اپنی جماعت قضا ہوجانے پر بہت افسوس کا اظہار کررہا تھا، کسی نے اسے جماعت کے ثواب نکل جانے پر دلاسا دینا چاہا۔اس نے کہا، ''بھائی !واقعی میرا ثواب تو ضائع ہوگیا،لیکن میرا افسوس ثواب نکل جانے پر نہیں، بلکہ اس وجہ سے ہے کہ میں روزانہ دوران جماعت اپنی دکان کا حساب وکتاب مکمل کرلیا کرتا تھا،آج جب کہ جماعت نکل گئی ،تو مجھے یہی حساب اپنی دکان کے وقت میں سے کچھ وقت نکال کر کرنا پڑے گا اور اس طرح

Marfat.com

میرے کاروبار میں حرج واقع ہو جائے گا۔"

مقصود کلام :۔

حاصل یہ ہوا کہ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ دوران نماز اپنی توجہ مکمل طور پر اللہ تعالیٰ اور امورِ آخرت کی جانب مائل رکھے اور دنیا کا کوئی خیال دل میں نہ آنے دے۔ شرعی لحاظ سے اسی کا نام خشوع وخضوع رکھا جاتا ہے۔ یقیناً اس طرح نماز کی ادائیگی مشقت سے خالی نہیں، لیکن اسی مشقت کے لئے شریعت نے کثیر انعامات مقرر فرمائے ہیں، جیسا کہ

اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے، قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ . بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے۔

اور ان فلاح پانے والوں میں سے ایک گروہ "اپنی نمازوں میں خشوع کرنے والوں" کا بھی ہے۔ چنانچہ کچھ آگے ارشاد فرمایا،

"اَلَّذِیْنَ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ۔ جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔" (سورۃ المومنون۔ پ ۱۸)

اور سید الانبیاء (ﷺ) کا فرمان ہے، "جس نے دو رکعت نماز پڑھی اور اس میں جان بوجھ کر دنیا کا کوئی خیال نہ لایا، تو اس کے تمام پچھلے گناہوں کی مغفرت کر دی جائے گی۔" (بخاری۔ کتاب الوضو)

اور اسی مشقت سے فرار، نماز کے ثواب سے محرومی کا سببِ عظیم ہے۔ جیسا

Marfat.com

کہ شفیع اعظم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان ہے، ''اللہ تعالیٰ اس نماز کی جانب نظر نہیں فرماتا، جس میں بدن کے ساتھ ساتھ بندے کا دل حاضر نہ ہو۔'' [1]

(احیاء العلوم۔ فضیلۃ الخشوع)

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو نماز کی اہمیت سمجھتے ہوئے خشوع وخضوع اختیار کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

[1] :۔ خشوع وخضوع کے بارے میں مفصل طور پر جاننے کے لئے علامہ محمد اکمل عطاری مدظلہ العالی کی کتاب ''قرآنی بیانات'' کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ (ادارہ)

Marfat.com

بیان نمبر[22]

آج یہ کیا ماجرا ھے؟

حضرت سہل بن عبداللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے کوئی سوال کیا جاتا، تو آپ پہلو تہی فرمالیا کرتے تھے۔ایک مرتبہ اچانک دیوار سے پشت لگا کر بیٹھ گئے اور لوگوں سے فرمایا، ''آج جو کچھ پوچھنا چاہو، مجھ سے پوچھ لو۔''لوگوں نے عرض کی، ''حضور! آج یہ کیا ماجرا ہے؟ آپ تو کسی سوال کا جواب ہی نہیں دیا کرتے تھے؟''

فرمایا، ''جب تک میرے استاد حضرت ذوالنون مصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) حیات تھے، ان کے ادب کی وجہ سے جواب دینے سے گریز کیا کرتا تھا۔''

لوگوں کو اس جواب سے مزید حیرت ہوئی کیونکہ ان کے علم کے مطابق حضرت ذوالنون مصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ابھی حیات تھے۔بہرحال آپ کے اس جواب کی بناء پر فوراً وقت اور تاریخ نوٹ کرلی گئی۔جب بعد میں معلومات کی گئیں، تو واضح ہوا کہ آپ کے کلام سے تھوڑی دیر قبل ہی حضرت ذوالنون مصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا انتقال ہوگیا تھا۔(تذکرۃ الاولیاء۔صفحہ ۱۵۲)

حاصلِ واقعہ:۔

اس ایمان افروز واقعے سے معلوم ہوا کہ

ہمارے اکابرین اسلام (رضی اللہ عنہم) اپنے اساتذہ کا بے حد ادب کیا کرتے تھے۔گوکہ استاد کی حیات میں کسی کے سوال کا جواب دینا بے ادبی میں

Marfat.com

شمار نہیں ہوتا، لیکن اگر کوئی ادباً ایسا کرے، تو اس میں کوئی حرج نہیں، بلکہ اچھی نیت کی بناء پر مستحق اجر ہوگا۔ (ان شاءاللہ عزوجل)

محاسبہ :۔

فی زمانہ اپنے استاد کا ادب کرنا بھی تقریباً معدوم نظر آتا ہے۔ دنیاوی علوم کے اساتذہ کا براحشر تو تقریباً ہر اسکول وکالج ویونیورسٹی میں بآسانی دیکھا جاسکتا تھا، لیکن اب تو دینی لحاظ سے استادی کا شرف پانے والے حضرات بھی ادب واحترام سے بہت حد تک محروم نظر آتے ہیں۔ بچوں کو قرآن پڑھانے والے قاری صاحب کو ایک نوکر سے زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی۔ لامحالہ بچے بھی ان کی وہ تعظیم نہیں کرتے جو کرنی چاہیئے۔ یونہی دینی مدارس کا حال بھی کسی پر مخفی نہیں۔

مقصود کلام :۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ جس سے بھی تحصیل علم دین کی سعادت حاصل کرے، اس کا جتنا ادب واحترام بجالانا ممکن ہو بجالائے۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کتبِ معتبرہ کے حوالے سے استاد کے حقوق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ ''عالم کا جاہل پر اور استاد کا شاگرد پر ایک ساحق ہے اور وہ یہ کہ

(۱) اس سے پہلے گفتگو شروع نہ کرے۔

(۲) اس کی جگہ پر اس کی غیر موجودگی میں بھی نہ بیٹھے۔

Marfat.com

(۳) چلتے وقت اس سے آگے نہ بڑھے۔

(۴) اپنے مال میں سے کسی چیز سے استاد کے حق میں بخل سے کام نہ لے یعنی جو کچھ اسے درکار ہو بخوشی حاضر کردے اور اس کے قبول کر لینے میں اس کا احسان اور اپنی سعادت تصور کرے۔

(۵) اس کے حق کو اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے۔

(۶) اور اگر چہ اس سے ایک ہی حرف پڑھا ہو، اس کے سامنے عاجزی کا اظہار کرے۔

(۷) اگر وہ گھر کے اندر ہو، تو باہر سے دروازہ نہ بجائے، بلکہ خود اس کے باہر آنے کا انتظار کرے۔

(۸) (اسے اپنی جانب سے کسی قسم کی اذیت نہ پہنچنے دے کہ) جس سے اس کے استاد کو کسی قسم کی اذیت پہنچی، وہ علم کی برکات سے محروم رہے گا۔

(فتاویٰ رضویہ۔ جلد ۱۰۔ صفحہ ۹۶، ۹۷)

اپنی اولاد کو اساتذہ کا ادب سکھانے کے لئے ضروری ہے کہ گھر کا سرپرست خود بھی ان کی تعظیم بجالانے میں کوتاہی کا مرتکب نہ ہو۔ اگر خدانخواستہ خود گھر کا سرپرست ہی دینی استاد کو نگاہِ حقارت سے دیکھے گا، تو بچے کے دل میں اس کی تعظیم کا خیال کیسے آسکتا ہے؟.... اس سلسلے میں اکابرین اسلام کا عمل ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

☆ مروی ہے کہ جب امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے صاحب زادے حضرت حماد (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے سورۂ فاتحہ ختم کی، تو آپ نے استاد کو پانچسو (۵۰۰) درھم دئے اور ایک روایت کے مطابق ایک ہزار درھم دیئے۔ جب استاد کے پاس یہ دراہم پہنچے، تو انہوں نے کہا کہ ''میں نے ایسا کون سا کام کیا ہے کہ اتنی کثیر رقم بھجوائی؟''...امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے انہیں بلوایا اور معذرت کے بعد فرمایا، ''جو کچھ آپ نے میرے بچے کو تعلیم دی ہے، اس کو حقیر نہ جانئے، اگر میرے پاس اس سے بھی زائد ہوتا، تو قرآن کی تعظیم کے لئے وہ بھی دے دیتا۔'' (الخیرات الحسان۔ صفحہ ۱۳۴)

☆ امام شعبی نے روایت کیا کہ حضرت زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ) نے ایک جنازے پر نماز پڑھی۔ پھر سواری کا خچر لایا گیا، تو حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) نے آگے بڑھ کر رکاب تھام لی۔ یہ دیکھ کر حضرت زید (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا، ''اے رسول اللہ (ﷺ) کے چچا کے بیٹے! آپ ہٹ جائیں۔'' اس پر حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا، ''علماء و اکابر کی اسی طرح عزت کرنی چاہیئے۔'' (جامع بیان العلم وفضلہ۔ صفحہ ۹۸)

لیکن یہ بات ضرور پیش نظر رہے کہ یہ ادب و تعظیم فقط اس استاد کے ساتھ خاص ہے کہ جو درست عقیدہ رکھتا ہو، چنانچہ اگر کوئی شخص معاذ اللہ، اللہ عزوجل یا اس کے رسول (ﷺ) یا صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) یا اولیاء عظام (رحمۃ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ علیہم) کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہورہا ہو، تو اولاً تو اپنی اولاد کو ایسے شخص کے پاس ہرگز نہ بھیجا جائے کہ ایمان کی بربادی کا شدید خطرہ ہے، کیونکہ بچہ اپنے استاد سے فطرتی لحاظ سے بے حد متاثر ومرعوب ہوتا ہے حتی کہ بسا اوقات ماں باپ کی رائے پر استاد کی رائے کو فوقیت دے دیتا ہے اور بالفرض اگر لاعلمی میں بھیج دیا تھا، بعد میں اس کے عقائد کے بارے میں معلوم ہوا، تو وہ ہرگز ہرگز لائق تعظیم نہیں، بلکہ اس کے ساتھ اہانت آمیز سلوک کرنا واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنے اساتذہ کرام کا ادب کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

بیان نمبر [23]

میری حالت ہی بدل دی

حضرت سری سقطی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ حضرت معروف کرخی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) عید کے روز کھجوریں چن رہے ہیں۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی۔ آپ نے قریب کھڑے ہوئے ایک غریب ونادار بچے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، ''یہ ایک یتیم بچہ ہے، آج عید کے روز اس کے پاس پہننے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے، دوسرے بچوں کو نئے لباسوں میں دیکھ کر شدید احساس محرومی کا شکار ہے۔ لھذا میں کھجوریں چن رہا ہوں تا کہ انہیں بیچ کر اس کے لئے نئے کپڑوں کا انتظام کرسکوں۔''

میں نے عرض کی، ''یہ کام تو میں بھی کرسکتا ہوں، آپ تکلیف نہ فرمایئے۔'' پھر میں بچے کو لے کر گھر آ گیا اور اس کے لئے نئے لباس کا انتظام کر دیا۔ اس کارِ خیر کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ نور عطا فرمایا، جس نے میری حالت ہی بدل دی۔ (تذکرۃ الاولیاء۔ صفحہ ۱۵۷)

حاصلِ واقعہ:۔

اس ایمان افروز واقعے سے معلوم ہوا کہ

(1) ہمارے اکابرین (رضی اللہ عنہ) کے قلوب، مخلوق خدا (عزوجل) کی شفقت ومحبت سے مالا مال تھے اور وہ غریبوں کے جذبات واحساسات کا خیال

Marfat.com

رکھا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت معروف کرخی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے عمل مبارک سے ثابت ہوا۔

(2) کسبِ معاش کے سلسلے میں ان کی نگاہ رزق حلال پر ہوا کرتی تھی، اختیار کئے جانے والے ذریعہ معاش پر نہیں۔ یہی وجہ تھی کہ وہ بظاہر حقیر نظر آنے والے کام کرنے میں بھی اپنی ذلت محسوس نہ کرتے تھے۔

محاسبہ :۔

فی زمانہ مذکورہ امور کی جھلک بھی کہیں کہیں ہی نظر آتی ہے۔ ورنہ

☆ اب اکثر مخلوق خدا پر رحمت وشفقت کا نام ہی رہ گیا ہے، عملی وجود نظر نہیں آتا۔ اگر کہیں دکھائی بھی دیتا ہے، تو نفسانی اغراض یا طبعی تقاضوں سے خالی نہیں ہوتا۔ مثلاً کبھی تو اپنی واہ واہ یا دوسروں کو مرعوب ومتاثر کرنے یا نفع دنیوی کی خاطر، مظاہرۂ شفقت ورحمت کیا جاتا ہے اور کبھی رشتہ داری وغیرہ کی بناء پر طبیعت اس فعل پر مجبور کر دیتی ہے۔

اگر ان دونوں محرکات کو ہٹا دیا جائے، تو اخلاص کے ساتھ کسی اجنبی کے ساتھ معاملۂ شفقت ندارد ہے۔ ہاں اگر اس کے برعکس اگر ظلم وستم کا معاملہ ملاحظہ کیجئے، تو اس کی جھلک نہیں، بلکہ طویل ترین مناظر ہر گھر ومحلے میں بآسانی دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس طوفان بدتمیزی سے نہ پڑوسی محفوظ ہیں، نہ دور کے رشتہ دار، نہ دوست احباب اور نہ جانور۔

Marfat.com

☆کسبِ معاش کے سلسلے میں بھی مسلمان زمانہ کا عمل اکابرین کے عمل کے یکسر مخالف ہے۔ کیونکہ اب بظاہر حقیر نظر آنے والے پیشوں کو اختیار کرنا کو، اپنی بہت بڑی بے عزتی اور خاندان و محلے میں ناک کٹوا دینے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ آج کا نوجوان بیزوزگاری سے تنگ آ کر خودکشی، چوری، ڈاکہ زنی اور بھتہ وصولی کے لئے تو تیار نظر آتا ہے، لیکن تلاش حلال میں کسی روڈ کے کنارے کھڑا ہونا اسے پہاڑ معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ شرم وحیاء ان جرائم کے ارتکاب میں محسوس ہونی چاہیئے تھی، نہ کہ طریقہ اکابرین اپنانے میں۔ اس کی ایک بڑی وجہ دنیا والوں کے طعنوں کے خوف کو بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔

یہ ظالم معاشرہ کسی کو حرام کماتے دیکھ کر خاموش، لیکن حلال کے لئے بظاہر ادنی ذرائع اختیار کرتے دیکھ کر آسمان سر پر اٹھا لیتا ہے۔ بلکہ المیہ تو یہ ہے کہ اگر کوئی حرام چھوڑ کر حلال کی طرف مائل ہونا چاہے، تو اس کے لئے اظہار ناراضگی اور طعنوں کے ذریعے واپسی کا راستہ مسدود کر دیا جاتا ہے، جب کہ معاذ اللہ (عزوجل) حلال ترک کر کے حرام کی جانب بڑھنے والے کی کمر تھپک کر حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

مقصود کلام :۔

حاصل یہ ہوا کہ

☆چونکہ مخلوق خدا (عزوجل) پر رحمت وشفقت کے ذریعے بھی بارگاہِ

Marfat.com

الٰہی (عزوجل) سے انعامات کا حصول ممکن ہے،لھذا اس عمل کے وسیلے سے انعام حاصل کرنے میں بھی ہرگز سستی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیئے۔اس کے لئے اپنے رشتہ داروں، محلے میں رہنے والوں اور دیگر دوست احباب میں ایسے افراد تلاش کئے جائیں کہ جو واقعی مدد وتوجہ کے مستحق ہیں اور پھر حسبِ استطاعت ان کی امداد کرنے کو سعادت سمجھنا چاہیئے۔کیونکہ،

(i) حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا،''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرتا ہے،اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری فرماتا ہے ار جو شخص کسی مسلمان سے سختی دور کرتا ہے،اللہ عزوجل اس سے قیامت کی سختیوں میں کسی سختی کو دور فرمائے گا۔'' (بخاری۔کتاب المظالم والغصب)

(ii) اور حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ نبی کریم (ﷺ) کا ارشاد ہے کہ''جو کسی مسلمان سے اس کی دنیاوی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو دور کرے گا،اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کی سختیوں میں سے ایک سختی دور فرمائے گا۔اور جو کسی تنگدست کے لئے فراخی پیدا کرتا ہے،اللہ تعالیٰ اسے دنیا وآخرت میں کشادگی عطا فرماتا ہے۔بندہ جب تک اپنے مسلمان بھائی کی مدد میں مشغول رہتا ہے،اللہ تعالیٰ اس کا مددگار رہتا ہے۔(مسلم۔کتاب الذکر)

(iii) حضرت ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ'' رسول اللہ (ﷺ) کی خدمت میں جب کوئی ضرورت مند آتا،تو آپ حاضرین کی

Marfat.com

جانب متوجہ ہوکر فرماتے، ''سفارش کرو اجر پاؤ گے۔'' (بخاری۔کتاب الزکوۃ)

اور اگر بالفرض خود مدد کرنے پر قدرت نہ پائیں، تو دوسروں کو اس کی ترغیب دیں کہ اس طرح ترغیب اور عمل دونوں کا ثواب ملے گا۔

حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رحمتِ عالم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''نیکی کا راستہ بتانے والے کے لئے، اس پر عمل پیرا ہونے والے کے برابر ثواب ہے''۔ (مسلم۔کتاب الامارۃ)

اس سلسلے میں شفیع جن وانس (ﷺ) کا عمل ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کے ایک نوجوان نے بارگاہ رسالت (ﷺ) میں عرض کی کہ ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں، لیکن میرے پاس سامان جہاد نہیں۔ آپ نے فرمایا، ''فلاں شخص کے پاس جاؤ، اس نے سامان تیار کیا تھا، لیکن بیمار ہوگیا۔'' چنانچہ یہ نوجوان اسی شخص کے پاس پہنچا اور کہا، ''آپ کو رسول اللہ (ﷺ) سلام ارشاد فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ''تم نے جو سامان جہاد تیار کیا ہے، وہ مجھے دے دو۔''

ان بیمار صحابی نے اپنی زوجہ سے کہا، ''میرا تمام تیار شدہ سامان جہاد اسے دے دو اور اس میں سے کچھ بھی نہ روکنا، اللہ کی قسم! اگر تو اس میں سے کچھ بھی نہ روکے گی، تو اس میں ہمارے لئے برکت ہوگی۔'' (مسلم۔کتاب الامارۃ)

اور اگر دوسروں کو ترغیب دینے سے بھی عاجز ہیں، تو کم از کم اس کی نیت

Marfat.com

ہی کرلیں، ان شاء اللہ (عزوجل)، اللہ تعالیٰ انعام سے محروم نہ رکھے گا۔ جیسا کہ

مروی ہے کہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل پر سخت قحط نازل ہوا۔ اسی دوران ایک عابد ریت کے ایک ٹیلے کے پاس سے گزرا۔ اس نے دل میں تمنا کی کہ کاش! یہ آٹا ہوتا اور بنی اسرائیل اسے سیر ہو کر کھاتے۔'' اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے ایک نبی (علیہ السلام) کی جانب وحی فرمائی کہ اس عابد سے جا کر کہہ دو کہ ''اللہ تعالیٰ نے تیرے نامہ اعمال میں اتنا اجر لکھ دیا ہے کہ جتنا تو بنی اسرائیل کو کھلا کر سیر کرنے پر حاصل کرتا۔'' (مکاشفۃ القلوب۔ ۱۵۸)

☆ نیز کسب کے سلسلے میں انسان کو فقط حلال پر نظر رکھنی چاہیئے، حرام کے بارے میں سوچے بھی نہیں کہ اعمال کی بربادی اور جہنم میں داخلے کا سبب ہے۔

رحمتِ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان ہے، ''اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ آدمی اپنے پیٹ میں حرام کا ایک لقمہ ڈالتا ہے، تو چالیس دن تک اس کا کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا اور جس بندے کا گوشت حرام سے پیدا ہوا، تو آگ اس کی زیادہ حقدار ہے۔ (مکاشفۃ القلوب بحوالہ طبرانی)

اور شفیع محشر (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشادِ مبارک ہے کہ ''اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی آدمی رسی لے کر اور پہاڑ پر جا کر لکڑیاں کاٹے اور پیٹھ پر لاد کر لائے اور اسی کمائی سے کھائے، یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ ایسی چیز منہ میں ڈالے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔''

(مکاشفۃ القلوب بحوالہ مسند امام احمد بن حنبل)

Marfat.com

اب یہ امر یقینی ہے کہ حلال بقدرِ ضرورت جب کہ حرام کثیر آتا ہے۔ چنانچہ قلیل حلال پر صبر کے لئے ضروری ہی کہ انسان اپنی ضروریات کو حتی الامکان محدود رکھے۔ نیز دنیا والوں کی ہرگز ہرگز پرواہ نہ کرے کہ ان کے طعنے فقط دنیا تک باعثِ تکلیف ہیں، مرنے کے بعد حلال کی جستجو اور اس راہ میں آنے والی مشقت کا ثواب دیکھ کر سابقہ تکلیف ایک پھول کی مانند معلوم ہوگی اور جب یہی ''بے جا اچھلنے کودنے والے'' حلال کمانے اور کھانے والے کو میدان محشر میں اس کا انعام ملتا دیکھیں گے، تو ان کے سر ندامت سے جھک جائیں گے اور ان کے دل تمنا کریں گے کہ فقط ایک مرتبہ مزید دنیا میں بھیج دیا جائے تا کہ ہم بھی حلال کی راہ میں آنے والی آزمائشوں پر پورا اترنے کے ذریعے اللہ عزوجل کی رضا حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکیں۔

اللہ تعالیٰ حلال کو حرام پر ہر لحاظ سے فوقیت دینے کی قوت و ہمت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

بیان نمبر [24]

میں اپنے عہد کے خلاف نہیں کر سکتا

حضرت معروف کرخی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) تجارت کیا کرتے تھے۔آپ کا اصول تھا کہ دس دینار پر، نصف دینار نفع وصول فرماتے تھے۔ایک مرتبہ بادام فروخت کرنا چاہتے تھے، کسی نے خریدنے کی خواہش کا اظہار کیا۔آپ نے اسے ساٹھ دینار میں فروخت کرنے کا وعدہ فرمایا۔وہ شخص ابھی قیمت سپرد نہ کرنے پایا تھا کہ بادام مہنگے ہو گئے۔ایک دوسرے شخص نے انہی باداموں کے نوے دینار لگا دیئے، لیکن آپ نے فرمایا، ''میں اپنے عہد کے خلاف نہیں کر سکتا۔'' چنانچہ سابقہ شخص کو ساٹھ دینار میں ہی فروخت کر دیئے۔(تذکرۃ الاولیاء۔صفحہ ۱۶۰)

حاصلِ واقعہ:۔

اس ایمان افروز واقعے سے معلوم ہوا کہ

(1) اسلافِ کرام (رضی اللہ عنہم) وعدہ پورا کرنے کا بے حد اہتمام کیا کرتے تھے، چاہے اس میں انہیں کسی نقصان کا سامنا ہی کیوں نہ کرنا پڑتا ہو۔

(2) ان کے قلوب مال و دنیا کی لالچ سے پاک وصاف تھے۔اگر ایسا نہ ہوتا، تو معروف کرخی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کبھی بھی پہلے شخص کو بادام عنایت نہ فرماتے۔

محاسبہ:۔

☆اب ایفائے عہد کا جذبہ بھی ختم ہو چکا ہے۔وعدہ خلافی کو بالکل

Marfat.com

معمولی فعل سمجھا جاتا ہے۔عوام تو عوام،خواص بھی اس عادتِ بد میں مبتلاء ہوکر دوسروں کے دلیل بننے میں کسی سے پیچھے رہنے کے لئے تیار نظر نہیں آتے۔اس وعدہ خلافی کے مختلف اسباب مشاہدہ کیا جاسکتے ہیں۔مثلاً کبھی تو اس کا صدور عادۃً ہوتا ہے،کبھی دنیاوی فائدوں کی غرض سے،کبھی کسی مسئلے میں سامنے والے سے جان چھڑانے کی وجہ سے،کبھی جہالت کی بناء پر،کبھی سامنے والے سے بدلہ لینے کی نیت سے جب کہ وہ بھی اس کے ساتھ پہلے یہی حرکت کر چکا ہو۔غرض یہ کہ وہ فعل کہ جو بروزِ قیامت گرفت کا سبب بن سکتا ہے،اس کا ارتکاب انتہائی دیدہ دلیری اور لاپرواہی سے کیا جارہا ہے۔

☆یونہی اب قلبِ انسان پر حرص مال ومتاع نے بھی اپنا مکمل قبضہ جمایا ہوا ہے،جس کے مضر اثرات کے باعث پورا معاشرہ زمانہ جاہلیت کا نقشہ پیش کررہا ہے۔قتل وغارت،کم تولنا،چوری،ڈاکہ،بھتہ وصولی،جوا،رشوت،سود، حسد،جھوٹ اور کثرتِ وعدہ خلافی،اس سے پیدا شدہ نقصانات کی مختصر سی فہرست ہے۔اس صفتِ قبیحہ نے بھائی کو بھائی کا دشمن بنادیا ہے۔بعض اوقات اسی کی بناء پر ماں باپ کا ادب احترام ختم ہوتا نظر آتا ہے۔رشتہ داروں سے قطع تعلق اور ناانصافی کا ارتکاب،اسی بیج سے حاصل ہونے والے درخت کے پھل ہیں۔

اس معاملے میں دین کی علامت سمجھے جانے والے حضرات بھی کسی

Marfat.com

سے پیچھے نظر نہیں آتے۔عوام الناس کی اصلاح کا کام ترک کر کے اپنی ترقی کے ہمہ وقت فکر مند رہنا، اسی قلبی برائی کا نتیجہ ہے۔درس وتدریس کو چھوڑ کر دنیاوی کاروبار اختیار کرنے کو اسی صفتِ بد کی کرم فرمائی قرار دیا جاسکتا ہے۔اگر یہ صورتِ حال جاری رہی، تو بلاریب دین کی سلامتی سخت خطرے میں نظر آتی ہے۔

مقصودِ کلام :۔

حاصل یہ ہوا کہ

☆ ہر انسان کو چاہیئے یا تو وعدہ ہی نہ کرے اور اگر کرے، تو اسے وفا کرنے میں اپنی پوری کوشش صرف کر دے۔کیونکہ وعدے کی تکمیل ایک ایسا عمل ہے کہ جس کے بارے میں خصوصی طور پر پوچھا جائے گا۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

''وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلاً ۔عہد پورا کرو، بے شک عہد سے سوال ہونا ہے۔'' (بنی اسرائیل ۳۴)

نیز وعدے کی عدم تکمیل پر اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب (ﷺ) کی جانب سے ناپسندیدگی کا اظہار بھی فرمایا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے،

''يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ ☆ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ ☆ اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے۔کیسی سخت ناپسند ہے اللہ وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔

(ترجمۂ کنز الایمان۔سورۃ الصف ۲۔پ ۲۸)

Marfat.com

اور حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ بات کرے، تو جھوٹ بولے۔ وعدہ کرے، تو خلاف ورزی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے، تو خیانت کا ارتکاب کرے۔'' (بخاری۔ کتاب الایمان)

نیز حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''جس میں چار باتیں ہوں، وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے ایک بات پائی جائے، اس میں نفاق کی ایک خصلت پائی گئی، یہاں تک اسے چھوڑ دے۔ (وہ چار باتیں یہ ہیں) امانت رکھوائی جائے، تو خیانت کرے، بات کرے، تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو توڑ دے اور جھگڑا کرے، تو بیہودہ بکے۔'' (ایضاً)

اور وعدہ کر لینے کے بعد یہ نہ دیکھے کہ اس کی تکمیل میں مجھے فائدہ پہنچ رہا ہے یا نقصان، بلکہ مذکورہ محاسبے اور اظہارِ ناپسندیدگی کے پیش نظر، وفا کرنے میں ہی عافیت محسوس کرے۔ اس کے علاوہ میدان محشر کی ذلت کو بھی ہمہ وقت پیش نظر رکھے۔

حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ ''رحمت عالم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''ہر وعدہ توڑ دینے والے کے لئے قیامت کے دن اس کی سرین کے پاس ایک جھنڈا ہوگا، جو اس کی وعدہ خلافی کے مطابق بلند کیا جائے گا۔'' (مسلم۔ کتاب الجھاد والسیر)

Marfat.com

اور اگر کسی صحیح عذرِ شرعی کی بناء پر وعدہ پورا نہ کر سکے، تو جس سے وعدہ کیا، اسے بدگمانی سے محفوظ رکھنے کی نیت سے وہ عذر ضرور بیان کر دے۔ مثلاً کسی سے ایک مقررہ وقت پر ملنے کا وعدہ کیا، لیکن اچانک اس وقت سے کچھ دیر قبل گھر میں مہمان آ گئے، جن کی خاطر تواضع کرنے میں کافی دیر ہوگئی، تو اب پہلی فرصت میں بذریعہ فون یا بالمشافہ اس کی وضاحت کر دینی چاہیئے، ورنہ ہوسکتا ہے کہ سامنے والا یہی سمجھتا رہے کہ جان بوجھ کر آنے سے گریز کیا ہے۔

نیز یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ وعدہ وہی پورا کیا جائے گا کہ جس کی تکمیل میں کسی قسم کی شرعی قباحت نہ ہو۔ مثلاً پہلے کسی سے کسی گناہ میں تعاون کا وعدہ کیا تھا، بعد میں اس پر ندامت ہوئی، تو اب اس وعدہ کا پورا نہ کرنا واجب ہے، کرے گا تو گناہ گار ہوگا۔

☆ نیز خود کو بے شمار گناہوں سے دور و محفوظ رکھنے کے لئے قلب کو دنیاوی ساز و سامان کے لالچ سے بچا کر رکھنا بے حد ضروری ہے۔ اس کے لئے بہترین طریقہ قناعت کی فضیلت، موت کی سختیاں، مال کے آخرت میں شدید محاسبے، مال کی وجہ سے دشمنوں میں اضافے، مرتے وقت مال چھوڑ جانے کے رنج عظیم اور اولاد کی جانب اس کو گناہوں میں خرچ کرنے کی بناء پر گناہ جاریہ ہونے کو بار بار یاد کرنا ہے۔ نیز مال کی تباہ کاریوں سے متعلقہ آیات و احادیثِ کریمہ پر غور و تفکر بھی بے حد مفید ہے۔ چنانچہ

Marfat.com

اور حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ بات کرے، تو جھوٹ بولے۔ وعدہ کرے، تو خلاف ورزی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے، تو خیانت کا ارتکاب کرے۔'' (بخاری۔ کتاب الایمان)

نیز حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''جس میں چار باتیں ہوں، وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے ایک بات پائی جائے، اس میں نفاق کی ایک خصلت پائی گئی، یہاں تک اسے چھوڑ دے۔ (وہ چار باتیں یہ ہیں) امانت رکھوائی جائے، تو خیانت کرے، بات کرے، تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو توڑ دے اور جھگڑا کرے، تو بیہودہ بکے۔'' (ایضاً)

اور وعدہ کر لینے کے بعد یہ نہ دیکھے کہ اس کی تکمیل میں مجھے فائدہ پہنچ رہا ہے یا نقصان، بلکہ مذکورہ محاسبے اور اظہارِ ناپسندیدگی کے پیش نظر، وفا کرنے میں ہی عافیت محسوس کرے۔ اس کے علاوہ میدان محشر کی ذلت کو بھی ہمہ وقت پیش نظر رکھے۔

حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ ''رحمتِ عالم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''ہر وعدہ توڑ دینے والے کے لئے قیامت کے دن اس کی سرین کے پاس ایک جھنڈا ہوگا، جو اس کی وعدہ خلافی کے مطابق بلند کیا جائے گا۔'' (مسلم۔ کتاب الجھاد والسیر)

Marfat.com

اور اگر کسی صحیح عذرِ شرعی کی بناء پر وعدہ پورا نہ کر سکے، تو جس سے وعدہ کیا، اسے بدگمانی سے محفوظ رکھنے کی نیت سے وہ عذر ضرور بیان کر دے۔ مثلاً کسی سے ایک مقررہ وقت پر ملنے کا وعدہ کیا، لیکن اچانک اس وقت سے کچھ دیر قبل گھر میں مہمان آ گئے، جن کی خاطر تواضع کرنے میں کافی دیر ہوگئی، تو اب پہلی فرصت میں بذریعہ فون یا بالشافہ اس کی وضاحت کر دینی چاہیئے، ورنہ ہوسکتا ہے کہ سامنے والا یہی سمجھتا رہے کہ جان بوجھ کر آنے سے گریز کیا ہے۔

نیز یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ وعدہ وہی پورا کیا جائے گا کہ جس کی تکمیل میں کسی قسم کی شرعی قباحت نہ ہو۔ مثلاً پہلے کسی سے کسی گناہ میں تعاون کا وعدہ کیا تھا، بعد میں اس پر ندامت ہوئی، تو اب اس وعدہ کا پورا نہ کرنا واجب ہے، کرے گا تو گناہ گار ہوگا۔

☆ نیز خود کو بے شمار گناہوں سے دور و محفوظ رکھنے کے لئے قلب کو دنیاوی ساز و سامان کے لالچ سے بچا کر رکھنا بے حد ضروری ہے۔ اس کے لئے بہترین طریقہ قناعت کی فضیلت، موت کی سختیاں، مال کے آخرت میں شدید محاسبے، مال کی وجہ سے دشمنوں میں اضافے، مرتے وقت مال چھوڑ جانے کے رنج عظیم اور اولاد کی جانب اس کو گناہوں میں خرچ کرنے کی بناء پر گناہ جاریہ ہونے کو بار بار یاد کرنا ہے۔ نیز مال کی تباہ کاریوں سے متعلقہ آیات واحادیثِ کریمہ پر غور و تفکر بھی بے حد مفید ہے۔ چنانچہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، ''اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ☆ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ☆ تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے ☆ یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔ (ترجمہ کنزالایمان۔ سورۃ التکاثر ۱ تا ۵۔ پ ۳۰)۔

اور حضرت عمرو بن عوف انصاری (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ ''رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح (رضی اللہ عنہ) کو بحرین کی جانب جزیہ لینے کے لئے بھیجا۔ وہ بحرین سے مال لائے، تو انصار کو ان کے آنے کی خبر ہوگئی، وہ فجر کی نماز میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ شریک ہوئے۔ جب آپ نماز پڑھا چکے، تو وہ آپ کے سامنے حاضر ہوئے۔

آپ انہیں دیکھ کر مسکرا دیئے اور فرمایا، ''میرا خیال ہے کہ تم نے سن لیا ہے کہ ابوعبیدہ بحرین سے کچھ مال لائے ہیں؟'' انہوں نے عرض کی، ''جی ہاں۔'' آپ نے فرمایا، ''خوش ہو جاؤ اور اس چیز کی امید رکھو جس سے تمہیں خوشی حاصل ہوگی۔ واللہ! مجھے تمہاری محتاجی کا ڈر نہیں، بلکہ مجھے یہ خوف ہے کہ تمہارے لئے دنیاوی مال اسی طرح پھیلا دیا جائے گا، جس طرح تم سے پہلے لوگوں کے لئے عام کر دیا گیا، پھر تم اس کی جانب رغبت کرنے لگو گے، جس طرح وہ راغب ہوئے، پھر وہ تمہیں اسی طرح ہلاک کر دے گا، جیسے انہیں ہلاک کیا۔

(بخاری۔ کتاب الجزیہ والموادعہ)

اللہ تعالیٰ ہمیں وعدہ خلافی کرنے اور دنیاوی مال و دولت کے لالچ میں مبتلاء ہونے سے محفوظ فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)

Marfat.com

Marfat.com

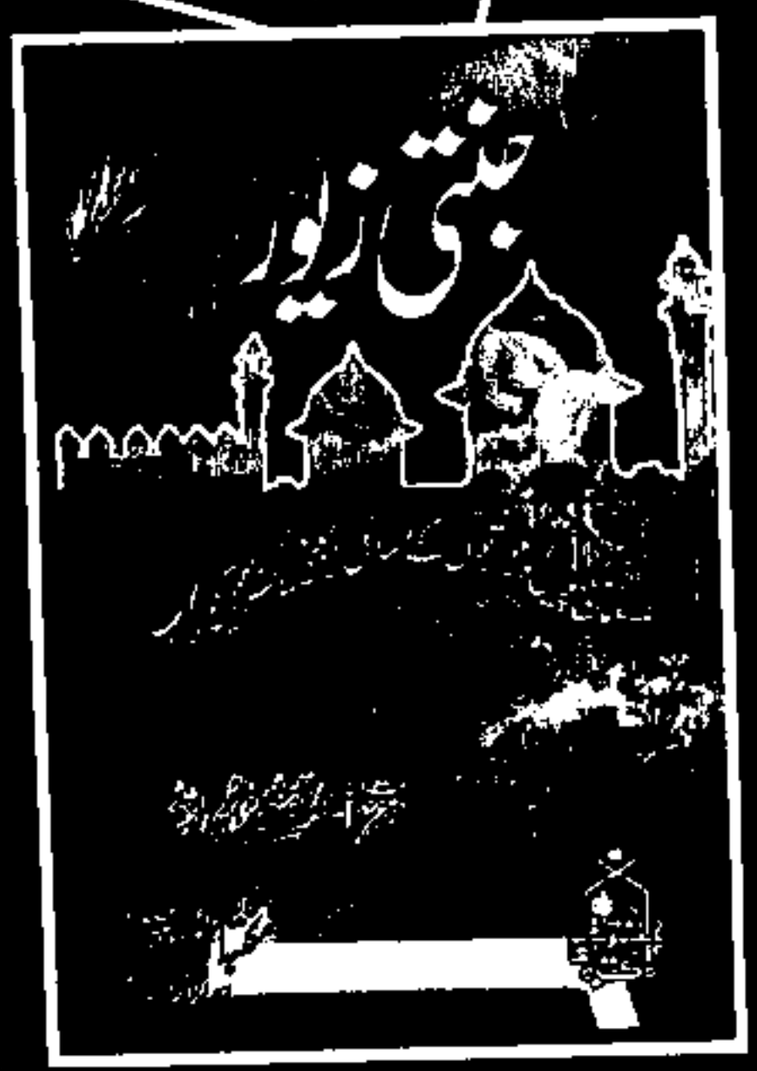

مکتبہ اعلیٰ حضرت

انوار الحدیث
نورانی واقعات
سیرت صدر الشریعہ
زلف و زنجیر
زلزلہ و تبلیغی جماعت
قرآنی بیانات
غیر اللہ سے مدد مانگنا کیسا؟
حلال یا حرام
چالیس حدیثیں
روشن ستارے

SHOP No.4, SASTA HOTEL, DARBAR MARKET, LAHORE.
Voice 092-042-7247301 E-mail: ajmalattari20@hotmail.com

Marfat.com